ماہنامہ التجلی کا طلاق نمبر

ایک مجلس میں تین طلاق

علامہ عامر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند (یو-پی)

تین طلاق

علامہ عامر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

Rs. 160/=

تفصیلات

نام کتاب: ایک مجلس میں تین طلاق

تحریر: علامہ عامر عثمانی رح (مدیر ماہنامہ تجلی دیوبند)

صفحات: ۳۲۸

خوشنویس: طارق ابن ثاقب پورنوی فاضل دیوبند ۹۳ء

طباعت:

سن طباعت: جولائی ۱۹۹۸ء

تعداد بار اول: گیارہ سو (۱۱۰۰)

ناشر: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

باہتمام: حسن احمد صدیقی۔ فاضل دیوبند

قیمت

کتبخانہ نعیمیہ دیوبند یوپی۔ انڈیا

فون ۲۳۲۹۴

گھر ۲۲۴۹۱

۲۴۷۵۵۴

فہرست مضامین



ایک مجلس میں "تین طلاق" کے مسئلے پر سیمینار

اسلامک ریسرچ سینٹر احمدآباد (گجرات) کی دعوت پر احمدآباد میں ۴/۵/۶ نومبر ۷۳ء کو "ایک مجلس میں "تین طلاق" کے موضوع پر ایک مجلسِ مذاکرہ منعقد ہوئی۔ اس مجلس کی صدارت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی صاحب صدر آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت نے فرمائی۔ مفتی صاحب موصوف کے علاوہ اس مجلس میں مندرجہ ذیل علمائے کرام نے شرکت فرمائی۔

(۱) مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب (فاضل دیوبند مدرس مدرسہ بیت العلوم مالی گاؤں)
(۲) مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی، سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی مدیر "برہان" دہلی۔
(۳) مولانا مختار احمد صاحب ندوی، ناظم جمعیۃ اہلِ حدیث بمبئی۔
(۴) مولانا عبدالرحمٰن صاحب۔ ابن شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی۔
(۵) مولانا سید احمد عروج قادری صاحب۔ مدیر ماہنامہ "زندگی" رامپور (یوپی)
(۶) مولانا شمس پیرزادہ صاحب۔ امیر جماعت اسلامی مہاراشٹر اسٹیٹ۔
(۷) مولانا سید حامد علی صاحب سکریٹری جماعتِ اسلامی ہند۔ دہلی۔

اسلامک ریسرچ سینٹر نے ان حضرات کے علاوہ متعدد دوسرے علمائے کرام کو بھی مدعو کیا تھا۔ مگر وہ اپنی مختلف معذوریوں کی وجہ سے شرکت نہ فرما سکے۔

اسلامک ریسرچ سینٹر نے ان حضرات کی خدمت میں ایک سوال نامہ بھی ارسال کیا تھا جو منسلک ہذا ہے۔ یہ مجلس مذاکرہ گجرات چیمبر آف کامرس ہال احمدآباد میں منعقد ہوئی۔ جس میں مذکورہ بالا سات حضرات نے اپنے تحقیقی مقالے پیش فرمائے۔ ان مقالات میں مسئلہ مذکورہ کے مختلف پہلوؤں پر کتاب وسنت کی

روشنی میں مدلل بحث کرتے ہوئے اپنا اپنا نقطۂ نظر واضح کیا گیا تھا مقالات میں مختلف فقہی نقطہ ہائے نظر کی ترجمانی تھی۔

صدر مجلس مولانا مفتی عتیق الرحمان صاحب عثمانیؒ اپنی مصروفیات کے باعث مقالہ مرتب نہ کر سکے تھے اس لئے انھوں نے مقالات کی خواندگی کے اختتام پر تقریر کی شکل میں اپنے خیالات پیش فرمائے۔ جس میں دوسرے قیمتی مشوروں کے علاوہ نقطۂ اتفاق تلاش کرنے پر زور دیا گیا تھا۔ تقریر کے بعد مسئلۂ مذکور پر بحث وتمحیص کا آغاز ہوا۔ جس کے بعد مجلس مذاکرہ متفقہ طور پر حسب ذیل نتیجہ پر پہنچی۔

(۱) ایک مجلس میں تین طلاق کے، طلاق مغلظہ بائنہ ہونے کا مسئلہ اجماعی اور قطعی نہیں ہے۔ اس میں سلف ہی کے زمانے سے اختلاف موجود ہے۔

(۲) فقہی جزئیات وتفصیلات سے قطع نظر مندرجہ ذیل دوصورتوں کے بارے میں مجلس مذاکرہ کی رائے یہ ہے۔

---

(۱) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے طلاق، طلاق، طلاق کہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میری نیت صرف ایک طلاق دینے کی تھی، میں نے طلاق کا لفظ تاکید کے لئے دہرایا تھا تو اس کی اس بات کو باور کیا جائے گا اور یہ طلاق طلاقِ مغلظہ بائنہ شمار نہ ہوگی۔

(۲) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے۔ "تجھے تین طلاق" مگر وہ حلفیہ بیان دیتا ہے کہ میری نیت تین طلاق دینے کی نہیں تھی۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تین طلاق کا لفظ کہے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی اس لئے میں نے تین طلاق کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ تو اس کی بات باور کی جائے گی اور یہ طلاق، طلاقِ مغلظہ بائنہ شمار نہ ہوگی۔

(۳) اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو طلاق کا صحیح طریقہ بتایا جائے۔ اور ان پر واضح کیا جائے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا طریقہ بدعت ومعصیت اور عورت کے حق میں ظلم وزیادتی ہے۔ طلاق کے اس غلط طریقے سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہئے اور طلاق دینا اگر ضروری ہی ہو تو ایک طلاق پر بس کرنا چاہئے اور یہ طلاق بھی عورت کو پاکی کی حالت میں دینی چاہئے جس میں شوہر نے اس سے مقاربت نہ کی ہو۔

یہ نقل کرنے کے بعد مولانا عامر عثمانی رح فرماتے ہیں:

خوشی کی بات ہے کہ ایک انتہائی ضروری اور اہم مسئلہ پر اہلِ علم کی مجلس بلائی گئی. لیکن یہ مجلس اپنے شرکاء کے اعتبار سے کافی محدود رہی ہے. جس کا اثر بھی بہت محدود ہو گا. ضرورت ہے کہ کافی وسیع پیمانے پر اور بھی مجالس وقتاً فوقتاً ایسے ہی موضوعات پر ہوتی رہیں اور حل طلب مسائل پر فکر و تدبر کیا جاتا رہے۔

شرکاء مجلس میں ایک مفتی عتیق الرحمٰن دام ظلّہٗ کا نام نامی تو ایسا ہے کہ پورے ملک میں ان کی ساکھ ہے اور یہ بھی عام طور پر لوگ جانتے ہیں کہ وہ ایک بہت بڑے مفتی کے صاحب زادے ہیں. اور خود بھی صاحبِ افتاء ہیں. لیکن باقی حضرات اپنی اپنی جگہ خواہ کتنے ہی ذی صلاحیت اور صاحبِ علم و تفقہ کیوں نہ ہوں نگران کے فتوے اور تفقہ کی کوئی چھاپ قلوب عوام پر نہیں ہے. نہ ان کی فقہی رائے دلائل سے مطمئن ہوئے بغیر سند قبول کرنے کی پوزیشن میں ہے. دلائل انہوں نے یقیناً اپنے گرانقدر مقالات میں دیئے ہوں گے. لیکن یہ مقالات اشاعتِ عام نہ پا سکے. اس لئے کیسے اطمینان کیا جا سکے گا کہ ان کی رائے کا علمی وزن کیا ہے؟۔

بصورتِ موجودہ صرف یہ ہو گا کہ اس مجلس کے فیصلوں سے وہ مسلمان تو فائدہ اٹھانے کی کوشش یقیناً کریں گے جن کی ضرورت اور خواہش ان سے مطابقت رکھتی ہو گی مگر دوسروں کو اُن پر ذرا بھی اطمینان نہ ہو گا اور عین ممکن ہے کہ وہ انھیں صاف الفاظ میں ناقابلِ قبول ہی ٹھیرا دیں.

بہرحال ضرورت ہے کہ اس کارِ خیر کو اپنے موجودہ محدود ڈھانچے میں کافی شافی نہ سمجھ لیا جائے اور دردمند حضرات زیادہ سے زیادہ معروف علماء اور قابلِ لحاظ حلقۂ اثر رکھنے والے اربابِ تفقہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کریں تاکہ ان کے متفقہ فیصلوں اور فتووں کو معنوی قوت حاصل ہو۔ اور عامۃ المسلمین ان پر بھروسہ کر سکیں۔

اس تمہید کے بعد ہم مجلس کے متفقہ فیصلوں پر اپنی ناچیز رائے ظاہر کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کیوں کہ متعدد حضرات نے خطوط لکھ کر اصرار کے ساتھ اس کی خواہش کی ہے۔ اور ہماری منصبی ذمہ داری کا بھی تقاضا ہے کہ جو کچھ ہمارے نزدیک حق یا حق سے قریب تر ہے اسے سپردِ قلم کر دیں اور وہ ہزاروں بھائی جن کے دلوں میں اللہ نے ہماری ناچیز رائے کا حُسنِ ظن ڈال دیا ہے تشفی محسوس کر سکیں

مجلس نے بحث و نظر کے بعد جس نتیجے پر اتفاق کیا ہے وہ اپنے مضمرات اور مفادات کے اعتبار سے بے حد اہم ہے یعنی یہ کہ ایک ہی مجلس میں دی ہوئی تین طلاقوں کا مغلّظہ ہونا اجماعی اور قطعی نہیں **بلکہ علمائے سلف اس میں مختلف الرّائے رہے ہیں۔**

اگر شرکاء مجلس کے مقالات اور زبانی بحثوں کا ریکارڈ سامنے ہوتا تو آسانی سے سمجھا جا سکتا تھا کہ اجماع سے کیا مراد لی گئی ہے. قطعیت کا کیا مفہوم ہے اور علمائے سلف کا مصداق کون سے زمانے کے علماء ہیں "سلف" کا لفظ مجمل ہے. جس کا اطلاق قرونِ ماضیہ کے کسی بھی قرن پر ہو سکتا ہے حتیٰ کہ آٹھویں صدی ہجری کے ابن تیمیہؒ بھی "سلف" ہی کے زمرے میں آتے ہیں. پھر کیسے سمجھا جائے کہ اجمال کی تفصیل اور ابہام کی توضیح کیا ہے۔؟

بہت ہی مستند اور متداول کتابیں طلاق ثلاثہ کے مسئلے پر ہمیں جو کچھ بتاتی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک وقت میں دی ہوئی تین طلاقوں کے واقع ہو جانے پر ایسے ایسے اربابِ حل و عقد کا اتفاق رہا ہے جن کا اتفاق اصطلاحی اجماع کے لئے اکثر و بیشتر کافی و شافی سمجھا گیا ہے اور ان سے اختلاف کرنے والے معدودے چند افراد کا وجود اجماع کا قاطع اور منافی نہیں مانا گیا ہے۔ مثلاً ابن قدامہؒ نے المغنی میں اور امام نوویؒ نے شرحِ مسلم میں ایسی ہی صورتِ حال کی تصویر کھینچی ہے. ہم شرحِ مسلم سے چند فقرے نقل کرتے ہیں۔

وقد اختلف العلماء فيمن قال لامراته انت طالق ثلثا فقال الشافعي ومالك وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء عن السلف والخلف يقع الثلاث وقال طاؤس وبعض اهل الظاهر لا يقع بذلك الا واحدة وهو رواية عن الحجاج بن ارطاة ومحمد بن اسحٰق والمشهور عن الحجاج بن ارطاة انه لا يقع به شئ وهو قول ابن مقاتل ورواية عن محمد بن اسحٰق۔

(مسلم جلد ١ باب طلاق الثلاث ص۴۷۸)

جس کسی نے بیوی سے یوں کہا کہ تجھ پر تین طلاق. اس کی معاملے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ امام شافعیؒ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور اگلے پچھلے جمہور علماء. تو یہ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور طاؤس نیز بعض اہلِ ظاہر یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی واقع ہو گی..... اور یہی مروی ہے حجاج بن ارطاۃ اور محمد بن اسحٰق سے بھی اور حجاج کی رائے یہ مشہور ہے کہ اس صورت میں ایک بھی طلاق نہیں پڑتی اور یہی قول ہے ابنِ مقاتل کا اور محمد بن اسحٰق سے بھی ایک روایت اسی قول کے مطابق مروی ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭

اس سے اختلاف کا ثبوت تو بے شک ملتا ہے مگر ایسا اختلاف اجماع کا قاطع ہو یہ پہلو واضح نہیں ہوتا ہم نے جو تھوڑا سا مطالعہ اصولِ فقہ کا کیا ہے اس سے تو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اجماع صرف اس وقت منعقد ہو سکتا ہو۔ جب کہ ایک بھی مخالف رائے موجود نہ ہو۔ ایسا اجماع تو عجائبات میں داخل ہوگا جس کے خلاف کبھی کوئی بھی رائے سننے میں آنے ہی نہ پائے۔

اجماع کی حُجیّت کے لئے قرآن کی جن جن آیات کو بنیاد مانا گیا ہے ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جو یہ مفہوم رکھتی ہو کہ وقت کے سارے ہی اہلُ الرّائے اور اربابِ حل وعقد باہمی مشورے کے بعد کسی متفقہ فیصلے پر پہنچیں اور کوئی بھی صاحبُ الرّائے فرد اس مجلسِ مشاورت سے باہر نہ ہو۔ اس کے برخلاف ان آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معتد بہ تعداد میں جمع شدہ اصحابُ الرّائے اور اربابِ حل وعقد کوئی متفقہ فیصلہ کردیں گے تو وہ حجت بن جائے گا اور دیگر چند حضرات کی مخالفانہ آرار۔ اس کی حجیّت اور قطعیّت میں مانع نہ ہوں گی۔

امام غزالیؒ جیسے بزرگ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ چاہے اختلاف کریں مگر اہل الرّائے کی اکثریت کے اتفاق سے اجماع منعقد ہو جاتا ہے۔ (ینعقد مع مخالفة الاقل).

(حصول المامول. انیسویں بحث)

اور شاہ ولی اللہؒ جیسے محقق بھی صراحت کرتے ہیں کہ "ارباب حل وعقد کا متفق الرائے ہونا اجماع کے لئے کافی ہے اور اجماع کی یہ تعریف درست نہیں ہے کہ ساری امت میں کوئی بھی اختلاف کرنے والا نہ پایا جائے۔ ایسا اجماع تو محالات میں سے ہے۔ یہ بات بالکل کافی ہے کہ مفتیانِ وقت میں سے بلند پایہ اہل الرّائے اور اصحابِ بصیرت و تفقہ متفق الرائے ہو جائیں۔"

(اصولِ فقہ از مولانا اسماعیل شہیدؒ بحثِ اجماع)

امام نوویؒ کی منقولہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ تین طلاق کے وقوع پر ایسے اربابِ حل و عقد نے اتفاقِ رائے کیا ہے جن کا اتفاق اجماع کا عنوان پانے کے لئے کافی سمجھا جانا چاہئے اور اختلاف کرنے والوں میں کوئی بھی اس پائے کا نظر نہیں آتا جس کا اختلاف اجماع کا قاطع ہو۔

اس عبارت میں اختلافی کیمپ کے چار نام لئے گئے ہیں ان میں سے ایک صاحب (مقاتل) تو وہ ہیں جن کی رائے میں ایک بھی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ دو (حجاج اور ابنِ اسحٰق) وہ ہیں جن کی کوئی ایک رائے دو ٹوک انداز میں ظاہر نہیں کی گئی بلکہ دو رائیں ان سے منسوب ہیں۔ ایک یہ کہ فقط ایک طلاق واقع ہوئی۔ اور دوسری یہ کہ ایک بھی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ یہ دوسری رائے ایک

ایسی رائے ہے جسے علمائے خلف و سلف میں سے کسی بھی ممتاز اور معتمد علیہ عالم نے قبول نہیں کیا ہے۔ اس کے غلط ہونے پر اربابِ تفقہ کا اتفاق ہے۔ اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ آج کے وہ حضرات بھی جو وقتِ واحد میں تین طلاقوں کا وقوع نہیں مانتے یہ ضرور مانتے ہیں کہ ایک واقع ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام نوویؒ کی عبارت میں اجماعِ ائمہ کے خلاف جن چار حضرات کی آرار کا ذکر ہے ان میں سے تین قابلِ التفات ہی نہیں ہیں۔ رہے چوتھے بزرگ طاؤسؒ تو اگرچہ ان کے صاحبِ علم ہونے میں کلام نہیں لیکن یہ درجہ بھی انھیں حاصل نہیں ہے کہ تنہا ان کی رائے مصطلحہ اجماع کی قاطع بن جائے۔

یہاں وہ بنیادی قاعدہ بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے جسے ائمۂ اصول نے اپنی کتابوں میں بہ الفاظ مختلفہ بیان کیا ہے۔ یعنی یہ کہ مسئلہ جس خاص فن سے متعلق ہو گا اسی فن کے معروف ماہرین کی رائے اس میں معتبر ہوگی۔ نحو کا مسئلہ ہو تو اس میں علمار نحو کی آرار کو وزن دیں گے نہ کہ کسی محدث ومفسر کی اور طب کا مسئلہ ہو تو ماہر اطبار ہی کی آرار قابلِ اعتنار ہوں گی نہ کہ کسی فقیہ اور امامِ لغت کی اسی طرح اصولِ فقہ کے مباحث میں اجماع کے انعقاد اور عدمِ انعقاد کا تعلق ائمۂ اصول ہی کی آرار سے ہوگا نہ کہ عام علمار و فقہار کی آرار سے۔

طاؤسؒ اور حجاجؒ اور ابن اسحٰقؒ اور مقاتلؒ جیسے کچھ بھی عالم و فاضل رہے ہوں مگر فقہ میں ان کا درجہ ایسا نہیں ہے کہ ائمۂ اربعہ کے کسی متفقہ فیصلے کو ویٹو کر سکیں۔ اُمت نے انہیں سے کسی کو بھی بحیثیتِ مجموعی سندِ قبول نہیں دی ہے جب کہ ائمۂ اربعہ میں سے ہر ایک اُمت کے سوادِ اعظم کے نزدیک بجا طور پر امامِ فقہ ہے۔ اور ہر امام کا پیرو باقی تینوں اماموں کو اپنی اپنی جگہ سند اور اپنے اپنے حلقے کے لئے برحق تسلیم کرتا ہے۔

یہ صورتِ حال تقاضہ کرتی ہے کہ زیرِ بحث مسئلے میں غیر اہم افراد کی رائے کو اتنا وزن نہ دیا جائے کہ ائمۂ اربعہ اور جمہور علمائے سلف و خلف کا اجماعی فیصلہ پایۂ اعتبار سے گر جائے۔

بے شک امام نووی رح نے مذکورہ بالا عبارت سپردِ قلم کرنے کے بعد خاصی تفصیل سے ان بحثوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو اس مسئلہ میں کی گئی ہیں اور یہ تذکرہ بظاہر یہی تاثر دیتا ہے کہ مسئلہ اختلافی ہے اجماعی نہیں۔ لیکن احتیاط اور تعمق کے ساتھ پوری تفصیل کا تجزیہ کیا جائے تو حاصل اس کے سوا کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ تین طلاق واقع ہو جانے کا فیصلہ ہی وہ واحد فیصلہ ہے جسے قبول کرنا تشویش اور خطرے سے خالی ہے۔ باقی کوئی بھی رائے وہ اطمینان اور یقین عطا نہیں کرتی جو

دینی عقائد کی جان ہے۔

شارحِ بخاری بدرالدین عینی رح نے جو الفاظ عمدۃ القاری شرحِ بخاری میں سپردِ قلم فرمائے ہیں ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تین طلاقوں کے وقوع پر نہ صرف چاروں ائمہ اور ان کے جلیل القدر اصحاب متفق ہیں بلکہ امام اوزاعی رح امام نووی رح اور امام نخعی رح جیسے حضرات بھی متفق ہیں جنھیں فقہ میں اجتہاد کا درجہ حاصل ہے۔

ابن ہمام اور ابنِ نجیم جیسے شہرۂ آفاق حضرات نے کامل تحقیق اور تفحص اور امعانِ نظر کے بعد جو اظہارِ خیال اس مسئلے میں کیا ہے وہ بحرالرائق اور فتح القدیر میں دیکھا جا سکتا ہے اور پوری دنیا میں یہ کتابیں قانونِ شرعی کی بہترین کتابوں میں شمار کی گئی ہیں۔

الفاظ اور لہجے کی قطعیت پر توجہ دلانے کے لئے ہم ایک متن نقل کرتے ہیں:۔

لاحاجة الی الاشتغال بالادلة علی رد قول من انکر وقوع الثلاث جملة لانه مخالف للاجماع کما حکاه فی المعراج ولذا قالوا احکم حاکم بان الثلاث بفم واحدة لم ینفذ حکمه لانه لایسوغ فیه الاجتهاد لانه خلاف لا اختلاف۔

(بحرالرائق۔ جلد ۳ صفحہ ۲۵۷ فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۳۳۰)

جو لوگ یوں کہیں کہ یک وقت دی ہوئی تین طلاقیں تین نہیں ہوتیں ان کی بات سننے کے لائق ہی نہیں ہے اور ان کے دلائل کا رد کر کے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ ان کا قول اجماع کے خلاف ہے جیسا کہ "المعراج" میں اجماع کا حال بیان کیا گیا ہے اور اسی لئے ماہرینِ قانون نے فرمایا کہ اگر کوئی قاضی یہ فیصلہ دے کہ ایک زبان میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہی طلاق کے مرادف ہوں گی تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا کیوں کہ اجماعی مسئلہ میں اجتہاد کی دراندازی کا تو محل ہی نہیں ہے۔ لہٰذا اس فیصلے کو مجتہدانہ اختلافِ رائے تسلیم نہ کیا جائیگا بلکہ اجماع کی مخالفت قرار دیا جائے گا۔

⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

ہو سکتا ہے غیر احناف کے نزدیک ابنِ ہمام اور ابنِ نجیم کی آراء سند نہ ہوں۔ لیکن یہاں صرف رائے کا سوال نہیں نقل کا سوال ہے۔ ان اکابر کی صحتِ نقل میں تو کسی بھی صاحبِ علم کو کلام نہ ہونا چاہیے۔ پھر شریکِ مجلس حضرات میں جو حنفی علماء پائے جا رہے ہیں کیا وہ بھی اس پر مطمئن ہو گئے کہ ابنِ ہمام اور ابنِ نجیم کا ایسا دو ٹوک فیصلہ بہ آسانی نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

اگر واقعی ایسا اکثریتی اجماع بھی ویٹو کا ہدف بن سکتا ہو تو پھر بڑا مشکل ہے کہ کوئی اجماعی مسئلہ ردو تنسیخ سے بالاتر قرار دیا جا سکے اور کسی بھی زمانے کے دس پانچ علماء مل جل کر کسی بھی طے شدہ مسئلہ کو نشانۂ فسخ نہ بنا سکیں۔ علماء کی بات تو الگ رہی غیر علماء دانشوروں کو بھی روکا نہیں جا سکتا کیوں کہ یہ ایک ویٹو ان کے لئے نظیر کا کام دے گا اور یہ دعویٰ نہ کیا جا سکے گا کہ قانون دانی لہٰذا صرف اصطلاحی علماء کی جاگیر اور میراث ہے۔

خدا علیم ہے کہ ہمیں اپنے علم و فہم کی نمائش مقصود نہیں ہمیں ڈر ہے کہ طلاق ثلاثہ کے مسئلے میں حالات کی رعایت سے جو فیصلہ اس سیمینار میں دیا گیا ہے وہ فتنہ نہ بن جائے۔ ملک کے دانشورانِ نام نہاد جس موڈ میں ہیں وہ تو معلوم ہی ہے۔ اب تک ہم ان کے علمِ کلام کو قوی دلائل سے رد کرتے چلے آئے ہیں (ہم سے مراد یہاں وہ سب اہلِ علم ہیں جو "دانشوروں" کی تحریفات کا نوٹس لیتے رہتے ہیں۔) اجماع ہمارا بہترین پشت پناہ ہے۔ لیکن خود ہمارے حلقے کے اہلِ علم ہی نے کسی مسئلے میں اس فولادی دیوار کی بنیادیں ہلا دیں تو کیا اطمینان رہے گا کہ کل یہ دیوار تجدد پسند اور تحریفکار حضرات کے ہاتھوں سے گر ہی نہ جائے گی۔

دوبارہ عرض ہے کہ اطلاع نامے میں جس رائے کا اظہار کیا گیا ہے وہ اصولاً تو غلط نہیں، ہر احادیثِ صحیحہ میں اس کی بنیاد موجود ہے اور بہتیرے مفتیانِ سلف و خلف اسی کے مطابق فتویٰ بھی دیتے آئے ہیں خود یہ ناچیز بھی "تجلی کی ڈاک" میں اور نجی خطوط میں اسی رائے کا اظہار کرتا رہا ہے۔ لیکن ڈر کر، سہم کر، خدا سے استغفار کرتے ہوئے۔ ڈرنے کی وجہ ظاہر و باہر ہے حضرت عمر رض ہی نے اپنے زمانے میں جب عامۃ المسلمین کی راست بازی اور صدق گوئی کو کم سے کم قانون کے دائرے میں ناقابلِ اعتماد پایا تھا اور یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ نیتوں کو نہ دیکھا جائے گا۔ ظاہر پر عمل ہوگا تو کجا آج کا دورِ فساد۔ آج مسلمانوں میں جھوٹ نادر شے نہیں بہ افراط موجود ہے اور دن رات دیکھا جا رہا ہے کہ عدالتوں میں باقاعدہ حلف کے بعد بھی بہتیرے مسلمان بھائی بلاتکلف جھوٹ در جھوٹ کی گردان کرتے چلے جاتے ہیں۔ ایسے اخلاقی زوال کے دور میں تو زمانۂ عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ حقوق العباد سے متعلق قوانین میں ظاہر پر ہی عمل کیا جائے اور نیتوں سے صرفِ نظر کر لیا جائے۔

تاہم گنجائش اس رائے کی اس لئے بہر حال موجود رہتی ہے کہ کسی بھی بات کو الفاظ کے

تکرار سے مؤکّد کرنا بول چال کا معروف اسلوب ہے۔ یقین دہانی اور تاکید کے لئے ایسے فقرے روزمرّہ بولے جاتے ہیں۔ "کرلو کیا کرو میں وہاں گیا تھا۔ گیا تھا۔ گیا تھا۔" "ہاں ہاں تم ظالم ہو، ظالم ہو۔" "اچھا میں وعدہ کرتا ہوں وہاں نہیں جاؤں گا نہیں جاؤں گا۔"

ان فقروں میں تکرارِ الفاظ کا مقصود تکرارِ معانی نہیں۔ نہ تعددِ عمل ہے۔ محض زور پیدا کرنے کے لئے زبان رواں ہوگئی ہے۔ اسی طرح طلاق کے معاملے میں بھی قرینِ قیاس ہے کہ شوہر غصّے اور اشتعال کی رو میں لفظِ طلاق کو کئی بار دہرا دے اور تعدد سے متعلق شعور نہ ہو۔ اسی عدمِ شعور کا نام نیت کا نہ پایا جانا ہے۔ روزمرّہ چونکہ یہ اسلوب کلام مشاہدہ میں آتا ہے اس لئے بے حد اخلاقی زوال کے باوجود شوہر کے اس حلف پر اعتبار کرنے کا ہلکا سا جواز دے ہی دیتا ہے کہ میری نیت تاکید کی تھی کئی طلاقوں کی نہیں تھی۔ یہاں نیت اور عمل میں تطابق کی گنجائش موجود ہے اور یہی گنجائش قانونی جواز مہیّا کرتی ہے کہ تکرارِ لفظی کو زور و تاکید پر مبنی قرار دے لیا جائے جب کہ شوہر عند المطالبہ حلف بھی کرنے پر آمادہ ہو۔

اس تفکّر کی روشنی میں کوئی مضائقہ نہیں اگر سہولت عامّہ کے لئے مجلس نے اس شق پر اتفاق کرلیا مگر اس کے بعد شق ۲ خاصی محلِ نظر ہے۔ کم سے کم ہماری فہمِ ناقص اس کے لئے دلائل کی کمی محسوس کرتی ہے کوئی شبہ نہیں کہ فاضل شرکار مجلس نے اپنی تحریر و تقریر میں دلائل پیش کئے ہوں گے۔ مگر ہم ان سے استفادہ کیسے کریں جب کہ شرکت سے محروم ہی رہے۔ چونکہ مسئلہ ہمارے معاشرے کی ایک عام اور اہم ضرورت کا ہے اور شرعاً دوررس نتائج کا حامل ہے۔ اس لئے ہمیں اپنا فرض محسوس ہو رہا ہے کہ اس پر کھُل کر گفتگو کریں۔

بلاشبہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کا ارشادِ پیغمبرؐ تو ضرب المثل ہوکر رہ گیا ہے۔ لیکن یہ بھی مسلّمات میں سے ہے کہ کسی بھی نیت کا اعتبار اسی وقت ہوگا جب فعل یا قول اس کی نفی نہ کر رہا ہو۔ نفی کی متعدد شکلیں ہوتی ہیں۔ کبھی صریح ہوتی ہے۔ جیسے زیؔد کی دو بیویاں ہوں اور الگ الگ گھروں میں رہتی ہوں۔ زید ایک بیوی کے گھر بیٹھا ہے اور آمنے سامنے باتیں ہو رہی ہیں۔ دفعتًا وہ کہتا ہے میں نے تجھے طلاق دی۔ تو یہ طلاق لازمًا واقع ہو جائے گی۔ اور اگر زیؔد یوں کہے کہ میری نیت تو دوسری بیوی کو طلاق دینے کی تھی جو اس وقت میری نگاہِ تصوّر کے سامنے موجود تھی تو اس نیت کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ "تجھے" کا حرفِ خطاب صریحًا اس نیت کی نفی کر رہا ہے یہ حرفِ حاضر کیلیے وضع ہوا ہے غائب کیلیے نہیں۔ اور جہاں اس کے وضعی اور حقیقی معنیٰ لینے میں

کوئی رکاوٹ نہ ہو وہاں فرضی اور مجازی معنی نہیں لئے جائیں گے۔ اور کبھی نفی فی ذاتہٖ صریح نہیں ہوتی مگر عرف و عادت یا محاورات لسانی اس کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جیسے زیؔد نے صبح کے وقت بکرؔ سے یہ کہا کہ مجھے سَو روپے دے دو شام کو ادا کردوں گا۔ بکرؔ نے کہا قسم کھاؤ۔ زیؔد نے قسم کھائی اور روپے لے لئے۔ پھر آج ہی شام ادا نہ کئے تو حانث ہوگا اور کفارۂ قسم ادا کرنا پڑے گا۔ اب اگر وہ یوں کہے کہ میں نے "آج" کا لفظ تو نہیں کہا تھا صرف شام کا وعدہ کیا تھا۔ شام سال بھر بعد کی بھی ہو سکتی ہے میری نیت یہی تھی کہ کبھی بھی شام کے وقت ادائیگی کردوں گا تو اس نیت کو تسلیم نہیں کیا جائے گا کیوں کہ لفظی صراحت اگرچہ اس نیت کے منافی نہیں مگر عرف و عادت اور بول چال کے قواعد معروفہ نے طے کردیا ہے کہ قسم آج ہی شام سے مربوط تھی، آج ہی ادائیگی ضرور ہونی چاہیے۔

نصرانی تین خدا مانتے ہیں۔ باپ۔ بیٹا۔ روح القدس۔ لیکن کہتے یہ ہیں کہ ہم فی الحقیقت ایک خدا مانتے ہیں۔ یہ کہنا انھیں توحید پرستوں میں شامل نہیں کرسکتا۔ کیوں کہ قول تثلیث کا مظہر ہے لہٰذا نیت اور ذہنی خوش فہمی اور منطقی تاویلات کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

یا مثلًا الفؔ نے اب سے دس سال پہلے جیمؔ کو سَو روپے قرض دیے تھے۔ آج وہ قسم کھاتا ہے کہ جیمؔ پر میرے دو سو روپے واجب ہیں۔ جیمؔ اس پر سو روپے کی شہادت پیش کردیتا ہے۔ تو الفؔ کہتا ہے کہ یہ تو ٹھیک ہے لیکن اب سے دس سال پہلے کے مقابلے میں آج روپیہ آنے کے برابر رہ گیا ہے۔ لہٰذا تم دو سو روپے ادا کرو اور قسم بھی میں نے اسی نیت سے کھائی تھی میری قسم نہیں ٹوٹی تو بتایئے! کوئی بھی دنیاوی یا دینی قانون کیا اس منطق کو تسلیم کرلے گا؟۔ حالانکہ فلسفۂ اقتصادیات کی رُو سے الفؔ کی بات بے معنیٰ نہیں ہے۔ پھر بھی شریعت کا فیصلہ یہی ہوگا کہ وہ کفارۂ قسم ادا کرے۔

ان مثالوں سے۔ اور ان جیسی سیکڑوں مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نیت کا اعتبار خاص ہی حالتوں میں ہو سکتا ہے۔ خصوصًا حقوق العباد کے معاملے میں تو یہ اعتبار بڑی احتیاط چاہتا ہے۔ طلاق کا معاملہ بھی حقوق العباد ہی کے معاملات میں شامل ہے۔

ایک بڑا مغالطہ اس سلسلے میں یہ بہت عام ہے کہ اچھے خاصے اربابِ تفقّہ بھی یہ فرض کرکے غور و فکر کرتے ہیں کہ جب بھی مرد طلاق دے گا بیوی لازمًا یہ چاہے گی کہ طلاق لوٹ جائے حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے۔ کتنی ہی حالتوں میں بیوی شوہر سے اس درجہ بیزار اور تنگ ہوتی ہے کہ

اس سے چھٹکارا پانا خود اس کی دلی خواہش کے عین مطابق ہوتا ہے۔ اور کتنی ہی حالتوں میں یوں بھی ہوتا ہے کہ اگرچہ جذباتی اعتبار سے بیوی طلاق کو تکلیف دہ محسوس کرتی ہے ـــ لیکن معقولیت اور مصالح کا اقتضار یہی ہوتا ہے کہ اسے نامعقول شوہر سے نجات ہی مل جائے۔

اسس حقیقت کے پیشِ نظر سوچنے کا یہ ڈھنگ شاید مناسب نہ ہوگا کہ چوں کہ طلاق ہر حال میں بیوی کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے اور وہ لازماً اس سے تباہ و برباد ہوکر رہ جاتی ہے۔ اس لئے جس طرح بھی ہو سکے تین طلاقوں کی کوئی ایسی تاویل کرڈالو جس کے بعد رجوع ممکن ہو سکے۔ اس ڈھنگ کے سوچنے کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ نے آزادی و خود مختاری کا جو حق عورت کو طلاقِ بائن یا طلاقِ مغلظہ کے بعد عطا کیا تھا وہ ہم نے ایک مبالغہ آمیز مفروضے کی بنا پر چھین لیا۔ ہم نے عورت، کی غم خواری کے نام پر اس کے گرد جبر کا ایک اور حصار کھڑا کر دیا۔ ہم نے مرد کی اس حد تک ناز برداری کی کہ جن مواقع پر خود اس نے "تین طلاق" کے الفاظ استعمال کرکے خود اپنے حقوقِ شوہرانہ سے کامل دست برداری دے دی تھی ان مواقع پر بھی ہم نے اس سے بڑی لجاجت کے ساتھ عرض کیا کہ اگر تم قسم کھالو کہ "تین" سے تمہارا مطلب "ایک" تھا تو تمہارے ختم شدہ حقوق بحال ہو جائیں گے۔ اور مطلّقہ چاہے اپنے آزاد ہو جانے پر کتنی ہی مطمئن اور مسرور ہو تمھیں اجازت ہوگی کہ پھر اس کے ہاتھ پیر باندھ دو۔

ہماری حقیر رائے میں سوچنے کا یہ ڈھنگ غیر عادلانہ اور قانونی تفکر سے بعید ہے۔ نکاح و طلاق اور تمام ہی حقوق العباد کے معاملے میں ہر فریق کے حقوق ملحوظ رہنے چاہئیں اور صرف نیت جیسی مخفی اور معنوی چیز کو اتنی زیادہ اہمیت نہیں دے دینی چاہیے کہ وہ بعض اوقات ظالموں اور بدنہادوں کی حوصلہ افزائی اور استحصال کا آلہ بن جائے۔

یہ عجیب بات ہے کہ شریعت کے ایک انتہائی اہم اور دوررس قانون کو مذکورہ مجلس میں ایسے جہلا و سفہا ر کی نیت پر منحصر کر دیا گیا ہے جو یہ بھی شعور نہ رکھتے ہوں کہ تین اور ایک میں فرق ہوتا ہے ـــــ ایک بات اور خاص طور پر سوچنے کے قابل ہے۔ کیا دنیا کے کسی بھی قانون میں قانون سے ناواقفیت کو عذرِ معقول مانا گیا ہے؟

ہماری معلومات ـ یہ ہیں کہ نہیں مانا گیا جرم اگر پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے تو کوئی عدالت محض اس عذر پر مجرم کو بے قصور نہیں تسلیم کرے گی کہ وہ قانون سے واقف نہ تھا۔ قانونِ شریعت کا بھی یہی حال ہے۔ حقوق اللہ تک میں اسی بنیادی اصول کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ حکم شرعی سے ناواقفیت مسئلہ پر اثر انداز نہیں ہو گی۔

مثلاً زید ـ سے نماز میں کوئی ایسی غلطی ہو جاتی ہے جو قانونِ شرعی کے اعتبار سے

لازماً مفسد صلوٰۃ ہے۔ تو زید چاہے کتنی ہی قسمیں کھائے کہ مجھے اس مسئلے کا علم نہیں تھا اور آخرت میں چاہے اللہ تعالیٰ اسے معاف ہی کر دے۔ مگر شریعت کا فتویٰ یہی ہوگا کہ نماز فاسد ہوگئی۔

زیر بحث شق کے بین السطور سے یہ بات واضح ہے کہ اس شق پر اتفاقِ رائے کرنے والے علماء بھی ایک وقت میں دی ہوئی تین طلاقوں کو لازماً ایک نہیں مانتے بلکہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ تین ہی ہوتی ہیں اگر دینے والے کی نیت تین ہی کی ہو اگر یہ رائے نہ ہوتی تو نیت اور حلف کی بحث ہی نہ اٹھتی۔ یہ بحث اٹھی ہی اس لئے ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینا شرعاً تین ہی طلاقیں واقع کر دیتا ہے۔

اب محض اس عذر پر کہ شوہر کو ایک اور تین طلاقوں کے قانونی فرق کا علم نہیں تھا۔ قانونِ شرعی کو بے اثر کرکے شوہر کو بری الذّمہ قرار دے دینا اس قطعی اصول کو توڑ دینا ہے کہ قانون سے ناواقفیت نفسِ جرم اور اس کے لازمی اثرات و مضمرات کی نفی نہیں کر سکتی۔

حقوق اللہ میں تو یہ کہہ کر بھی دل و دماغ کو تسلی دی جا سکتی ہے کہ اللہ معاف کر دیگا مگر حقوق العباد میں دنیاوی نوع کے فوری اثرات و نتائج سے بحث ہوتی ہے۔ یہاں مرتکبِ اصل کو محض اس کی غیر ثابت نیت کا سہارا دے کر اس حد تک رعایت بخش دینا کہ اس فعل ہی کو درجۂ عدم میں رکھ دیا جائے اور اس کے طبعی اور قانونی اثرات و مضمرات ہی کو معدوم سمجھا جائے۔ بڑی اہم بات ہے جس سے قانون کے ایک بنیادی ترین اصول کا انہدام ہوتا ہے اور معاملات میں خلل و انتشار کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

شرکاءِ مجلس میں بعض اہلِ حدیث بھی موجود ہیں۔ ہمیں بے حد خوشی ہے کہ مشترکہ مسائل پر مختلف مکاتبِ فکر کے بزرگوں نے سر جوڑا۔ اور بھی مسرت ہوگی اگر دوسرے تمام ہی مشترکہ مسائل میں مسلمانوں کے سارے ہی مکاتبِ فکر مل بیٹھ کر سوچنے اور دوستانہ افہام و تفہیم کے بعد فیصلے کرنے کی روش اختیار فرمائیں گے ہم نے کبھی اہلِ حدیث کو گمراہ فرقہ نہیں سمجھا نہ آج سمجھتے ہیں۔

لیکن یہ ضرور چاہیں گے کہ فیصلے کرنے میں علم و تفقہ کی بنیادی قدریں اور اصول خلل پذیر نہ ہوں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ یا دوسرے جلیل القدر مجتہدین ہزاروں مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کرتے رہے ہیں۔ لیکن یہ اختلاف صرف فروعات کا اختلاف نہ تھا بلکہ ہر ایک اپنے اپنے الگ فکری اصول اور علمی بنیادیں رکھتا تھا۔ ان میں سے ہر ایک نے جو بھی

جزئیہ نکالا اپنے اصول کے تحت نکالا اور فروعات میں جو بھی رائے ظاہر کی اپنے بنیادی ضوابط
آ... میں ظاہر کی۔ اسی طرح ہم سب کو بھی اصول و بنیاد پر گہری نظر رکھنی چاہیے۔

اہلِ حدیث کا معروف اصول یہ ہے کہ ایک وقت میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں
یعنی رجعی۔ ان سے حلالہ لازم نہیں آتا۔ یہ اصول ظاہر ہے کہ خانہ زاد تو ہو نہیں سکتا۔ یہی سمجھ کر اس کو
مانا گیا ہوگا کہ حکم شریعت یہی ہے اور قرآن و حدیث اسی کا اعلان کرتے ہیں۔

لیکن زیرِ بحث شق پر متفق الرائے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس اصول کو نظر انداز کر دیا گیا۔
یہ اصول تقاضا کرتا تھا کہ نیت اور حلف کا سوال اٹھے ہی نہیں اور ایک وقت میں دی ہوئی تین
طلاقوں کو بہر حال ایک ہی سمجھا جائے۔ مگر یہاں صاف طور پر یہ مان لیا گیا کہ نیت اگر تین ہی کی ہو
تین پڑ جاتی ہیں۔

تو کیا اہلِ حدیث فضلاء یہ رائے رکھتے ہیں کہ جو اصول انکی دانست میں عین اصولِ شرعی
تھا۔ وہ اب اصولِ شرعی نہ رہا اور ایک وقت میں دی ہوئی تین طلاقوں میں صرف چند علماء کی صوا...
نے ایک ایسا معنوی اثر پیدا کر دیا جو اصولِ شرعی کی نفی کرنے والا ہے۔



ذرا دقتِ نظر سے کام لیجیے "طلاق" ایک چار بے جان حرفوں پر مشتمل بے جان سا لفظ
ہے یہ لفظ زن و شوہر کے تعلق کو یک لخت ختم کر دیتا ہے۔ یہ قاعدہ شریعت ہی نے مقرر فرمایا
شریعت اگر اس لفظ کے بجائے کوئی اور لفظ متعین کر دیتی۔ مثلاً اللہ فرما دیتا کہ بیوی کو "سفیہہ"
کہہ دینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو لازماً یہی لفظ ایسے مواقع پر استعمال کیا جاتا ــــ اور لفظ
طلاق کا تصور بھی نہ آسکتا۔ نہ لفظ طلاق سے نکاح ٹوٹتا۔ گویا طلاق کا لفظ بجائے خود نہ بارود
نہ زہر، نہ گولی۔ بلکہ اللہ کے مقرر فرما دینے سے اس میں مہلک اثرات آگئے ہیں۔ اسی طرح
یہ بات کہ تین طلاقیں واقع ہو جانے کے بعد بغیر حلالہ کے نکاح ہو ہی نہ سکے۔ اللہ ہی کے
فرما دینے سے مسلّم ہوئی ہے وہ طے نہ فرما دیتے تو ایک بے جان لفظ کی پوری تسبیح بھی حلالے
جیسی کسی شرط کا گمان پیدا نہیں کر سکتی تھی نہ اس سے نکاح پہ کوئی اثر پڑ سکتا تھا۔

اصطلاحِ شرعی کی اس حقیقی پوزیشن کو نظر میں رکھتے ہوئے اہلِ حدیث بزرگ غور فرمائیں
ان کے اپنے عقیدے کی رُو سے یہ کیوں کر ممکن ہے کہ یک وقت دی ہوئی تین طلاقیں وا...
مان لی جائیں چاہے شوہر کی نیت کچھ بھی ہو۔ قرآن یا حدیث میں نیت کی کوئی بحث طلاق میں...

...ے میں نہیں اٹھائی گئی ہے اور یہ تین طلاقیں متذکرہ عقیدے کی رُو سے عنداللہ اور
...رسول یہ اثر ہی نہیں رکھتیں کہ اس غلاظت کو پیدا کریں جو حلالہ کے پانی سے دھلتی ہے۔
پھر کسی انسان یا گروہ کے فیصلے میں یہ طاقت کہاں سے پیدا ہوگئی کہ وقتِ واحد کی تین
...کے بطن سے کسی بھی حالت اور صورت میں غلظت کو جنم دے دے۔ یا خود طلاق
دینے والے کی زبان میں یہ اثر کہاں سے آگیا کہ بیک وقت تین طلاق تین ہی کی نیت سے
...واقعی مغلظہ بن جائیں۔

...ب اصطلاحاتِ شرعیہ کے اثر و نفوذ کا تمام تر مدار اللہ اور رسولؐ کے فرامین پر ہے تو اہلِ
...کے نقطۂ نظر سے تین طلاقیں صرف اسی صورت میں پڑنی چاہئیں جس صورت کی ہدایت
...نے دی ہے۔ یعنی ایک ایک طلاق ایک ایک طُہر میں اور اس ہدایت کو نظر انداز کر کے کوئی
...ک وقت تین دے ڈالتا ہے تو فقط ایک واقع ہونی چاہیے خواہ دینے والے کی نیت
...بھی ہو ــــــــ یہ استدلال ہمیں گمان دیتا ہے کہ زیرِ بحث
...اہلِ حدیث بزرگوں نے اپنے عقیدے کا تقاضۂ واقعی لحاظ نہیں کیا ہے اور یہ جزئیہ
...اصل سے مطابقت نہیں رکھتا۔



...حنفی علماء۔ تو ان کا بھی موقف اس شق میں یہ محسوس ہو رہا ہے کہ لفظ طلاق کی تاثیر تمام تر
...کی تصریحات میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ کسی زمانے کے کچھ علماء اپنی صواب دید سے
...یا ادل بدل بھی کر سکتے ہیں احناف کا یہ عقیدہ ہے اور اسے وہ اجماعی بھی مانتے
...کہ ایک وقت کی تین طلاقیں مغلظ ہوں گی اور باوجود بدعت ہونے کے یہ فعل حقِ رجوع کو
...ے گا۔ اجماع بجائے خود سند و حجت ہے۔ جب مان لیا گیا کہ تین کا لفظ صریح کہنے سے
...لے لیتی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ قائل کی محض نیت اس غلظت کا جنم روک دے۔
...آیت یا حدیث صحیح و قوی ایسی نہیں جس میں کسی صحابی نے اپنی زوجہ کو صریح الفاظ
...طلاقیں دی ہوں اور حضورؐ نے یہ فیصلہ فرما دیا ہو کہ ایک ہی پڑی۔
...ہاں طلاقِ ثلاثہ کی فقہی بحث مقصود نہیں اس لیے کوئی بھی صاحب ان بعض حدیثوں کا تذکرہ نہ
...میں طلاق البتۃ کا قصہ آیا ہے یا بعض ایسے فقرے آئے ہیں جن سے خیال
...ہے کہ ایک وقت کی تین طلاقیں تین نہیں ہوتیں۔ احناف بہر حال یہی مانتے ہیں کہ

ان حدیثوں کی کچھ اور ہی تاویل ہے اور تین طلاقیں بہ نصِ قرآنی واقع ہو جاتی ہیں۔

جب یہ مانتے ہیں تو آخر کسی اجہل اور مغلوبُ الغضب نادان کی محض نیت میں یہ تاثیر کہاں سے آجائے گی کہ وہ تین کے معیّنہ اور معلومہ اثرات و مقتضیات کو ظہور میں آنے سے روک دے۔ یہ کسی دوا یا غذا کا مسئلہ تو ہے نہیں کہ کسی انجکشن یا دوسری تدابیر سے اس کے اثرات بدل دیئے جائیں یا اس کے مضرّات کا خاتمہ کر دیا جائے۔ یہ محض بے جان الفاظ کا مسئلہ ہے جن میں فی نفسہٖ کسی بھی نوع کی تاثیر یا جارحانہ استعداد کا وجود نہیں۔ ان کی تاثیر تو خدا اور رسول ؐ کی نشاندہی اور حد بندی پر مبنی ہے۔ ہم سارے انسان بھی مل کر کوئی نئی تاثیر پیدا کرنا چاہیں یا شرعی تاثیر کی نفی اور استرداد پر اُتر آئیں تو یہ مجرمانہ اقدام ہوگا نہ کہ اصلاحی اور یہ اصلاً بے ثمر ہوگا نہ کہ نتیجہ خیز!

احناف نے جب تہِ دل سے مان رکھا ہے کہ تین کا واقع ہو جانا ہی شریعت کا فیصلہ ہے تو اپنی کسی طبع زاد ترکیب سے اس فیصلے کی اثریّت کو وہ کیسے روک سکتے ہیں۔! اس سے تو بہتر یہ ہوتا کہ اہلِ حدیث کا نقطۂ نظر اختیار کر لیا جاتا۔ تاکہ نیت کی بحث ہی نہ اٹھتی یا پھر یہ مان لیا جاتا کہ اجماع قانونِ شریعت کی محکم بنیاد نہیں ہے

یا اجماع کی پھر کوئی ایسی تعریف کی جاتی جس کی رو سے یہ ثابت ہو جاتا کہ زیرِ بحث مسئلے کو جن جن حنفی فقہائے سلف نے اجماعی قرار دیا ہے ان سے قصور ہوا، اور ہمیں پھر سے جائزہ لے کر نئی تعریف کی روشنی میں اجماعی اور غیر اجماعی مسائل کو چھانٹنا چاہیئے۔

"نیت" پر جو گفتگو پیچھے ہوئی وہ اصولی اور نظری پہلوؤں سے تھی۔ اس کا ایک پہلو واقعاتی بھی ہے جسے اندھیرے میں نہیں رہنا چاہیئے۔

کیا واقعی مسلمانوں کی کوئی معتدبہ تعداد ایسی پائی جاتی ہے جو اس جہل میں مبتلا ہو کہ ایک دو طلاقوں سے طلاق پڑتی ہی نہیں بلکہ کم سے کم تین دو تب پڑتی ہے؟

ہماری بے مایہ رائے یہ ہے کہ سطحی سروے سے تو ایسے مسلمان کافی تعداد میں دستیاب ہو جائیں گے مگر معروضی اور نفسی تجزیہ کرنے پر یہ تعداد صفر کے قریب پہنچ جائیگی لفظ طلاق صرف مسلمانوں ہی میں نہیں غیر مسلموں میں بھی اس حد تک مشہور ہو چکا ہے کہ اس پر "شہرۂ آفاق" کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ جن لوگوں کی زبان اردو یا عربی نہیں وہاں بھی

[illegible] کے مرادف الفاظ ایسی ہی شہرت رکھتے ہیں اور یہ بھی ہر عاقل بالغ جانتا ہے کہ [illegible] سے میاں بیوی میں جدائی ہو جاتی ہے۔

دوسری جن قوموں نے قانونِ طلاق کو قبول کر لیا ہے ان کے یہاں تو طلاق کے بعد [illegible] ہے ہی نہیں اور اس کی کوئی بحث نہیں پائی جاتی کہ فلاں طلاق رجعی ہوگی فلاں [illegible] ہوگی اور فلاں مغلظہ۔ اس کے نتیجے میں یہ تو قرینِ قیاس ہے کہ بہت سے لوگ اس بات سے [illegible] ہوں کہ طلاقِ رجعی بھی ہو سکتی ہے وہ باوجود مسلمان ہونے کے اسی جہل میں مبتلا [illegible] طلاق سے رشتۂ زوجیت ختم ہو جاتا ہے اور رجوع وغیرہ کا کوئی مسئلہ نہیں۔

[illegible] قیاس کرنا بہت مشکل ہے کہ جہل کا رُخ اس کے برعکس ہو۔ یعنی لوگ اس بےخبری [illegible] ہوں کہ ایک طلاق سے رشتۂ زوجیت ختم نہیں ہوتا۔

طلاق کی تین قسمیں مسلمانوں کے محدود و مخصوص قانونِ شریعت سے منسلک ہیں مگر طلاق کے یہ معنی تو ساری قوموں اور ملکوں میں شہرت پا چکے ہیں کہ وہ میاں بیوی کو الگ [illegible] ہے۔ لہٰذا جہل تین قسموں کے بارے میں تو متصوّر ہو سکتا ہے۔ اور واقع بھی ہے [illegible] نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی طلاق دینے والا یہ نہ جانتا ہو کہ طلاق تعلقِ زوجیت کی [illegible] ہے۔

جب کوئی مسلمان بیوی کو عدد کی تصریح کے ساتھ "تین طلاق" دیتا ہے۔ تو یہ [illegible] بھی اس بات کا غمّاز ہے کہ اس کے ذہن کے کسی نہ کسی گوشے میں یہ علم موجود [illegible] کہ تین طلاقیں خوب اچھی طرح نکاح کی جان نکال لیتی ہیں۔

اور اس بات کی بھی غمّاز ہیں کہ وہ طلاق کے سلسلے کے اسلامی قانون سے بالکل ہی [illegible] نہیں ہے کیونکہ تین کا عدد اسلامی قانون کا مخصوص عدد ہے وہ دس اور بیس اور ہزار [illegible] بھی کہہ سکتا تھا اگر اسلامی قانون کی ہلکی سی بھی صدائے بازگشت اس کے کاسۂ سر میں [illegible] ہوتی وہ پورے شعور کے ساتھ نہ سہی نیم شعوری طور پر یقیناً سمجھتا ہے کہ چار اور [illegible] سو طلاقوں سے کچھ حاصل نہیں۔ کامل قطع تعلق بس تین ہی میں ہو جاتا ہے [illegible] اس کے مشتعل جذبات کو اپنی تسکین کے لئے تین سے بڑے ہندسے کی ضرورت [illegible] محسوس نہیں ہوتی۔

اب غور کیا جائے کہ جس شخص کی شعوری یا نیم شعوری کیفیت یہ ہوگی کیا وہ اس بات سے

بے خبر ہو سکتا ہے کہ ایک طلاق کسی نہ کسی حد تک تعلق کاٹ دیتی ہے۔

ہماری ناقص رائے میں اس بے خبری کا کوئی امکان نہیں۔ تین طلاقوں کی شد[illegible] اثریت کا علم و شعور بجائے خود اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ ایک طلاق کی تاثیر بھی اس [illegible] علم میں ہے۔ ایک طلاق پہلی سیڑھی ہے۔ تیسری سیڑھی کا نام لینے والا بلکہ اس پر کود [illegible] جانے والا پہلی سیڑھی سے کامل بے خبر کیسے ہو سکتا ہے۔؟

نفسیات کے رُخ سے تدبر کیجئے تو دراصل تین طلاق دینے کا ذہنی محرک جہل نہیں بلکہ یہ علم ہے کہ ایک دو طلاقیں ہلکا اثر کرتی ہیں۔ ان سے رجوع بھی ممکن ہے یہ بم بن کر نہیں گرتیں۔ چونکہ وہ اس وقت بہت غصے، جوش اور اشتعال میں ہے اس لئے بیوی پر بم گر[illegible] خواہش رکھتا ہے اور تین کا لفظ بول کر اس خواہش کی تکمیل کر لیتا ہے۔

پھر جب غیظ و غضب کا بخار نکل چکتا ہے اور عقل سوز جوش کی طوفانی لہریں تلخ حقائق کی ریت میں جذب ہو جاتی ہیں تو وہ بھاگا بھاگا پھرتا ہے کہ مفتیوں سے نسخۂ شفا حاصل کرے اور قسمیں کھا کھا کر کہے کہ مجھے تو علم ہی نہیں تھا کہ تین طلاقیں ایسی بلا ہوتی ہیں میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ ایک دو طلاقوں سے کام ہی نہیں چلتا کم سے کم تین سے چلتا ہے میں تو اس قدر غصے میں تھا کہ ہوش و حواس ہی سلامت نہیں رہے تھے۔ میری تو نیت محض دھمکی کی تھی وغیر ذالک بے لاگ طور پر غور کیا جائے کہ کیا یہ سچا ہے۔؟

دیانت کہتی ہے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے اس کا عذرِ علمی عذر لنگ ہے اس کے حلف [illegible] اعتبار کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ قانونِ شرعی ایک ایسا حلف قبول کرلے جس کے جھوٹے ہونے پر دلیلِ قوی موجود ہے۔ بات اگر صرف ثمراتِ آخرت تک محدود ہوتی تو مفتی یہ کہہ [illegible] چھوٹ سکتا تھا کہ حلف جھوٹا ہے تو حلف کرنیوالا خود آخرت میں بھگتے گا۔ مگر یہاں اللہ کی ایک بندی کے بھی حقوق کا سوال موجود ہے۔

مطلقہ تین طلاقوں کے نتیجے میں قیدِ نکاح سے کامل آزادی پا چکی تھی۔ عین ممکن ہے وہ شوہر سے تنگ آئی ہوئی ہو اور ایسے ہی موقع کی متلاشی ہو۔ ہو سکتا ہے اس کے لئے کسی اور سے نکاح کرکے اچھے مستقبل کے امکانات روشن ہوں۔ ہو سکتا ہے بعض وجوہ سے اب وہ تجرّد کی زندگی گذارنا چاہتی ہو۔ اس صورت میں مرد کو ازراہِ ترحّم رعایت دے دینا انصاف کا خون ہوگا۔ قانون کی غلط تعبیر ہوگی۔ اصول شکنی کے سوا اسے کچھ کہنا مشکل ہوگا۔

[illegible] کہے کہ اکثر و بیشتر تو عورت خود اس بات کی متمنی ہوتی ہے کہ طلاق لوٹ جائے [illegible] رتوں میں ـــــــ اس کے خلاف ہو سکتا ہے۔ لہٰذا بیوی سے بھی دریافت [illegible] گا۔ اگر اس نے کہا کہ میں تو آزادی میں ہی خوش ہوں تو مرد کا حلف نظر انداز کرکے [illegible] مان لی جائیں گی۔ لیکن اس نے بھی رجوع ہی کی خواہش ظاہر کی تو حلف معتبر ہوگا۔ [illegible] رجوع کر سکے گا۔

[illegible] فرض کریں گے کہ بات تو بظاہر معقول ہے مگر اس معقولیت نے قانون شرعی کی [illegible] حاکمیت ختم کرکے فیصلوں کو مرد و زن کی مرضیات و خواہشات کا تابع بنا دیا ــــ یہی [illegible] ہے۔ تو نیت اور حلف کی بحث ختم ہی کیجئے شوہر سے پچاس بار طلاق مل جانے پر [illegible] رجوع کی خواہش ظاہر کئے جائے تو رجوع ہوتا رہے اور حلالہ محض ایک خیالی [illegible] کر رہ جائے۔



[illegible] اعتراض کی نیت سے نہیں بلکہ تنقیح اور تجزیئے کی نیت سے اپنی حقیر دراست [illegible] ہے۔ دعویٰ ہرگز یہ نہیں کہ ہماری تنقیحات اٹل ہیں یہ تمنا ضرور ہے کہ محترم شرکا رمجلس [illegible] فکر فرمائیں اور تنقیحی اشکالات کا اگر معقول جواب موجود ہو تو اسے اشاعت [illegible] تا کہ ہم بھی اس سے صدق دلانہ اتفاقِ رائے کرکے مسئلہ کی اس جدید شکل کو "تجلی" [illegible] پھیلائیں اور ڈاک سے جو شرعی جوابات ہمیں دینے پڑتے ہیں ان میں بھی اسی کے [illegible] جواب دیں۔

[illegible] واقعہ ہے کہ کوئی مہینہ ایسا نہیں گذرتا جس میں متعدد استفتا راسی طلاق ثلٰثہ سے متعلق [illegible] ہوں۔ بڑی طبیعت کڑھتی ہے کہ نالائق لوگ بیوی بچوں کی پروا کئے بغیر پھٹ سے [illegible] دے ڈالتے ہیں اور سیلِ غضب جب اپنا زور ختم کر دیتا ہے تو آنکھیں کھلتی ہیں کہ [illegible] کر دیا۔ انھیں اجمالاً علم ہوتا ہے کہ تین طلاقیں رشتۂ نکاح کو ہمیشہ کے لئے کاٹ [illegible] ان سے رجوع نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اب مفتیوں کو آواز دی جاتی ہے طرح طرح [illegible] بنائی جاتی ہیں کہ میں تو مارے غصے کے اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا مجھے [illegible] تھی کہ تین دوں گا تو ہمیشہ کو قصہ ختم ہو جائے گا میں تو فلاں صاحب سے بھی پوچھ [illegible] وہ کہتے ہیں کہ ایک ہی طلاق پڑی رجوع کرلو۔ وَغَیرْ ذٰلِکَ۔

جی ہمارا بھی اس کی تڑپ اور بال بچّوں کے مستقبل کے احساس سے یہی چاہ
ہے کہ رجوع کی اجازت دیدیں مگر گریبان میں منہ ڈال کر دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہم
کے غلام ہیں آقا نہیں، ہم قانون کے شارح ہیں قانون ساز نہیں۔ ہمارا جی چاہنا رحم و
کے پاکیزہ احساسات کا مظہر ضرور ہے مگر اس سے شریعت کے وہ قوانین نہیں بدل
جن میں پورے معاشرے کی صلاح و فلاح اور تمام افراد کے حقوق کی نگرانی ملحوظ رکھی
ہے۔ جن کے ذریعہ اللہ جانچتا ہے کہ کون فرماں بردار ہے اور کون سرکش کس نے آخ
کی خاطر دنیا کا نقصان برداشت کیا اور کس نے دنیا کے آستانے پر فکر آخرت کی بھینٹ چڑھا

حق یہ ہے کہ سب سے ضروری اور صحیح تر تجویز شق نمبر ۳ میں پیش کی گئی ہے۔ مصلحین اپنا ذ
اور قوت اس کام پر صرف کریں تو اصلاح کی شکل نکل سکتی ہے بشرطیکہ ایثار و استقامت کو ش
بنایا جائے۔ چند وقتی تحریریں یا تقریریں نتیجہ خیز نہ ہوسکیں گی۔

بازگفت

یہاں تک لکھا جا چکا تھا کہ ایک اخباری اعلان کے ذریعہ یہ بات علم میں آئی کہ ایک
معروف ماہنامہ اسی موضوع پر نمبر نکال رہا ہے اور اس میں مذکورہ مقالات اشاعت پذیر ہو
ممکن ہے یہ سطور جس وقت آپ پڑھ رہے ہوں مذکورہ نمبر چھپ بھی چکا ہو۔ اسے پڑھ کر ان شا
ہم پھر اپنے ناچیز خیالات کا اظہار کریں گے۔

تین طلاقوں کا مسئلہ

ماہ گذشتہ "ڈاک نمبر" میں تین طلاق کے مسئلے پر سیمینار کا ذکر اور اس پر ہمارا اظہارِ خیال
ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ہم نے اس میں وعدہ کیا تھا کہ اس سیمینار میں پڑھے گئے مقالات
اگر پاس میں آگئے تو ان کا مطالعہ کر کے پھر کچھ عرض کیا جائے گا۔ جس ہفتے پچھلا تجلی پیر ڈاک
اسی ہفتے ماہنامہ "زندگی" کا "طلاق نمبر" بھی موصول ہوا جس میں سب نہ سہی اکثر مقالات
شائع ہو گئے ہیں اکثر سے مراد پانچ مقالات۔ جگہ تنگ ہونے کے باعث دو مقالے شامل
سے رہ گئے۔ بہرحال، افہام و تفہیم کے لئے یہ بھی کم نہیں ہیں۔

بات ایک دو بار نہیں دسیوں بار انداز و الفاظ بدل بدل کر ہم نے قارئین تجلی تک
ہے کہ ہماری حیثیت فقہی مسائل میں مقلّد کی ہے مجتہد کی نہیں۔ اصطلاحی اجتہاد کے لئے
صلاحیتیں اور صفات عالیہ درکار ہیں وہ ہم میں نہیں پائی جاتیں۔ لہٰذا تقلید کے سوا
لئے عافیت کی کوئی راہ ہے ہی نہیں۔ جو لوگ کافی استعداد اور مطلوبہ اوصاف کے
بیٹھتے ہیں وہ عموماً خود بھی بھٹکتے ہیں اور دوسروں کو بھی بھٹکاتے ہیں۔

ایک مجلس کی تین طلاقوں کے باب میں نہ صرف فقہِ حنفی کا بلکہ مالکی شافعی اور حنبلی فقہ
مسلک و مذہب ہے وہ سب جانتے ہیں۔ یہ چاروں مکاتب فکر اس پر متفق ہیں کہ ایک
دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں نہ کہ ایک۔ ایسی صورت میں ہم اگر کسی وجہ
بھی تصور کرتے کہ یہ مسلک دلائل کے اعتبار سے کمزور ہے تب بھی ہماری یہ مجال
سکتی تھی کہ تقلید کا قلادہ گردن سے اتار پھینکیں کیوں کہ اپنے علم تفقہ اور مطالعے کی
علم ہے۔ اور مذکورہ تصور کو اسی کمی کا نتیجہ قرار دینے کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ
لیکن اتفاق کی بات ہے کہ اس مسئلہ پر اپنی اہلیت و دسترس کے مطابق ہم نے جتنا غور و
مطالعہ کیا اس کا ثمرہ اس تصور کی شکل میں برآمد نہیں ہوا بلکہ یہی محسوس ہوا کہ دلائل کی زیادہ

قوّت اور شواہد کی مضبوط کمک بھی اسی مسلک و مذہب کے ساتھ ہے۔ چنانچہ اسی کی تائید [illegible]
پیروی ہم محض تقلیداً ہی نہیں بلکہ اپنی دانست میں علیٰ وجہ البصیرت بھی کرتے چلے آرہے ہیں۔



اب جو پانچ مقالات سامنے آئے ہیں ان کے مطالعہ سے پتا چلا کہ اس سیمینار میں تقریباً سب ہی ان افاضل کا اجتماع ہوا جو اس معروف مسلک سے اتفاق نہیں رکھتے "تقریباً" اس لئے کہ مدیر "زندگی" مولانا سیّد احمد عروج قادری کا مقالہ ان سے مختلف ہے — وہ کم و بیش وہی رائے رکھتے ہیں جو اُمّت کے سوادِ اعظم کی ہے۔ باقی حضرات تین کو ایک ماننے کی رائے ظاہر فرماتے ہیں اور جو دو مقالے چھپنے سے رہ گئے وہ بھی یقیناً اسی رائے پر مشتمل ہوں گے۔ کیوں کہ دونوں مقالہ نگار اہلِ حدیث مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اہلِ حدیث کا مسلک معلوم ہی ہے کہ ایک وقت کی متعدد طلاقیں ان کے نزدیک ایک ہی ہوتی ہیں۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ دو فاضلینِ دیو بند نے بھی — یعنی مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ اور مولانا محفوظ الرّحمان نے بھی مسلک اہلِ حدیث ہی کی تائید کی اور یہ ثابت فرمایا کہ امت کے سوادِ اعظم نے ائمۂ اربعہ کی فقہ پر بھروسہ کرتے ہوئے جس مسلک کو اجماعی اور قطعی تصوّر کر رکھا ہے وہ اجماعی و قطعی تو کیا ہوتا قابلِ ترجیح تک نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس باب میں فقہائے سلف وخلف کی فکرِ رسا نے ٹھوکر کھائی ہے اور ضرورت ہے کہ انھیں نظر انداز کرکے ہم اپنی فکر بلیغ اور قوّتِ استدلال اور بصیرت و تفقہ پر بھروسہ کریں۔

اس بات کو خوشی کی بات ہم نے اس لئے کہا کہ اصولاً اس جرأت کو حق پسندی کا ہی عنوان دیا جا سکتا ہے — کسی درس گاہ کا طالبِ علم اگر اپنی دیانت دارانہ تحقیق اور ایمان دارانہ فکر و تعمّق کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اس درس گاہ کا فلاں مسلک و مذہب خلافِ حق ہے تو اس کی روش یہی ہونی چاہئے کہ برملا اپنے اختلاف کا اظہار کر دے اور اندھی پیروی کی روش پر مصر نہ ہو۔ مذکورہ دونوں افاضل نے اسی کردار کا مظاہرہ کیا ہے اور عرق ریزی کے ساتھ اپنے دلائل و شواہد بھی حوالۂ قلم کر دیئے ہیں۔ ہمیں اس اعتراف میں تأمّل نہیں کہ سارے ہی مقالات نے قارئین کے لئے غور و فکر کا اچھا خاصا سامان مہیا کیا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے حنفی علما۔ اس مواد کو سامنے رکھکر مزید غور و فکر نہ کریں۔ اور اگر واقعی اس کی بنیاد پر اپنے قدیم مسلک میں کوئی تبدیلی کی جا سکے۔ تو ضد یا تعصب کی [illegible]

[illegible] سے گریز نہ فرمائیں، یہ مسئلہ ضرورت عامّہ سے تعلّق رکھتا ہے، معاشرے میں پھیلی ہوئی [illegible] اور اس کے ثمراتِ بد کے استیصال کا جذبہ ہی موجودہ مرحلے میں اس بحث و نظر کا [illegible] ہے، لہٰذا گروہی عصبیّت کو دخل انداز نہ ہونا چاہیے۔



البتہ ایک ذہنی خلش اور قلبی چبھن جو ہم نے ان مقالات کو پڑھتے ہوئے محسوس کی ہے اس کا اظہار دیانتاً ضروری ہوگا۔ یہی ضرورت ہمیں مجبور کر رہی ہے کہ مقالات کے بعض اجزا پر [illegible] گفتگو کریں، مقالہ نگار حضرات میں جو افراد مسلکاً اہلِ حدیث ہیں ان کے لئے تو یہ گفتگو [illegible] التفات و اعتنار کے لائق نہ ہو۔ کیوں کہ وہ پہلے ہی سے ایک معیّن و معلوم مسلک [illegible] رکھتے ہیں۔ اور اسی کی تائید و اشاعت کا موقع اس سیمینار نے انھیں بہم پہنچایا ہے۔ مگر مولانا [illegible] احمد اکبر آبادی مدظلہٗ اور مولانا حفظ الرّحمٰن اور مولانا حامد علی کے لئے یہ قابلِ توجہ ہونی [illegible] ہم ان حضرات کے مقابلے میں طفلِ مکتب ہیں۔ یہ تو بجا — اور اطفالِ مکتب کی [illegible] التفات اساتذہ کے شایانِ شان نہیں ہوتا۔ یہ بھی برحق، لیکن حق پسندی کی ایک [illegible] گئی ہے کہ مت دیکھو کس نے کہا۔ یہ دیکھو کہ کیا کہا۔ اگر واقعۃً یہی طے نہیں کر لیا [illegible] کہ ہر قیمت پر فلاں مذہب و مسلک پر جما جائے گا۔ تو ان معروضات پر بھی ضرور توجہ [illegible] ہے جو ایک طفلِ مکتب کی طرف سے پیش کی جا رہی ہیں۔

گاہ باشد کہ کودکِ ناداں
بہ غلط بر ہدف زند تیرے

یہ بنیادی اصول ہمیشہ سے مسلّم سمجھا گیا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں تحقیقِ حق مطلوب ہے [illegible] کو مکمل غیر جانبداری کے ساتھ تمام متعلقہ مواد کا جائزہ لینا چاہیے۔ غیر جانب داری سے [illegible] خالی الذّہن ہونا اور خالی الذّہن ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی کسی قائم شدہ رائے! [illegible] میلان و رجحان کی خاطر، تلاش و تحقیق کے گھوڑے نہ دوڑائے جائیں۔ بلکہ ذہن [illegible] ہر میلان و خیال کو کھُرچ کر یہ تہیّہ کر لیا جائے کہ تحقیق سے جو بھی ثابت ہوگا اسے [illegible] خاطر اور بہ رضا و رغبت مان لیا جائے گا۔ حتّٰی کہ اگر کسی داخلی محرّک یا افتادِ طبع [illegible] مصالح کی بنا پر حاصلِ تحقیق خوش گوار محسوس نہ ہو تب بھی اس کے آگے سرِ تسلیم

وہ اس کے لئے حلالے کے بغیر حلال ہی نہ ہو سکے۔ اب اگر حلالے کے بعد شوہر اپنی پہلی بیوی سے مراجعت کرتا بھی تھا تو اس سے گھر میں ایسی بدمزگی پیدا ہوتی تھی کہ زندگی اجیرن بن جاتی تھی۔ غرض کہ اس قسم کے اسباب تھے جن کے باعث حضرت عمرؓ نے حکم جاری کیا کہ تین طلاقیں جو ایک مجلس میں اور دفعتہً واحدۃً دی جائیں گی ان کا حکم طلاقِ مغلظ ہونے میں وہی ہوگا جو ان تین طلاقوں کا ہے جو طلاق سنت کے مطابق تین طہروں میں دی گئی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا جو شخص نکاح کی گرہ کو اتنا بے حقیقت سمجھتا ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالتا ہے وہ بے حس اور یاوہ گو انسان ہے۔ اور اسے اس بے حسی اور یاوہ گوئی کی سزا ملنی چاہئے۔"

یہ نقل کرنے کے بعد مولانا اکبر آبادیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

"ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے جو کچھ لکھا ہے بالکل صحیح لکھا ہے۔۔۔ اور اس سے خود حضرت عمرؓ کے مذکورہ بالا قول کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔"

محمد حسین ہیکل ڈاکٹر ہوں، زبردست مصنف اور صحافی ہوں، جو کچھ بھی ہوں اس سے ہمیں بحث نہیں۔ کہنا ہمیں یہ ہے کہ اگر مولانا اکبر آبادیؒ اور مولانا شمس پیرزادہ زیرِ بحث موضوع کے معاملے میں واقعتہً غیر جانبدار اور بے لاگ ہوتے تو ان کی ذہانت و فراست ایک منٹ کیلئے بھی ہیکل صاحب کی قیاسی تاویل و توجیہ کے لغو اور مضحکہ خیز پہلوؤں سے غفلت نہیں برت سکتی تھی۔ ہر گز ممکن نہیں تھا کہ ان جیسے زیرک و دانا پہلے ہی وہلے میں یہ ادراک نہ فرما لیتے کہ۔۔۔ محمد حسین ہیکل محض ابلہ فریبی سے کام لے رہے ہیں۔ اور شاید خود بھی اپنی قیاسی شاعری کے لوازم و عواقب کو پوری طرح محسوس نہیں کر سکے ہیں۔

ان کے کلام کا آغاز "گمان یہ ہے" سے ہوتا ہے اسی سے ظاہر ہے کہ اب تاریخ کے بارے میں علم و تحقیق کے بجائے تخیلات کی اڑان کا مظاہرہ ہوگا۔ چلئے اگر تخیل قیاس و منطق سے جوڑ کھا جائے تو یہ بھی قبول مگر قیاس و منطق کا معدہ اس عجیب و غریب تخیل کو قبول کرنے کے لئے مطلق آمادہ نظر نہیں آتا۔

ہیکل صاحب کی منقولہ توجیہ کے دو جز ہیں، پہلا جز کنیزوں سے متعلق ہے۔ ہم بھی پہلے اسی کو قیاس و منطق کی ترازو میں تولتے ہیں۔

پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہیکل صاحب کس معاشرے کی بات کر رہے ہیں، کیا دور رسالتؐ اور دورِ صدیقیؓ میں اسلامی معاشرے کی حالت یہی تھی کہ صحابہؓ اور تابعین رح اپنی بیویوں کو طلاق دیئے بغیر کسی کنیز سے استفادہ نہ کر سکتے ہوں۔ اگر واقعی ایسا ہو تب تو اس توجیہ کی بسم اللہ التفات کے لائق سمجھی جا سکتی ہے۔ لیکن ہر صاحبِ علم جانتا ہے کہ واقعہ تو اس کے برعکس تھا۔ چار تک بیویوں کی اجازت اسلام نے دی ہے۔ اور یہ وہ خیر القرون تھا جب اس اجازت پر عمل درآمد خوب خوب تھا معاشرے میں اس کو ذرا بھی قابلِ اعتراض نہیں تصور کیا جاتا تھا کہ ایک مسلمان دو تین یا چار بیویاں رکھ لے۔ بیویوں کے علاوہ شرعی طریقوں پر حاصل شدہ کنیزوں سے ہر طرح کا استمتاع یہاں تک کہ جنسی تعلق بھی نہ صرف جائز بلکہ گوارا اور معمول بہا تھا، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم ایک کنیز ہی کے بطن سے تولد ہوئے تھے۔

جب حالات یہ ہوں تو آخر کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ صحابہؓ و تابعین کے عشق و رومان کا جغرافیہ وہی رہا ہو جس کی تصویر کشی افسوس ناک بے تکلفی کے ساتھ کی گئی ہے یہ تصویر ناواقف عوام کو کچھ ایسا تصور دیتی ہے جیسے خیر القرون کی کنیزیں حرمین شریفین میں نہایت آزادی کے ساتھ اپنے غمزہ و ناز کی آزمائش کرتی پھر رہی ہوں اور ہمارے زمانے کی الٹرا ماڈرن خواتین کی طرح اس اختیار سے بھی پوری طرح مشرف ہوں کہ جس سے چاہیں مطلوبہ شرائط کے تحت بیاہ رچائیں اور جس سے چاہیں نہ رچائیں۔

حالانکہ محترم ہیکل صاحب اور ان کے شاعرانہ گمان کو سندِ قبول عطا کرنے والے ہمارے محترم مقالہ نگار بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ تصویر فاحش حد تک خلافِ واقعہ ہے جہاد میں حاصل شدہ کنیزیں نہ تو دلربائیوں کے لئے آزاد چھوڑ دی جاتی تھیں نہ انکی پوزیشن ایسی تھی کہ شادی شدہ صحابہؓ اور تابعینؒ کو اپنا فریفتہ بنا کر من مانی شرائط قبول کرائیں۔ انہیں اللہ کے رسولؐ اور ان کے بعد صدیق اکبرؓ حاکمِ وقت کی حیثیت سے مستحق لوگوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ یہ اپنے مالکوں کی پابند ہوتی تھیں۔ کسی اور کے لئے ان سے جنسی تعلق کا جواز نہ تھا۔ جنسی تعلق تو دور کی بات ہے ان سے عشق بازی بھی اسی طرح گناہ تھی جس طرح آج اجنبی عورتوں سے گناہ ہے۔ مالک اگر برنبائے مصلحت ان سے شادی کرانا چاہے تب تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا کہ یہ اپنی کوئی شرط اس پر عائد کرسکیں

دے ڈالو یا یہ کہنا چاہ رہی ہوگی کہ قاعدے کے مطابق تین ماہ تک تین طلاقیں پوری کرو۔

پہلی بات صراحتًہ خارج از بحث ہے۔ کیوں کہ اس وقت تک تو بقول مذکورہ حضرات ایک وقت میں ایک سے زیادہ طلاقوں کا پڑنا قابل تصوّر ہی نہ تھا۔ یہ عورت کیوں ایک لاحاصل بات کی استدعا کرتی۔ لہٰذا دوسری ہی بات کا امکان ہوسکتا ہے۔ خود یہ عاشق مرد بھی یقینًا یہی دوسرا مفہوم اخذ کرتا ہوگا۔ پھر بھلا ہمارے بزرگوں کا یہ باور کرانے کی کوشش کرنا کہ محبوبہ عورت کے مطالبہ پر شادی شدہ مرد کھٹا کھٹ اپنی بیویوں کو بیک وقت تین طلاقیں دینے لگے ابلہ فریبی اور مغالطہ دہی نہیں تو اور کیا ہے۔

ایک قدم اور آگے بڑھ کر اب ذرا اس پر بھی نگاہ ڈال لیجئے کہ حضرت عمرؓ کی مشہور زمانہ فہم و فراست اور نیک دلی کا کیا حُلیہ محترم ہیکل صاحب کی شاعرانہ جدت طرازی نے بنا دیا۔

عشوہ طراز کنیزوں کے عشق میں پھنس کر دل پھینک مرد اپنی بیویوں کو آنًا فانًا طلاق مغلظہ کا ہدف بنا دینا چاہتے ہیں۔ یہ کنیزیں یا دوسری آزاد حسینائیں شادی پر تیار ہی نہیں ہیں جب تک کہ عاشق صاحبان اپنی بیویوں کو مکمل طور پر بے خانماں نہ کردیں۔ یہ صورتحال جیسی کچھ مکروہ ہے آپ کے سامنے ہے۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں کیا ہمیں یہ مان لینا چاہئے — کہ اس مکروہ صورتِ حال کی حوصلہ شکنی کرنے اور اس پر غمگین ہونے کے بجائے وہ بہت خوش ہوئے ہوں گے کہ یہ ہو رہے ہیں شاندار کارنامے

ہم سمجھتے ہیں حضرت عمرؓ جیسی عظیم مومن شخصیت کے لئے ایسا وہم بھی ناپاک جسارت ہے۔ لیکن ہیکل صاحب کی شاعری ہمیں یہی باور کرانا چاہتی ہے وہ اس طرح کہ بات تو ہیکل صاحب نے اور ان کی رائے پر صاد کرنے والے مقالہ نگاروں نے طے ہی کر دی کہ جس دورِ مبارک میں یہ سب ہو رہا ہے، اس دور میں بیوی سے مکمل قطع تعلق کا واحد طریق بس ایک ہی تھا۔ کہ طریقِ سنّت کے مطابق ایک ایک ماہ بعد تین طلاقیں دی جائیں۔ ایک وقت میں ایک ہی طلاق واقع کی جاسکتی تھی۔ چاہے زبان سے دو تین چار طلاقیں صادر کر دی جائیں۔ اس ایک طلاق کے بعد رجوع کا حق باقی رہتا تھا۔ اور پھر مہینے بھر بعد بھی چاہے کتنی ہی طلاقیں بول دی جائیں فقط دوسری طلاق پڑتی تھی۔ اور حقِ رجوع پھر بھی باقی رہتا تھا۔ گویا حق رجوع کا خاتمہ اور بغیر حلالے کے دوبارہ نکاح کا امتناع صرف اسی شکل میں تھا کہ تیسرے ماہ تیسری طلاق

[illegible] صادر کی جائے۔

اس اپنی ہی فرض کردہ صورت حال میں ہیکل صاحب یہ اطّلاع دے رہے ہیں کہ بیوی والے مردوں نے محبوباؤں کے مطالبے پر بیک وقت تین طلاقیں دینی شروع کیں [illegible] یہ بھی تسلیم لیکن یہ تو ظاہر ہی ہے کہ اس حرکت سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ طلاق [illegible] واقع ہوتی تھی اور محبوباؤں کی پوری تسلّی اور دل جمعی تین ماہ سے قبل نہ ہوسکتی تھی۔ اب [illegible] جاتا ہے کہ اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے دورِ رسالتؐ اور دورِ صدیقیؓ کے معروف و [illegible] طلاق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یہ حکم نافذ فرمایا کہ ایک وقت کی تین طلاقیں [illegible] مانی جائیں گی۔

[illegible] مطلب ہوا۔؟

[illegible] سامنے کی بات ہے۔ حضرت عمرؓ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ عُشّاق حضرات اپنی منظورِ [illegible] حسیناؤں کے وصال سے نوّے دنوں کی طویل مدّت تک محروم رہیں۔ اور ان نازک [illegible] حسیناؤں کو بھی خواہ مخواہ اپنی شرط کی تکمیل میں تین ماہ کا انتظار کرنا پڑے۔

حضرت عمرؓ کو ان بیویوں سے بھی مطلق ہمدردی نہیں تھی جنھیں ان کے عاشق مزاج [illegible] طلاقِ مغلظہ دینے کو بے چین تھے تاکہ عشق منزلِ مراد تک پہنچے۔ ان کی ہمدردیاں [illegible] تمام عاشقانِ کرام اور معشوقانِ عظام سے وابستہ ہوگئیں۔ لہٰذا انھوں نے حکم نافذ [illegible] سے نقدا نقد بھی طلاقِ مغلّظہ ایک ہی وقت اور ایک ہی مجلس میں دی جاسکے گی [illegible] شارع علیہ السّلام کے دورِ مبارک میں یا خلیفۂ اوّلؓ کے زمانِ سعادت میں شائع [illegible] آج سے طاقِ نسیاں کی زینت بنایا جاتا ہے۔ اب گویا کسی حسینہ کو یہ اندیشہ [illegible] اس کے سودائی مرد نے اپنی بیوی یا اپنی بیویوں کو ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے [illegible] رجوع کا امکان اب بھی ہے۔ اور کسی شادی شدہ من چلے کو یہ اضطراب نہ ہونا چاہئے [illegible] طور پر جدا کرنا اس کے لئے تین ماہ سے کم میں ممکن نہ ہوگا ——— کیسے [illegible] ایک سانس میں تین طلاق دو اور محبوبہ سے نکاح رچالو۔ وہ انکار نہیں کرے گی کیوں کہ [illegible] پوری ہوگئی ہے۔

[illegible] یہ کہ تمام موجودُالوقت صحابہؓ نے بھی حضرت عمرؓ کے اس جدید فیصلے سے [illegible] اتفاق کرلیا۔ سب کی دلی ہمدردیاں عشّاق ہی کے حق میں گئیں۔ عشق کی

قتل گاہ میں قربان کی جانے والی بیویوں پر رحم کسی کو نہ آیا۔

اہلِ انصاف اور اہلِ بصیرت خدا کو حاضر و ناظر جان کر فیصلہ فرمائیں کہ ہیکل صاحب کی
توجیہ کا حاصل وصول کیا اس کے سوا بھی کچھ نکلتا ہے کیا یہ سزا ہوئی بیویوں کو بے خانماں کرنے
عشاق اور ظالمانہ شرط عائد کرنے والی حسیناؤں کے نازیبا کردار کی یا انھیں انعام عطا کیا گیا۔
حضرت عمرؓ اور جملہ بقیدِ حیات صحابہؓ ایسے ہی نعوذ باللہ بدعقل اور پست مذاق اور شقی ہو سکتے
کہ نہایت گھٹیا اور بازاری طرزِ عمل اختیار کرنے والے عشق باز جوڑوں کو پیش از بیش آسانیاں
فراہم کریں اور اس شان سے فراہم کریں کہ ایک وقت میں ایک ہی طلاق پڑنے کا جو
ضابطہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ کے زمانوں سے چلا آرہا تھا اسے
کرنے میں انھیں ذرا جھجک نہ ہو۔

کوئی باہوش مسلمان ان مضمرات و نتائج کے کسی بھی جزو سے اتفاق نہیں کرسکتا۔ اور
محترم مقالہ نگار بزرگ بھی یقیناً ان سے اتفاق نہیں کرسکتے مگر وہ چونکہ ایک خاص رائے
رجحان کی وکالت شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنے اوپر لازم کر چکے ہیں اس لئے انھیں محمد حسین
صاحب کا مشہور و بلند پایہ مصنف ہونا تو نظر آیا لیکن ان کی ظن و تخمین کی نمایاں قباحت محسوس
نہ فرما سکے۔

خدا علیم ہے، خیر القرون کے تذکرے میں عاشقی معشوقی وغیرہ کے الفاظ نوکِ قلم
لاتے ہوئے ہمارے وجدان کو بڑے کرب سے گذرنا پڑا ہے مگر جب ہمارے بہت
محترم بزرگ مولانا اکبرآبادیؒ نے ہیکل صاحب کے متن کا وہ اردو ترجمہ نقل کرنے میں مضائقہ
نہیں سمجھا جو من موہنی اور محبوبہ جیسے نامتبوع الفاظ پر مشتمل ہے تو ہمیں دل پر پتھر رکھ کر قارئین کو یہ
کرانا پڑا کہ اس قبیل کے الفاظ گفتگو کو کس قسم کا رُخ دے سکتے ہیں۔

جو طرزِ تحریر ہم نے اختیار کیا وہ ہمارا طبع زاد نہیں بلکہ ہیکل والی توجیہ کے بین السطور سے اُبھر
آیا ہے۔ انہوں نے جو کچھ حریری پردہ ڈال کر کہا تھا ہم نے اسے بے پردہ کردیا تاکہ کوئی
نہ کھائے۔ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو۔

ڈو گوشے یہاں ابھی اور گفتگو طلب ہیں۔ ایک یہ کہ ہیکل صاحب کی توجیہ صدرِ اوّل کے
مسلمانوں میں کسی ایسی جماعت کا انکشاف کر رہی ہے جس نے عورتوں کو ایذا پہنچانے

ہے یا ازراہِ لاپروائی تین طلاقوں کو ایک کھیل بنا لیا تھا۔
انکشاف کی واقعاتی حیثیت کیا ہے اور ہیکل صاحب کی توجیہ کے فریم میں یہ کہاں تک
ہے اس پر بھی غور کرنا ہوگا۔
اوّل سے مراد یہاں ظاہر ہے وہ زمانہ ہے جب تک حضرت عمرؓ نے وقتِ واحد
قوں کو نافذ کرنے کا حکم جاری نہیں فرمایا تھا گویا پورا نشانِ رسالتؐ، پورا دورِ صدیقیؓ اور
عمرؓ کے ابتدائی سال۔ اس صدرِ اوّل کے بارے میں ہیکل صاحب اور ان کی توثیق
والے محترم مقالہ نگار یہ طے ہی کر چکے ہیں کہ وقتِ واحد میں ایک ہی طلاق پڑا کرتی تھی
جائیں وہ فضول و لایعنی سمجھی جاتی تھیں۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہیکل صاحب نے
میں کہنا کیا چاہا ہے اور مقالہ نگاروں نے کیا سمجھ کر اس کی توثیق فرمائی ہے۔
ہیں کہ یہ فقرہ کوئی واقعاتی مفہوم ہی نہیں رکھتا بلکہ بے معنیٰ الفاظ کا مجموعہ ہے —
اگر واقعی کوئی تھی اور اس کا اذیت پسند مزاج بیویوں کو ایذا پہنچا کر ہی خوش ہوتا تھا
آخر اس کی آسودگی اور مطلب براری کا باعث کیسے بنیں — دعویٰ یہ کیا
ہے کہ ایک وقت کی تین طلاقوں کا بھی حاصل وہی تھا جو ایک کا ہوتا ہے۔ پھر کیا مطلب
کا — کیوں ایک ظالمانہ رجحان کا جوڑ تین طلاقوں سے ملایا جا رہا ہے جبکہ
کے مرادف ہیں۔ اگر یہ بدگہر لوگ اپنی بیویوں کو ایذا ہی پہنچانے کی نیت سے
کھیلا کرتے تھے تو تین یا دس بیس طلاقوں کا ذکر فضول۔ جب کہ ان کی بے اثری
مسلم ہو۔ تین دے کر بھی وہ اس سے زیادہ کچھ حاصل نہ کرسکتے تھے جو ایک دے کر
عورت کو جو بھی ایذا ان کے طرزِ عمل نے پہنچائی وہ ایک اور تین کی بظاہر مختلف
صورتوں میں یکساں ہی ہے کیوں کہ دعوے کے مطابق ان دونوں صورتوں میں ایک ہی طلاقِ
واقع ہو رہی ہے۔
کس قدر کھلا تضاد ہے کہ ایک طرف تو ہمارے بزرگ یہ منوانے پر مصر ہیں کہ صدرِ
اوّل میں وقتِ واحد کی متعدد طلاقیں متعدد تھیں ہی نہیں فقط ایک تھیں مگر دوسری طرف ۵
دلائل کے سہارے ایسی منطق پیش فرمائے جا رہے ہیں جو اس کی نفی کرتی ہے۔ علاوہ
اس کا بھی احساس نہیں فرما رہے ہیں کہ اعلیٰ ترین دورِ سعادت کے مسلمانوں میں کسی ایسی
جماعت کو فرض کر لینا جو محض بیویوں کی ایذا رسانی کے لئے طلاق کا کھیل کھیلتی رہی ہو کتنا ناموزوں

اورخلاف قیاس مفروضہ ہے۔

واقعہ یہ ہے ـــــ اور اسے اکثر ثقہ مفسّرین نے حوالۂ قلم کیا ہے کہ عرب کے کافر معاشرے میں عورتوں کی ایذا رسانی کے مختلف کھیل کھیلے جاتے تھے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ بیوی کو طلاق دی اور دورانِ عدّت میں رجوع کرلیا۔ پھر دی پھر رجوع کرلیا۔ اسی طرح اسے مسلسل لٹکائے رکھتے اور حقِ رجوع کبھی ختم نہ ہوتا۔ اسلام آیا تو اس نے اس بربرّیت کی ناک میں نکیل ڈالی۔

سورۂ بقرہ کی وہ آیات جن میں اللہ نے واضح کیا ہے کہ تیسری طلاق کے بعد حقِ رجوع نہیں رہتا۔ اسی سنگ دلانہ اور کافرانہ روش کی اصلاح کے لئے نازل ہوئی تھیں اب کسی شخص کے لئے اس کی گنجائش نہیں رہ گئی کہ وہ اسلام بھی لائے اور طلاق و رجوع کا لامحدود کھیل بھی جاری رکھے۔ اب اسلام نے یہ بھی ذہن نشیں کرایا کہ عورتیں جانور نہیں ہیں انسان ہیں۔ انکے بھی حقوق ہیں انھیں ستانا جرم عظیم ہے۔ انھیں طلاق دینا انتہائی سنجیدہ وجوہ کی بنا پر جائز ہے نہ یہ کہ ایذا پہنچانا مقصود ہو۔ تمھیں حقِ رجوع صرف دُو طلاق تک باقی رہتا ہے۔ تیسری کے بعد نہیں۔

یہ وہ دور تھا کہ جو بھی لوگ ایمان لائے انھوں نے اطاعتِ رسولؐ کا حق بھی خوب ادا کیا ان میں سے معدودے چند افراد ایسے ہوسکتے ہیں جن کی اذیّت پسند طبیعت میں اب بھی کوئی انقلاب نہ آیا ہو۔ انھیں ایک مستقل جماعت کا نام نہیں دیا جاسکتا اور اگر زبردستی دے بھی دیں تو قانون نے بہرحال طلاق و رجوع والے لامحدود کھیل کا دروازہ بند کردیا ہے۔ وہ بیویوں کو جو بھی اذیت پہنچا سکتے ہیں تین ماہ تک ایک ایک طلاق دیکر پہنچا سکتے ہیں بیک وقت تین دے کر نہیں پہنچا سکتے۔ کیوں کہ اگر مقالہ نگاروں کے دعوے کے مطابق ایک وقت کی تین طلاقیں اس وقت ایک ہی ہوتی تھیں تو تین دے کر بھی وہ محض وہی اذیّت پہنچا رہے ہیں جو ایک دیکر پہنچاتے اور اگر تین تین ہی ہوتی تھیں جب تو قصّہ ہی ختم ہوا۔ اب نہ وہ رجوع کرسکتے ہیں نہ عورت کو لٹکا سکتے ہیں۔ عدّت پوری ہونے پر عورت آزاد ہے کہ جہاں چاہے جائے اور جس سے چاہے نکاح کرے۔

خلاصہ یہ کہ ہیکل صاحب نے اپنے مسلک کی حمایت میں صحابہؓ و تابعینؒ کے اندر ایک بدگہر قسم کی جماعت فرض بھی کی تو ان کے استدلال کو کوئی قوّت نہیں پہنچی بلکہ وہ مضحکہ خیز حد تک تناقض کا

ار رہا۔ بالیقین ہمارے محترم مولانا اکبرآبادی بھی اور مولانا شمس پیرزادہ بھی اس تناقض اور بھونڈے پن کا ادراک فرمالیتے۔ اگر جانبداری کے بجائے معروضی اور حقیقت پسندانہ انداز میں مطالعہ و تفکّر سے کام لیتے۔

غور کیا جائے تو ہیکل صاحب کی قیاس آرائی کا کوئی منطقی جواز ایک اور ہی شکل میں تو نکل سکتا ہے صدرِ اوّل میں یعنی دورِ رسالتؐ اور دورِ صدیقیؓ میں ایک وقت کی تین طلاقیں تین ہی قرار پاتی ہوں اور عاشق مزاج مسلمان اپنی من موہنیوں اور محبوباؤں کے مطالبے پر کھٹ کھٹ بیویوں کو ایک وقت تین طلاقیں دے کر فوری وصال سے لطف اندوز ہورہے ہوں۔ اب حضرت عمرؓ اس صورتِ حال سے متأثر ہوکر یہ حکم جاری کریں کہ آج سے ایک وقت کی متعدد طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی۔ اور کوئی بیوی اپنے شوہر پر بغیر اس کے حرام نہ ہوگی کہ شوہر طریق سنت کے مطابق ایک ایک ماہ بعد ایک ایک طلاق دے۔

اس حکم کا مفاد ظاہر ہے۔ اس سے عُشّاق کی بھی ہمّت شکنی ہوتی ہے کہ وہ ہاتھوں ہاتھ طلاقِ مغلّظہ وارد نہیں کرسکتے اور من موہنیوں کو بھی صدمہ پہنچا کہ اب کم سے کم تین ماہ تک تو وہ یہ توقع نہیں رکھ سکتیں کہ بقول ہیکل صاحب، تنہا عشّاق کے دلوں پر قابض ہوجائیں گی۔ مظلوم بیویوں کی خیرخواہی کا پہلو اس میں یہ نکلا کہ ممکن ہے تین مہینوں کے اندر عاشق مزاج شوہروں کی عقل پر پڑے ہوئے پتھر کچھ ادھر ادھر سرک جائیں اور وہ بیویوں کو بے خانماں کرنے سے باز آجائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مفروضہ من موہنیوں کو تین ماہ کی طویل مدّت میں کچھ کنوارے عاشق مہیا ہوجائیں جو وہ نقدا نقد شادی رچالیں اور جو شوہر صاحبان اُن بے وفاؤں کے مطالبے پر تین طلاقوں کا ارادہ کررہے تھے وہ ٹھنڈی سانس بھر کر اپنی بیویوں ہی پر قناعت کرجائیں۔

تفنّن نہیں ہے نہ پیروڈی ہے۔ سنجیدگی سے سوچئے کہ قیاس و منطق سے مطابقت اس شکل میں ہے یا اس شکل میں جو ہیکل صاحب نے فرض کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کا حکم نافذ نہیں کررہے ہیں بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے لہٰذا اس کی وہ وجہ ہرگز نہیں ہوسکتی جو ہیکل صاحب نے تجویز کی۔ حضرت عمرؓ ان لوگوں میں نہیں ہوسکتے جو سنگ دل عُشّاق اور ان کی مہ جبیناؤں کے لئے آسانیاں مہیا فرمائیں اور ایسا حکم نافذ کریں جس سے ظلم و شقاوت کو

سے شہ ملے۔

بات منقّح ہوگئی۔ پھر بھی ہیکل صاحب کا ایک فقرہ اور ہے جو مزید تنقیح میں معاون ہو
ورق اُلٹ کر دیکھئے ـــــ انھوں نے فرمایا ـــــ

"حضرت عمرؓ نے دیکھا جو شخص نکاح کی گرہ کو اتنا بے حقیقت سمجھتا ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالتا ہے وہ بے حس اور یاوہ گو انسان ہے اور اسے اس بے حسی اور یاوہ گوئی کی سزا ملنی چاہیے۔"

اس بات کو جانے دیجئے کہ جب ہیکل صاحب کے دعوے کے مطابق اس وقت تک ایک وقت میں ایک ہی طلاق پڑا کرتی تھی۔ چاہے کتنی ہی دے ڈالی جائیں تو آخر حضرت عمرؓ کو اس سے کیا اور کیوں دلچسپی ہو سکتی تھی کہ فلاں صاحب بیک وقت کتنی طلاقیں دے رہے ہیں۔ ان تک تو اس کی اطلاع بھی نہ پہنچنی چاہیے تھی کہ کن لوگوں نے ایسی حرکت کی۔ اطلاع پہنچانے کا محرک کسی کے لیے اگر کوئی ہو سکتا تھا تو یہی ہو سکتا تھا کہ تین طلاقیں بیک وقت دینے سے تین ہی پڑ جائیں اور مطلقہ کا کوئی ہمدرد یا طلاق دینے والے کا کوئی دشمن خلیفۂ وقت کے آگے احتجاج کرنے پہنچے کہ دیکھئے فلاں صاحب نے خلافِ سُنّت طریقہ اختیار کر کے زوجہ کو بے خانماں کر دیا۔ رجوع کی گنجائش نہ چھوڑی۔ انھیں کوئی سزا دیجئے۔ لیکن جب تین طلاقیں بیک وقت واقع ہی نہ ہوتی تھیں تو خلیفہ کے آگے فریاد لے جانے کا داعیہ کہاں پیدا ہو سکتا تھا۔ اور اتفاقاً اگر خلیفہ کو اطلاع مل جاتی تو اس کا مطلب ان کے لئے اس کے سوا کیا ہو سکتا تھا کہ فلاں شخص نے بیوی کو ایک طلاق دے دی۔ ایک طلاق بہرحال مرد کا شرعی حق ہے۔ لہٰذا کیا وہ اس پر غصہ کرتے کہ یہ حق کیوں استعمال کیا گیا۔؟

یہ سب نظرانداز کر کے مان ہی لیجئے کہ حضرت عمرؓ غصے میں بھر گئے ہیں اور بے حس و یاوہ گو عشق بازوں کو سزا دینا چاہتے ہیں تو کیا سزا اسی کا نام ہے کہ رائج و نافذ قانون کے تحت وصالِ محبوب کی جس منزل پر تین ماہ بعد پہنچ سکتے تھے اس منزل پر حضرت عمرؓ انھیں ہاتھوں ہاتھ پہنچا دیں اور فرمائیں کہ نالائقو جاؤ ایک ہی وقت کی تین طلاقیں آج سے تین مان لی گئیں۔ تم من موہنیوں کو اطلاع دو کہ وہ ابھی سے تمہارے دلوں پر تنہا قابض ہو جانے کی پوزیشن میں آگئی ہیں اور مطلقہ بیوی یا بیویوں سے تمھارے رجوع کا امکان خلیفۂ وقت نے ازراہِ مہربانی ختم کر دیا۔

ـــــ یہ اگر سزا ہے اے بزرگو! تو پھر جزا اور انعام آخر کسے کہتے ہیں؟

...اگر ہو سکتی تھی تو یہ ہو سکتی تھی کہ بیک وقت و زبان متعدد طلاقیں دینے کے فعل ...ے رسید کرتے اور فرماتے کہ تین طلاقیں تو بہرحال تین ماہ بعد ہی قابلِ تسلیم ... تمھاری بیویاں تم پر حرام نہیں ہوئی ہیں۔ اور کسی من موہنی کو بھی طلب فرما کر ... اگر شریفانہ طور پر کسی شادی شدہ مرد کی بیوی بننا ہی چاہتی ہو تو یہ کیا ذلیل حرکت ...طلاقِ مغلّظہ دلوانے پر تلی ہوئی ہو۔ شریعت نے منع تو نہیں کیا ہے کہ تم دوسری ...ی کی حیثیت سے زندگی گذار لو۔ گھروں کو اُجاڑنے اور بے قصور بیویوں کو بیوہ ... پیش کرنے پر ہم تمھاری چمڑی بھی اُدھیڑ سکتے ہیں، کیوں کہ معاشرے کی شیرازہ ...گی کی حوصلہ شکنی ہمارے فرائضِ شرعیہ میں داخل ہے۔

... عمرؓ ایسا کرتے تو یہ ایک معقول بات ہوتی اور ان کی ذاتِ والاصفات سے ایسی ہی ...ی کی امید کی بھی جا سکتی تھی۔ لیکن ہمارے بزرگ ظاہر فریب الفاظ کی آڑ میں ... پر کیچڑ اُچھال گئے ہیں۔ ایسی بھول چوک کی نفسیاتی وجہ بس یہی ہے کہ وہ ... نظر کے بجائے اپنی رائے کی وکالت کا تہیّہ کئے ہوئے ہیں۔

...ری مثال

... مولانا اکبرآبادیؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا:۔

...پاس جب کبھی محلِّل اور محلَّل لہٗ لائے جائیں گے میں ان دونوں کو رجم ...گا۔"

...ل یہ ہے کہ اس قول کا اس بحث سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے کہ ایک وقت ...ہوتی ہیں یا ایک۔ حلالہ ہر حال میں ملعون و مردود ہے خواہ اس کی نوبت ...ل ہوئی تین طلاقوں سے آئی ہو یا تین ماہ میں دی ہوئی تین طلاقوں سے ...م نے اسے بھی اپنے لئے بنائے استدلال بنا لیا ہے۔ یہ قول نقل کرنے ...از ہیں۔

... کے بعد شوہر مطلقہ کا نکاح کسی شخص سے بایں مقصد کرائے کہ وہ رات گذار کر ...ے تو اس شخص کو محلِّل کہیں گے اور شوہر کو محلَّل لہٗ۔

⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عرب سوسائٹی میں تحلیل کا رواج ہوتا جارہا تھا اور اسی رواج کے زیرِ اثر لوگوں نے عجلت پسندی کی راہ سے بیک وقت تین طلاقیں دینے کا طریقہ اختیار کرلیا ہوگا۔"

آگے بڑھنے سے پہلے ان فقروں کو سمجھنے کی کوشش کرلی جائے۔

تحلیل (یعنی مطلقہ کا کسی اور سے نکاح کرکے طلاق لینا اور پھر شوہرِ اوّل سے نکاح کر[illegible] کی نوبت تین طلاق کے بعد ہی آسکتی ہے۔ مکتبی زبان میں یوں کہیے کہ حلالہ موقوف ہے [illegible] طلاقوں پر۔ اگر کسی سوسائٹی میں واقعۃً تحلیل کے واقعات کثرت سے پیش آرہے ہوں [illegible] نتیجہ ہوگا اس بات کا کہ لوگ اپنی بیویوں کو بکثرت تین طلاقیں دے رہے ہیں مگر مولانا نے [illegible] اس کے برعکس تین طلاقیں دینے کے رواج کو کثرتِ تحلیل کا نتیجہ قرار دے رہے ہیں گویا تحلیل [illegible] پہلے ہے اور تین طلاقیں بعد میں۔ موقوف کا پہلے اور موقوف علیہ کا بعد میں آنا اتنا واضح البطلان [illegible] ہے کہ مولانا بھی بچپن سے اسے جانتے ہوں گے۔ لیکن اس کے باوجود ایسا معکوس استدلال [illegible] غمازی کررہا ہے کہ وہ ہر جا اور بے جا طریق پر اپنے موقف کی صحت تسلیم کرانا چاہتے ہیں آ[illegible] انھوں نے فرمایا:۔

"اور ظاہر ہے یہ رواج معاشرے میں جنسی بے راہروی اور اخلاقی انحطاط کا ایک ایسا ہی بڑا ذریعہ بن سکتا ہے جیسا کہ متعہ۔ اس بنا پر جس طرح حضرت عمرؓ نے متعہ قطعی طور پر حرام قرار دیدیا ہے اسی طرح طلاق کی کثرت اور اس کے اثراتِ مابعد سے جو صورتِ حال پیدا ہوتی جارہی تھی اسی کے انسداد کی شکل یہ نکالی کہ ایک طرف ایک ہی مجلس میں اور دفعۃً دی گئی تین طلاقوں کا حکم طلاقِ مغلظہ قرار دے دیا اور دوسری جانب تحلیل کو بالکل ممنوع اور حرام قرار دیا۔"

ہمیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ مولانا نے یہاں بھی مضمراتِ کلام پر غور نہیں فرمایا اور [illegible] استدلال ان کے موافق نہیں خلاف جارہا ہے۔

غور فرمایا جائے۔ دوسرے ہم مسلکوں کی طرح مولانا بھی یہ طے فرما چکے ہیں کہ دورِ سا[illegible] میں پھر دورِ صدیقیؓ میں اور خلافتِ عمرؓ کے ابتدائی دو سالوں میں بھی تین طلاقوں کا وقوع [illegible] سُنّت میں محدود تھا یعنی ایک ایک ماہ بعد ایک طلاق۔ اگر کوئی بیک وقت ایک سے زیا[illegible] دیتا تھا تو زیادہ بے کار جاتی تھی اور ایک ہی طلاق واقع ہوتی تھی۔ اب اگر اس دور کے

[illegible] قیاس قائم کرتے ہیں کہ تحلیل کا رواج عام ہوتا جارہا تھا تو انھیں یہ بھی ماننا ہوگا کہ [illegible] اس جلد بازی کی بنا پر نہ آتی ہوگی کہ شوہر کو غصہ آیا اور اس نے فرطِ غضب میں اکدم [illegible] ڈالیں۔ یہ تو ان کے دعوے کے مطابق ایک ہی طلاق پڑی جس سے تحلیل [illegible] ہوتی لہٰذا یہی تصور کیا جاسکتا ہے کہ لوگ ایک ایک ماہ بعد طلاقیں دے کر [illegible] تے ہوں گے۔

[illegible] صورت میں تحلیل ایک رواج کی صورت اختیار کرلے یہ ناممکن ہے۔ تحلیل کی مکروہ صورت [illegible] ہوتا ہے پچھتاوے کا اور پچھتاوا اسی وقت ہوا کرتا ہے جب ہم جلد بازی اور فرطِ [illegible] اپنا نقصان کر بیٹھیں۔ لیکن جو لوگ تین ماہ کی طویل مدت میں تین طلاقیں دیں وہ [illegible] گے نہ جذبات سے مغلوب۔ انھوں نے تو پوری طرح سوچ سمجھ کر سنجیدگی کے ساتھ [illegible] اب اس کا امکان شاذ ہی ہے کہ وہ پھر اس مطلقہ کو زوجہ بنانے کے لئے اتنے [illegible]لیل کا انتظام کراتے پھریں۔ اس طرح کے شاذ امکانات اتنے کثیر الوقوع بن جائیں [illegible] صادق آسکے قطعاً بعید از قیاس ہے۔

[illegible] سے ایک بات تسلیم کرنی ہوگی یا تو یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ تحلیل کا رواج عام [illegible] دعویٰ غلط ہے کہ صدرِ اوّل میں خلافِ سنت طریقے سے تین طلاقیں واقع نہیں [illegible] تحلیل کی کثرت کو تسلیم کرلینا لازماً یہ ثابت کرتا ہے کہ جلد بازی میں دی ہوئی تین طلاقیں [illegible] تھیں اور اسی لئے پچھتانے اور حلالے کرانے کے واقعات کثرت سے پیش [illegible]

[illegible] بات عجیب و غریب ہی ہے کہ لوگ باقاعدہ تین تین مہینے کی سوچی سمجھی مغلظہ [illegible] بعد بھی حلالوں کے پیچھے دوڑ رہے ہوں اور حضرتِ عمرؓ اس گندی صورت [illegible] تجویز کریں کہ آج سے ایک وقت کی تین طلاقیں تین ہی شمار کی جائیں گی۔ یہ علاج ہوا [illegible] اس کا تو صریحاً یہ نتیجہ ہوگا کہ تین طلاقوں کے واقعات بہت بڑھ جائیں اور اسی [illegible] حلالوں میں اضافہ ہوجائے۔

[illegible] ہے کہ بیکل صاحب یا ان کے ہم رائے حضرات نے قیاس و تخیل کے ذریعہ [illegible] توجیہات مرصع کی ہیں وہ قیاسی اور منطقی اغلاط کا پشتارہ ہیں جنھیں کوئی بھی غیر جانبدار [illegible] قابلِ التفات نہیں سمجھ سکتا ـــــــــــ ہمارے محترم مولانا اکبرآبادی اور

مولانا شمس پیرزادہ بھی ان توجیہات کو دیوار پر دے مارتے۔ اگر ایک خاص مسلک کے جذبۂ حمایت نے ان کی فہم و فراست پر سایہ نہ ڈال دیا ہوتا۔

تیسری مثال

مولانا اکبرآبادیؒ نے تحریر فرمایا:۔

”قرآن مجید میں تین طلاقوں کے بارے میں جو آیت ہے وہ اس باب میں نصِ قطعی ہے کہ طلاقِ مغلظہ اس وقت واقع ہو گی جب کہ تین طلاقیں یکے بعد دیگرے مختلف مجلسوں میں واقع کی جائیں“

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عمرؓ نے قرآن کی نصِ قطعی کو رد کرتے ہوئے بلا تکلف ایک نیا آرڈر جاری کر دیا اور تمام صحابہؓ بھی نصوصِ قرآنیہ کی واقفیت کے باوجود اس پر متفق ہو گئے۔ یہ مطلب اتنا خوفناک ہے کہ شعوری طور پر مولانا بھی اسے گوارا نہیں کر سکتے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اجتہاد نصوص کی پیروی کا نام ہے نہ کہ انھیں مسترد کرنے کا اور کوئی بھی امیر المومنین نص کے استرداد کا مجاز نہیں ہو سکتا۔ اگر واقعۃً آیتِ قرآنی متذکرہ موقف کے لئے نصِ قطعی ہو تو ایک ہی راہ رہ جاتی ہے کہ ہم خاکم بدہن حضرت عمرؓ کو بدعتی کہیں۔ قرآن کا محرّف کہیں قانونِ شریعت کا دشمن کہیں——اور ان کی روش پر راضی رہنے والے صحابہؓ کو بھی اس خیال کا حامل مانیں کہ قرآن کے قانون سے بڑھ کر خلیفۂ وقت کا فرمان ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ۔

مذکورہ عبارت لکھنے سے قبل ممدوح نے رقم فرمایا تھا:

”حضرت عمرؓ کے اس اجتہاد کو قبول عام حاصل ہوا اور تمام صحابۂ کرامؓ نے اس کو تسلیم کر لیا اور اس کا حکم وہی ہو گیا جو اجماعِ صحابہؓ کا ہوتا ہے۔ چنانچہ ائمۂ اربعہؒ کا مسلک بھی یہی ہے اور اسی پر ان کا فتویٰ ہے“

ممدوح نے ذرا احساس نہیں فرمایا کہ آج کے دورِ فتن میں ان کی دونوں عبارتیں مل کر کیا فسادِ مبین پیدا کر سکتی ہیں۔

آج مغربی اساتذہ اور تعلیم جدید کے پالے پوسے کتنے ہی مسلمان دانشور ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ اسلام کے بعض اجماعی قوانین کو تبدیل کر دیں۔ مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں بھی انکی جارحیت اور اسلام بیزاری مشاہدہ میں آ چکی ہے۔ ان کے مقابلے میں ہماری سب سے مضبوط

... اجماع ... ہی ہے۔ اجماع مسلّم طور پر شریعت کے مآخذ میں سے ایک مستند ماخذ ہے اور یہ بھی ... مسلمانوں کا ایمان ہے کہ صحابہؓ و تابعینؒ اور علماء و اتقیاءؒ کسی ایسی رائے پر ہرگز اجماع نہیں ... قرآن یا احادیثِ متواترہ کی قطعی صراحتوں کے خلاف ہو۔

... مولانا اکبرآبادی جیسا صحیح العقیدہ اور معروف عالم ایک ہی سانس میں یہ بھی کہے گا ... کی تین طلاقوں کا تین نہ ہونا قرآن کی نصِ قطعی سے ثابت ہے اور یہ بھی کہے گا کہ ... راشد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس نصِ قطعی کے خلاف نہ صرف اجتہاد ... اس اجتہاد کو اُمت پر نافذ بھی کر دیا۔ اور تمام صحابہؓ نے بے چون و چرا اسے تسلیم بھی ... یہ اجماعی مسئلہ بن گیا اور پھر اُمت کے مقبول چاروں مذاہبِ فقہیہ نے اسی پر صاد ... بھی اسی پر دیا جانے لگا تو آخر ہم کس منہ سے دانشورانِ تحریف پیشہ سے یہ کہہ سکیں گے ... قرآن یا حدیث یا اجماع سے ثابت ہے لہٰذا اسے بدلنا حرام ہے۔ کیا وہ ہمارے ... ہیں گے کہ حضرتِ عمرؓ جیسے ثقہ اور راشد امیر المومنین نے اور جملہ معروف مکاتب ... حرام نہیں سمجھا تو تم کس کھیت کے بتھوے ہو جو ہمارے منہ آ رہے ہو۔

... محترم بزرگ کہ نصِ قطعی کے خلاف بھی اجتہاد کیا جا سکتا ہو اور غلط ہے کہ وہ ... ثابت ہو جس کے خلاف صحابہؓ اور مذاہبِ اربعہ نے اجماع کر لیا۔ آپ کو تفسیر ... سورج کے آگے چراغ جلانے کے مرادف ہے لیکن آپ اس وقت ایک ... رہے ہیں اس لئے دینِ حق کی صیانت اور علم و تحقیق کی آبرو کے تحفظ ... بھی کر ہی ڈالیں گے

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ	طلاقیں دو بار ہیں جن کے بعد یا تو
فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ	مطلقہ کو معروف طریقے پر روک لیا
اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ	جائے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دیا جائے۔

... آیت جسے آپ اپنے بیان کردہ مفہوم کے لئے نصِ قطعی قرار دے رہے ہیں۔ ... یقیناً علم ہو گا کہ کتنے ہی بڑے بڑے علمائے سلف نے مَرَّتَانِ کو اِثْنَتَانِ ... کہا ہے۔ یعنی طلاقیں دو ہیں جن کے بعد رجوع ہو سکتا ہے۔ ان کی رائے ... مراد مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ نہیں ہے۔ یعنی قرآن یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ دو طلاقیں ... مختلف وقتوں میں دی جانی ضروری ہیں ورنہ ایک ہی مانی جائیں گی بلکہ وہ یہ کہہ رہا

ـــــہے کہ رجوع کا حق صرف دو طلاقوں تک باقی رہتا ہے۔ اس سے کوئی بحث نہیں کہ یہ دُو طلاقیں بیک وقت دی گئی ہوں یا مختلف اوقات میں۔

بہت سے اہلِ علم کی اس رائے سے اختلاف تو ہو سکتا ہے لیکن یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ اس رائے کی کوئی گنجائش آیت میں نہیں ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ مولانا شمس پیرزادہ نے بھی اپنے مقالے میں بڑی جلد بازی کے ساتھ یہ طے کر دیا کہ لغتِ عرب کی رُو سے مَرَّتَان کے معنیٰ لازمی طور پر یہی ہو سکتے ہیں کہ دُو طلاقیں مختلف وقتوں میں دی گئی ہوں ـــــ ان سے گزارش ہے کہ اس بارے میں ہماری معروضات وہ بھی غور و متانت کے ساتھ ملاحظہ فرمالیں۔

مَرَّتَان یا مَرَّات کا استعمال عرب میں دونوں ہی طرح ہے۔ کبھی اس میں اختلافِ اوقات ملحوظ ہوتا ہے اور کبھی بالکل ملحوظ نہیں ہوتا۔ پہلی صورت کی مثال ضروری نہیں کہ اس پر تو اصرار ہی کیا جا رہا ہے اور ہم اس سے انکاری بھی نہیں۔ البتہ دوسری صورت کی دُو مثالیں قرآن ہی سے پیشِ خدمت ہیں۔

سورۂ قصص میں اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کا تذکرہ فرما رہا ہے جو پچھلی آسمانی کتابوں پر ایمان لائے تھے۔ اور جب قرآن ان پر پیش کیا گیا تو اس پر بھی ایمان لے آئے۔ ایسے لوگوں کے لئے بشارت دی جا رہی ہے کہ انھیں دوہرا ثواب دیا جائے گا۔ اس کے لئے الفاظ یہ استعمال فرمائے گئے۔ اُولٰئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ (آیت ۵۴) اسی طرح سورۂ احزاب میں فرمایا گیا کہ اے نبی کی بیویو!۔ اگر تم نے کوئی بے شرمی کا کام کیا تو تمھیں دوہرا عذاب دیا جائے گا۔ اور اگر شرم و حیا کی روش اختیار کی اور بھلے طور پر زندگی گزاری تو دوہرا اجر عطا کیا جائے گا۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے اوّلاً ضِعْفَيْنِ کا لفظ استعمال فرمایا یعنی دوگنا عذاب۔ اور ثانیاً مَرَّتَيْنِ کا اس سے بھی مراد دوگنا اجر ہے۔ (آیت ۳۰ و ۳۱)

بتایا جائے کیا ان دونوں مقامات پر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ مَرَّتَيْنِ سے مراد ہے کہ دو مختلف وقتوں میں اجر عطا کیا جائے گا۔؟

آپ اور ہم روزمرّہ کے طریق استعمال کو دیکھ لیں۔ فرض کیجئے آپ کسی دوست کے گھر جا کر کنڈی کھٹکھٹاتے ہیں۔ جواب نہیں ملتا۔ پھر کھٹکھٹاتے ہیں۔ صدائے برخواست۔ تیسری بار زور سے کھٹکھٹاتے ہیں تو

[illegible] باہر آتا ہے۔ آپ برملا فرماتے ہیں:۔

"[illegible] کنڈی پیٹی ہے جب جناب تشریف لائے ہیں۔"

[illegible] ایک ہی وقت اور مجلس کے تہرے عمل کو آپ نے "تین مرتبہ" سے تعبیر [illegible] اسی کا نام ہے ثَلَاثَ مَرَّات (تین مرتبہ) صرف دو بار پیٹی ہوتی تو اسے بلا تکلف [illegible] بھی کہہ سکتے ہیں اِثْنَتَانِ بھی۔ اسی طرح ایک استاذ سبق کے دوران دُو مرتبہ [illegible] سمجھا چکا ہے۔ دفعتًا ایک شاگرد اسی فقرہ کا مطلب پھر سے پوچھ بیٹھتا ہے تو استاد برملا کہتا ہے....

"[illegible] دُو مرتبہ تو سمجھا چکا ہوں پھر بھی تمھاری موٹی عقل میں نہیں آیا۔"

[illegible] ایک ہی وقت اور مجلس کے مکرر فعل و عمل کے لئے دُو مرتبہ (مَرَّتَيْن) [illegible] بولے گئے اور اس استعمال کو کوئی بھی اہلِ زبان غلط نہیں کہہ سکتا ـــــ مولانا [illegible] صاحب نے یہاں ایک منطقی نکتہ حوالۂ قلم فرمایا ہے:۔

"اگر کوئی مثال اجتماع کی پیش کی جا سکتی ہے تو وہ اعیان کی ہوگی نہ کہ افعال کی۔ کیونکہ فعل میں زمانۂ واحد میں "مَرَّتَانِ" کا اجتماع ممکن نہیں۔"

[illegible] "ن" کہہ کر مولانا نے گویا ان دُو آیات کا جواب پیشگی مہیا فرما دیا جو ہم نے [illegible] ان کہ اجر و ثواب بہرحال اعیان کے قبیل سے ہے۔ لیکن وہ یہ نظر انداز [illegible] کی منطقی تعریف کیا ہے۔؟ منطقی تعریف کی رو سے آپ بلاشبہ [illegible] وقت میں ایک ہی چانٹا مار سکتے ہیں لیکن پے در پے کتنی مارے چلے [illegible] استدلال قابلِ قبول ہو جائے گا کہ زمانِ واحد میں فعل کا تعدد ممکن نہیں۔ لہٰذا [illegible] پڑا ہے۔ مولانا سوچیں کہ زید اگر بیوی سے یوں کہتا ہے کہ میں نے میں نے تجھے طلاق دی۔ تو طلاق دینے کے فعل کا ارتکاب اس نے [illegible] لیا۔ بلکہ منطقی اعتبار سے دُو زمانوں میں کیا۔ پہلا زمانہ تو پہلے فقرے [illegible] دوبارہ اس فقرے کو دوسرے زمانے میں دوہرایا گیا۔ اس طرح وہ [illegible] اس پر لازم نہیں آتا جسے موصوف نے پیش فرمایا ہے۔

[illegible] ہے ذہنی جانب داری کا۔ کیا وجہ ہے کہ مولانا شمس کو قرآن میں [illegible] تو ملیں جن میں لفظ مَرَّات مختلف اوقات کے لئے استعمال ہوا ہے اور ان کو [illegible] مقالہ میں درج بھی فرما دیا مگر مذکورہ بالا آیات نہ ملیں جن سے یہ دعویٰ غلط ہو جاتا

تھا کہ مَرَّتَانِ یا مَرَّات جب بھی بولا جائے گا لازماً اختلافِ وقت ملحوظ ہو
یہی بات ہماری خلش کا باعث ہے کہ ذہنی صلاحیتوں کو کسی غیر جانب دار منصف کی ط
نہیں بلکہ جانبدار وکیل کی طرح استعمال کیا جا رہا ہے۔

بہرحال روئے سخن ہمارا مولانا اکبر آبادیؒ کی طرف تھا۔ ان سے عرض
جب آیت کا لفظ مَرَّتَان کے دو مفہوم علمی اعتبار سے ممکن ہیں تو کسی ایک مفہوم ک
قطعیّت اور نصّیت کا دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاس
تو علمِ کلام کا بنیادی ضابطہ ہے۔

دوسرے یہ کہ مَرَّتَین کا مطلب "یکے بعد دیگرے" مان لینے کے بعد بھی سوا
پیدا ہوتا ہے کہ "مختلف مجلسوں" کی قید آپ کہاں سے لے آئے۔ مجلسِ واحدہ طو
ہو سکتی ہے اور قصیر بھی۔ قصیر ترین مجلس میں بھی کوئی فعل یکے بعد دیگرے کیا جا
زید بیوی کو ایک طلاق دیتا ہے پھر اگلے منٹ یا دس منٹ بعد دوسری دے ڈال
مجلس تو نہیں بدلی مگر کیا وقت بھی نہیں بدلا اور کیا اس پر "یکے بعد دیگرے" کا اط
کرنے میں کوئی مانع ہے۔ یہ تو مَرَّتَین کے دونوں ہی مفہوموں سے صریح مطابق
ہو گئی۔ پھر آخر "اختلافِ مجلس" کی قید زائد از قرآن نہیں تو اور کیا ہے۔؟ آپ اس
کے لئے کتنے ہی علمائے فن کے حوالے لے آئیں وہ بہرحال اجتہاد ورائے
قبیل سے ہوں گے۔ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اختلافِ مجلس نصِ قطعی سے ثابت ہو
علمی حدود سے تجاوز نہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ آیت عام ہے اور یہ
اس کے دائرۂ اطلاق سے خارج ہے کہ دو طلاقیں ایک مجلس میں دی گئیں یا
مجلسوں میں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مجلس کی متعدد طلاقوں کو متعدد ہی ماننے پر صح
نے اجماع کر لیا اور جو گوناگوں دلائل انھیں اس رائے کے حق میں ملے انھیں آ
متصادم تصوّر نہیں کیا بلکہ آیت ہی کی تفسیر و ترجمانی کے زمرے میں رکھا۔

چوتھی مثال

محترم نے ارشاد فرمایا:۔

"طلاق حالتِ غضب میں نہیں دینی چاہئے۔"

کے لئے ابنِ قیم کی زَادُ الْمَعَاد کے حوالہ سے یہ حدیث پیش کی لَا طَلَاق
فِیْ اِغْلَاق۔ پھر مبرد کے حوالے سے بتایا کہ اغلاق کے معنیٰ ہیں—
"مجبوری"—— اور یہ کہ ابنِ قیمؒ نے اس کے معنیٰ غضب کے لئے
... ارشاد ہوا:۔

... اس ارشادِ نبویؐ کا مطلب یہ ہوا کہ غضب اور مجبوری کی حالت میں جو طلاق
... وہ طلاق ہی نہیں ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ کا مذہب یہی ہے اور اس کی
... نے جو شدائد برداشت کئے ہیں وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں۔"

محترم کے ذہن پر یہ جذبہ طاری نہ ہوتا کہ جس حد تک بھی ہو سکے طلاق کے وقوع کو
... تو وہ یقیناً محسوس فرماتے کہ میری یہ سطریں انتہائی مغالطہ انگیز بھی ہیں اور علمی اعتبار
... بھی۔

... "حالتِ غضب"، غصّے کی حالت کو کہا جاتا ہے۔ غصّے کے بہت سے اسٹیج
... کے لئے یہ لفظ بلاتکلّف استعمال کر لیا جاتا ہے۔ لیکن محترم یقیناً جانتے
... بلقہار نے "غضب" کے متعدد درجات تشخیص کئے ہیں۔ اور طے فرمایا
... میں طلاق بے شک نہیں پڑتی اور فلاں درجے میں یقیناً پڑ جاتی ہے حتّٰی کہ
... یا اور کوئی مجتہد و فقیہ۔ ایک بھی ایسا نہیں جس کا مذہب یہ رہا ہو کہ غضب کے کسی
... اسٹیج میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اگر یہ مذہب اختیار کر لیا جائے تب تو ہزاروں میں
... بھی شاید نہ پڑیں۔ کیوں کہ طلاق خوشی کا سودا تو ہے نہیں۔ یہ بالعموم حالتِ غضب
... جاتی ہے۔

... قیم جو کہیں اپنے استاذ ابن تیمیہؒ کی پیروی میں اور کہیں ذاتی اجتہاد کی بنا پر
... بلاتکلف اختلاف کرتے چلے جاتے ہیں وہ اگرچہ حدیث کے لفظ اغلاق
... تے ہیں مگر غضب کی تین اقسام بھی پیش فرماتے ہیں۔
... للطّلاق میں ان کے رسالہ طَلَاقُ الْغَضَبَان سے ان کا فرمودہ نقل
... غضب کے تین درجات میں سے صرف ایک درجے کو ایسا مانتے ہیں جس میں
... طلاق ہرگز واقع نہیں ہوتی۔ دوسرے درجے کے بارے میں ان کی رائے
... مذبذب نا محلِ غور ہے۔ اور تیسرے درجے کے بارے میں ان کا فیصلہ ہے

کہ لَا اِشکَالَ فِیْہِ یعنی اس درجے میں طلاق واقع ہوجانا یقینی ہے اور اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں۔

صورتِ مسئلہ جب یوں ہے تو مولانائے محترم خود انصاف فرمائیں کہ ان کی تحریر سے کچھ مغالطہ پیدا نہیں ہو سکتا ـــــــــــ یہ عذر عبث ہوگا کہ مقالہ اہلِ علم کی مجلس کے لیے اور اہلِ علم جانتے ہی ہیں کہ غضب کا وہ اسٹیج کون سا ہوتا ہے جس میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اوّل تو آج "اہلِ علم" بالعموم جس معیار کے پائے جارہے ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں سمیناروں میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہوتی کہ غیر اہلِ علم سامعین حاضرینِ مجلس نہ ہوسکیں۔ علاوہ ازیں یہ توقع کرنے کے معقول قرائن موجود تھے کہ مقالات منظرِ عام پر آئیں گے۔ مستزاد الفاظ کے صحیح ترین استعمال اور ایک ایک لفظ کے محتاط انتخاب کی جتنی ضرورت قانونی مباحث میں ہے اور کسی مبحث میں نہیں۔ طلاق کی بحث صریحًا قانونی بحث ہے لہٰذا ہر حال میں ایک ایک لفظ کا استعمال حزم و احتیاط کے ساتھ ہونا چاہیے تھا مگر نظر یہ آرہا ہے کہ غیر محتاط اور مغالطہ آفریں الفاظ کثرت سے استعمال ہورہے ہیں۔

تنگ دلی، بے چینی، مجبوری۔ ان میں سے ایک بھی لفظ ایسا نہیں ہے جو حدیث کے اِغْلَاق کا صحیح ترجمان ہو نہ ان میں سے کوئی لفظ غضب کے اس خاص درجے کی نشاندہی کرتا ہے جس میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ تنگ دلی اور بے چینی تو یکسر خارج از بحث الفاظ ہیں۔ حیرت ہے کس طرح یہ ممدوح کے قلم سے نکل گئے۔ لفظ "مجبوری" کسی درجے میں مرادِ حدیث سے قریب ہے مگر پوری طرح نہیں۔

اُردو میں "مجبوری" بڑا وسیعُ الاطلاق ہے زید دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ عورت شرط رکھتی ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دو۔ اگر نہیں دیتے تو میں تم سے نکاح نہیں کرتی زید ایسا نہیں چاہتا تھا مگر شرط سے بے بس ہوکر طلاق دے ڈالتا ہے۔ اس سے آپ پوچھیں کہ بھائی بیوی کو طلاق کیوں دی۔ بغیر اس کے ہی دوسری بیوی لا سکتے تھے۔ وہ جواب دے گا کیا کروں مجبوری تھی۔ عورت بغیر اس کے مان ہی نہیں رہی تھی۔

بتائیے کیا لفظ مجبوری کا اس طرح کے مواقع پر استعمال ہمارے یہاں عام نہیں؟ تو کیا ایسی مجبوری میں زید کی دی ہوئی طلاق بیوی پر واقع نہ ہوگی؟

اسی طرح مجبوریوں کی بے شمار نوعیتیں ہیں جن میں طلاق بلا اختلاف پڑتی ہے ...

... بھی صحیح نقل نہیں ہوا۔ ان کا مسلک یہ تھا کہ طلاق مُکرِہ واقع نہیں ہوتی اسی ... آزمائش جھیلی تھی۔

... وہ شخص ہے جس پر جبر کیا جائے کہ طلاق دے ڈال۔ اور جبر کی بھی مخصوص ... میں امام مالکؒ کہتے تھے کہ طلاق نہیں پڑتی۔ لفظ مجبُور اگرچہ "جبر" ہی سے ... مُکرہ کا مرادف کہا جاسکتا ہے۔ لیکن مولانا خوب جانتے ہیں اور ہر صاحبِ علم ... ہے کہ جہاں جہاں کسی شخص کو "مجبور" کہہ سکتے ہیں ضروری نہیں کہ وہاں وہاں ... کہہ سکیں۔

... اصطلاح ہے جو اپنے خاص حدود و قیود رکھتی ہے، جب کہ "مجبور" ایک عام ... طلاق میں بڑی وسعتیں ہیں۔ حتّٰی کہ کوئی شخص بیوی کی بدشکلی سے متنفر ہو اور ... سکتا ہے کہ کیا کروں دل سے مجبور تھا طلاق دینی ہی پڑی۔ یہاں کسی طرح ... مجبور" کو "مُکرِہٗ" کے ہم معنیٰ سمجھ لیا جائے۔ چنانچہ امام مالکؒ کے نزدیک ... طلاق بلا ریب واقع ہوجائے گی۔

... ش یہ کہ تفکّر کے ایک مخصوص رُخ پر بہتے ہوئے مولانا یہ ایسی عبارت ... عوام کے لئے حرام کے مواقع مہیّا کرتی ہے اور طلاق پلاسٹک کا کھلونا ... ہے۔

... مثال

... نہیں کہ ہم کس چیز کی مثالیں دے رہے ہیں۔ ہم اپنی اس خلش کے ... ہیں کہ مقالہ نگاروں نے بے لاگ علمی تحقیق کا التزام نہیں کیا بلکہ اپنی ... طبع کی حمایت و وکالت میں لگ گئے۔

... ہم اس سے بحث نہیں کر رہے ہیں کہ کون سا موقف صحیح ہے اور کون سا غلط ... ہیں کہ کوئی موقف اپنی جگہ صحیح بھی ہو تو اس کے لئے غلط قسم کے دلائل ... دلائل کو نظر انداز کرتے چلے جانا حق شعاری اور حقیقت پسندی کا مظاہرہ ...

... مقالات کے محلِ نظر گوشوں پر علمی نقد بھی ہمیں ان شاء اللہ کرنا ہے۔

لیکن موجودہ مرحلے میں صرف چند مثالیں یا نمونے ہی ہدیۂ ناظرین ہوجائیں تو کافی ہیں.

مولانا حامد علی صاحب ——— جو جماعتِ اسلامی کے رکن ہیں اور ہمارے بے تکلّف دوستوں میں ہیں۔ ابھی وہ ہمیں دہلی سے ڈاسنہ بھی کھینچ لے گئے تھے جہ[illegible] جماعت کے میرٹھ ڈویزن کا اجتماع تھا اور پہلی شب مشاعرے کے لئے مخصوص [illegible] ان کا مقالہ سب سے طویل اور عالمانہ ہے۔ بڑی محنت سے انھوں نے بہت سا مواد [illegible] کردیا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے زبانی بھی جتلا دیا تھا ان پر بھی بے لاگ تحقیق کے [illegible] اپنی ایک قائم شدہ رائے کی وکالت کا جذبہ اس حد تک طاری ہے کہ بعض مقامات پر وہ [illegible] پیچ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پانچویں مثال ہم ان کے ہی مقالے سے پیش کریں گے.

مشہور حنفی فقیہ اور مفسّر قرآن ابوبکر جصّاصؒ کے فرمودات پر شرح و بسط سے گفتگو کرتے ہو[illegible] مرحلہ آتا ہے جہاں جصّاصؒ اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ جب تم ایک وقت میں تین ط[illegible] دینے کو گناہ کا کام سمجھتے ہو تو یہ فیصلہ کیوں دیتے ہو کہ وہ واقع ہوجائیں گی۔ تمھیں کہنا چا[illegible] اس حرکت سے آدمی چوں کہ گناہ گار ہوتا ہے اس لئے تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں.

ان کا جواب یہ ہے کہ دیکھو اپنی بیوی کو ماں کہہ دینا جھوٹ (زور) ہے اور اللہ تع[illegible] قرآن میں صاف کہہ رہا ہے کہ جو لوگ ایسا قول کرتے ہیں وہ معصیت اور جھوٹ کے [illegible] ہوتے ہیں لیکن اسی کے ساتھ قرآن یہ بھی واضح کررہا ہے کہ یہ کارِ گناہ بے اثر اور کالعدم [illegible] بلکہ اپنا کام کرجائے گا اور جب تک شوہر کفّارہ ادا نہ کرلے بیوی سے صحبت ممنوع [illegible] کفّارہ بھی اسی جگہ قرآن نے بتادیا ہے کہ یا تو غلام آزاد کرے یا دو مہینے کے مسلسل رو[illegible] رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

جصّاصؒ کا یہ جواب اتنا مضبوط تھا کہ غیر جانبدار ذہن کو اس پر ٹھٹک جانا چاہئے [illegible] اپنی بات پر اڑے نہیں رہنا چاہیے تھا۔ مولانا حامد علی نے محض پیچھا چھڑانے کے انداز میں ذیل کی جوابی تقریر حوالۂ [illegible]

"" قرآن مجید نے جس بات کو منکرا ور زُور کہا ہے وہ یہ ہے کہ بیوی کو ماں کہا جائے یہ ایک ایسی بات ہے جو صریح عقل کے مطابق ہے اس کے باوجود عرب میں یہ طر[illegible] عورت کو اپنے اوپر حرام کرلینے کا تھا۔ قرآن مجید نے اس طریقے کو ممنوع نہیں قرار دیا بلکہ مشروع طریقے پر اسے باقی رکھا۔

اگلی آیات میں اس کے احکام بیان کئے اور ان سب کو حدود اللہ سے تعبیر کیا [illegible]

[illegible] غفورٌ سے یہ بات واضح کردی کہ اس میں معصیت کا جو پہلو ہے اللہ [illegible] معاف کرتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اللہ نے رجوع اور تلافی مافات کا [illegible] اور وہ عورت جو عرب جاہلیت کے رواج کی رو سے حرام تھی اللہ کے حکم سے [illegible] حلال ہونے کا راستہ نکل آیا۔ صورتِ زیرِ بحث میں معاملہ اس کے برعکس ہے [illegible] جاہلیت میں نہ طلاق کی کوئی حد تھی نہ رجوع کرنے کے لئے طلاق کی کوئی تعداد [illegible] اسلام نے طلاق اور رجوع دونوں کے احکام دیئے اور یہ بتایا کہ طلاق [illegible] ایک ہی دینا چاہئے۔ دو بار طلاق دینے تک رجعت کا حق باقی رہتا ہے [illegible] طلاق دینے پر ختم ہوجاتا ہے۔

[illegible] واضح کیا گیا کہ ایک بار میں تین طلاق دینا غیر مشروع اور معصیت ہے اب سوال [illegible] ایک بار میں تین طلاق دینے کا غیر مشروع طریقہ اختیار کرتا ہے اس کا [illegible] ؟ ۔ طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟۔ واقع ہوئی تو کتنی ؟ اس کی عورت [illegible] ہوئی یا رجعت کی گنجائش باقی ہے ۔ ؟۔"

[illegible] انصاف، فرمائیں کہ اس لمبی تقریر میں کیا جصّاصؒ کے استدلال کی کوئی کاٹ [illegible] ؟ مولانا حامد علی کوئی معمولی فہم کے آدمی نہیں۔ وہ اگر کسی اور کے یہاں [illegible] آرائی دیکھتے تو فوراً پکار اٹھتے کہ لکھنے والے نے یا تو جصّاصؒ کے استدلال [illegible] و منطق کے آداب سے وہ آشنا ہی نہیں یا پھر دانستہ وہ الفاظ کی ریل پیل [illegible] کو چٹکیوں میں اڑا دینا چاہتا ہے۔

[illegible] وقت کی تین طلاقیں بلاشبہ تین ہوتی ہیں یہ مذہب ابوحنیفہؒ کا بھی ہے اور شافعیؒ [illegible] کہ امام شافعیؒ کے نزدیک تو بیک وقت تین طلاقیں دینے والا گناہگار [illegible] امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گناہگار ہے۔ جصّاص گناہ ہگار ہونے کے وجوہ [illegible] کہنے والا اس پر کہتا ہے کہ جب یہ حرکت گناہ ہے تو اسے آپ مؤثر بھی [illegible] کہ ایک ہی طلاق پڑے گی تین اس لئے نہیں پڑیں گی کہ بیک وقت [illegible] خلافِ سنت ہے۔

[illegible] عرض کرتے ہیں کہ بھائی قانون میرے بنانے کی چیز تو نہیں ہے۔ میں کیسے فتویٰ [illegible] اللہ اور رسولؐ کے یہاں ایسی دیکھ رہا ہوں کہ فعل اگرچہ گناہ ہے مگر

مؤثر ہے۔ جیسے مثلاً حیض میں طلاق دینا گناہ ہے۔ مگر اللہ کے رسولؐ بتاتے ہیں کہ وہ واقع
ہے۔ اسی طرح بیوی کو ماں کہہ کر خود پر حرام کر لینا گناہ ہے مگر اس گناہ کی تاثیر قرآن میں صریحاً
مذکور ہے۔ بیوی واقعی حرام ہو جاتی ہے اور اس حرمت کو دور کرنے کے لئے متعینہ کفارہ ادا کرنا
ضروری ہو جاتا ہے اسی طرح تین طلاقوں کا معاملہ ہے کہ بیک وقت دینا ہے تو بدعت اور
سُنّت مگر تاثیر ان کی بہر حال زائل نہیں ہوتی اور رجوع نہیں کیا جا سکتا۔

اس قوی ترین استدلال کو مولانا حامد علی صاحب جس طرح چٹکیوں میں اُڑا رہے ہیں
آپ کے سامنے ہے اس کو رد کرنا اسی صورت میں ممکن تھا جب کہ مولانا مضبوط دلائل سے یہ
ثابت فرما دیتے کہ جو فعل شرعاً گناہ ہو وہ مؤثر بھی نہیں ہوگا اور اس پر احکام متفرع نہیں ہوں گے
مگر اس محوری نقطے پر نگاہ جما کر گفتگو کرنے کے بجائے وہ غیر ضروری گوشوں کی طرف دوڑ گئے

یہ کہہ دینا کہ صورتِ زیر بحث میں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کوئی منطقی معنی
نہیں رکھتا۔ یہ کہہ کر جو تفصیلات طلاق کے بارے میں موصوف نے پیش کی ہیں وہ برعکس
ہونے کا ادنیٰ بھی ثبوت نہیں۔ بس اس کا ثبوت ہیں کہ طلاق اور ظہار (بیوی کو ماں بہن
دو الگ الگ مسئلے ہیں جس طرح نماز اور زکوٰۃ دو الگ الگ مسئلے ہیں۔ اس امر واقعہ کا آخر
ہے جو ثبوت آرائی کی ضرورت پڑے۔

بیوی کو ماں کہنا صریح جھوٹ تھا اور جھوٹ کے گناہ ہونے میں کیا شک ہے پھر قرآن
نے اسے منکر کہہ کر اور بھی تصریح اس کے مکروہ و مذموم ہونے کی کر دی۔ اب جب مولانا
کرتے ہیں کہ قرآن نے اس طریقے کو ممنوع قرار نہیں دیا تو یہ دراصل یہ تسلیم کرنا ہے کہ جو فعل
گناہ اور مُنکر ہوا سے اللہ بھی مؤثر ضرور قرار دیتا ہے۔ اگر وہ مؤثر نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ ارشاد
کہ اہلِ عرب بیوی کو ماں کہہ کر صریح جھوٹ بات کہتے ہیں لہٰذا اسے بے نتیجہ اور عبث اور
سمجھو اس سے زن و شوہر کے تعلق کا جواز قطعاً متاثر نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ تو صاف کہہ رہا
یہ اپنا اثر کر گیا اب تم اس اثر کو زائل کرنے کے لئے فلاں کفّارہ ادا کرو۔ نہیں کرو گے تو
تعلق کا معطّل شدہ جواز بحال نہ ہوگا۔

ٹھیک اسی طرح طلاق کا معاملہ سمجھئے۔ یہ طلاق رشتۂ نکاح کو کاٹ دینے کا سبب قرار دی
گئی۔ پھر ازراہِ بندہ نوازی یہ رعایت فرمائی گئی کہ ایک یا دو طلاقوں تک تم رجوع کر سکتے ہو
تین طلاقوں کے بعد بھی دوبارہ نکاح حلال ہو سکتا ہے اگر یہ مطلقہ کسی اور کی زوجیت میں آکر

بیک وقت تین طلاقیں دیتا ہے تو امام شافعیؒ تو اسے گناہ بھی نہیں
یہ ہے کہ اس کا گناہ ہونا نصِّ قطعی سے ثابت نہیں۔ مگر احناف متعدد
سے گناہ مانتے ہیں۔ اب کیا گناہ ہونے کے باوجود اسے اسی طرح مؤثر اور
ہے۔ جس طرح بیوی کو ماں کہنا کذبِ صریح ہونے کے باوجود مؤثر ہوا۔ اسکے
ایک بھی فقیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ قول منکر و مذموم نہیں ہے۔ پھر بھی اس کا زوجین
ہونا مسلّم رہا تو آخر تین طلاقوں کے یکبارگی دینے کا فعل غیر مؤثر کیسے رہ سکتا ہے
ہونا متفق علیہ بھی نہیں ہے۔

اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ سے یہ تأثّر دینا چاہا ہے کہ بیوی کو ماں کہنا تو
کیوں کہ اس کے معصیتی پہلو کو اللہ معاف فرما رہا ہے لہٰذا اس کا مؤثر ہونا
کی نظیر نہیں بن سکتا کیوں کہ اس کی معافی کا کوئی اعلان نہیں ہوا ہے۔
سے لاحاصل ہے۔ ایک یوں کہ آیت بیانیہ ہے اور فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ
اپنے اوپر حرام کرتے رہے ہیں وہ اگرچہ کذبِ صریح کے مرتکب ہوئے ہیں
اور بخشش والا ہے اس لئے انھیں معاف کرتا ہے۔ اس سے یہ واضح
بھی جو لوگ یہ حرکت کرتے رہیں گے وہ پیشگی معاف کر دیئے گئے۔ پچھلوں کا
معافی کے لائق ٹھیرا کہ انھیں دین کا علم پہنچا ہی کب تھا اب اللہ کا آخری رسولؐ
ساتھ انھیں ہر طرح کی تعلیم دے رہا ہے لہٰذا ان کا قبولِ اسلام کر لینا
لے قصوروں کو معاف کر دیا جائے۔ یہ طے کر دینے کی کوئی وجہ نہیں
رام کرنے کا یہ طریقہ آج کے بعد سے بے عیب اور خالی از کراہت طریقہ
یہاں گرفت ہو ہی نہیں سکے گی۔ یہ سمجھ لینا کہ اللہ نے اس کی ایک مشروع
اس لئے جھوٹ، جھوٹ نہ رہا اور مُنکر معروف بن گیا محض مغالطہ ہے جو
ضابطے کے تحت نہیں آتا۔
زد ہوں ان کا کفّارہ ادا کرنے کے بعد تو یہ اطمینان کیا جا سکتا ہے کہ
پکڑ نہیں ہوگی۔ جیسے حج کی متعدد جنایتیں، یا جیسے کسی معقول عذر
کرنا۔ لیکن جو گناہ ارادۃً کئے جائیں ان کا قانونی کفّارہ ادا کرنے کے بعد بھی

یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ کے یہاں کی باز پُرس اب نہ ہوگی، وہ عَفُوٌّ غَفُوْرٌ تو منتقم و قہار بھی ہے۔ بیوی کو ماں کہنا جب قرآن کی صراحت کے مطابق قابلِ نکیر فعل یہ معلوم ہو جانے کے باوجود کوئی مسلمان اس کا مرتکب ہوتا ہے تو اگرچہ کفّارہ ادا کرنے کے بعد بیوی حلال ہو جائے گی مگر یہ گارنٹی نہیں ہے کہ عنداللہ وہ قطعًا مسئول نہ ہو۔

کتنے ہی صحابہؓ کی بعض غلطیوں پر قرآن میں سرزنش آئی ہے اور پھر انھیں معافی ہوئے اللہ نے ایسے ہی الفاظ نازل فرمائے ہیں۔ اللہ غفور ہے۔ رحیم ہے۔ ر ہے۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اب کوئی بھی ان غلطیوں کا ارتکاب کرتا رہے احتسا بچا رہے گا۔ ظاہر ہے کہ بالکل نہیں تو پھر ظہار کے بارے میں اللہ کا کچھ قانونی احکام نازل کر یہ معنیٰ نہیں رکھتا کہ اس حرکتِ ناشائستہ کی قباحت ختم ہی ہوگئی۔

دوسرے یوں کہ اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ کا یہ مطلب بھی تو ہو سکتا ہے کہ بیوی کو ماں کہہ تم نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہے جس کے بعد تمھاری بیوی مرتے دم تک تمھارے حرام رہے تو بے جا نہیں لیکن یہ اللہ کی رحمت و شفقت ہے کہ اس نے محض کفارہ ادا تمھیں پھر سے قیامِ تعلق کا موقعہ دے دیا۔

یہ مطلب لینے میں کوئی نحوی قاعدہ مانع نہیں۔ کوئی زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے بہتر اور دل لگتا مطلب تو وہی ہے جو مولانا حامد علی صاحب بیان کر رہے ہیں۔ چلیے مگر دوسرے مطلب کا احتمال بہر حال مسلّم، لہٰذا مولانا کا استدلال مشکوک رہے گا۔ اس قطعیت نہ آسکے گی۔

رہا یہ کہنا کہ —— "دوسری اہم بات یہ ہے کہ اللہ نے رجوع اور تلافی مافات بتایا" تو اس سے بھی جصاصؒ کے استدلال پر حرف نہیں آتا۔ کیا طلاق کے بعد رجوع اور تلافی مافات کا طریقہ نہیں بتایا۔ یہاں تک کہ تین طلاقوں کے بعد بھی وہ فرماتا کہ اب زندگی بھر کوئی صورتِ تعلق کی ممکن ہی نہیں حلالہ اس کو ممکن بنانے والا عطا فرما دیا۔ حالانکہ ہر صاحبِ علم جانتا ہے کہ بعض صورتوں میں ایک عورت کسی کے لیے ہمیشہ کو حرام ہو جاتی ہے۔ جیسے ساس یا بیوی کی بیٹی۔

اللہ چاہتا تو مغلظ طلاق پانے والی عورت کو بھی اسی زمرے میں رکھ دیتا۔ مگر تلافی کا امکان باقی رکھا۔ لہٰذا کیا جوہری فرق ہوا، ظہار و طلاق کے زیرِ بحث پہلو

اُتر جائیے اگر ذہن واقعی غیر جانب دار ہے تو آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے تقریر جواب حقیقۃً جواب نہیں ہے۔ بلکہ اس تحت الشعوری خواہش کی کو ہر قیمت پر ضیق میں ڈال دیا جائے اور اپنے موقف کو برحق یا اَقوے جائے۔

چھٹی مثال

یہیں کچھ سطور بعد محترم دوست لکھتے ہیں:۔

ک بار میں تین طلاق کو طلاقِ مغلظہ بائنہ قرار دیتے ہیں سوال ان سے ں کے اس فتوے کا مآخذ کیا ہے؟"

ح طور پر ایک ایسی ذہنی جھلاہٹ کا غماز ہے جس کا علمی بُرد باری سے کوئی جملہ ائمہ اور کثیر ترین علمائے خلف اس فتوے کے علمبردار ہیں۔ ہزاروں ں پھیلی ہوئی ہیں، بال بال کی کھال نکالی جاچکی ہے۔ پھر بھی اگر ہمارے یہ سوال ابھر آتا ہے تو تجاہلِ عارفانہ کے سوا اسے کیا کہیں گے حالانکہ علمی عارفانہ غیر سنجیدگی کا نام ہے۔ اس طرح کا سوال ایک کچوکہ ہے جو فریقِ ثانی ہے۔ ایک چٹکی ہے جو قدرے مذاق کے انداز میں لی جا رہی ہے —— وہی بھر روئے اور ایک بھی نہ مرا۔ فقط ایک مرا تھا وہی صبح اٹھ کر بھاگ گیا۔

موصوف مزید فرماتے ہیں:۔

ہے کہ یہ حکم کم از کم قرآن سے ثابت نہیں ہے۔

مگر کیا قرآن سے اس کے خلاف ثابت ہے؟۔ کیا قرآن میں کہیں یہ ایک مجلس میں دو گے تو وہ نہیں پڑیں گی؟ بہت سے بہت لفظ مَرَّتَانِ ہے کہ دو طلاقیں دو مرتبہ میں ہونی چاہئیں۔ اس پر ہم بحث کر چکے۔ بہتیرے علمائے سلف اسے اِثْنَتَان کے معنیٰ میں لیتے ہیں اور خود یہ لفظ دوہرے اور دُگنے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے نہ کہ دو مرتبہ م "دومرتبہ" ہی ترجمہ فرما لیجیے تو اس سے دو مجلس نکالنا بہر حال آپ کا ان قرآنی۔ دو بار طلاق کا جملہ دہرایا جائے تو کیا وجہ ہے کہ اس پر

دوبار (مرّتان) کا اطلاق نہ ہو جب کہ پہلا جملہ منھ سے نکلتے ہی ماضی کا سرمایہ بن گیا
جملہ زمانۂ حال میں دوہرایا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک وقت کی تین طلاقوں کا ایک ہو
قرآن کی کسی آیت سے اشارۃً بھی مستفاد نہیں، ہاں تین ہونا اشارۃً نکلتا ہے۔ جیسا
لفظی تجزیئے سے ظاہر ہے اور اجماعِ صحابہؓ اس اشارے کی صحت کا مضبوط قرینہ

اب ایک بار پھر محترم موصوف جصّاصؒ کا رد بایں طور فرماتے ہیں :۔

”اس سلسلہ میں ظہار کی مثال دینا صحیح نہیں ہے۔ ظہار کے قول منکر وزُور ہونے کے باوجود عرب جاہلیت کی رکاوٹوں کو اللہ نے دور فرما دیا اور حرام عورت کو حلال کرنے کا طریقہ اہلِ ایمان کو بتایا۔ مگر یہ حضرات طلاق کے سلسلے میں اس سہولت کو جو قبل از اسلام لوگوں کو حاصل تھی اور جسے قرآن نے ختم نہیں کیا ختم کرنا چاہتے ہیں اور ظہار کی مثال دیتے ہیں۔“

اس عبارت کی نقل ضروری نہیں تھی کیوں کہ اس میں جو جواب جصّاصؒ کو دیا جا رہا
اس کی حقیقت ہم واضح کر چکے مگر اس لئے ہم نے اسے بھی نقل کر دیا کہ کہیں موصوف یہ
نہ کر بیٹھیں کہ ہیں نے دوسرے دہلے میں جو جواب دیا تھا اسے تو نالائق عامرؔ عثمانی نے
ہی کر دیا۔

نیز اس لئے بھی نقل کر دیا کہ یہ عبارت اپنے الفاظ اور دروبست کے لحاظ سے اور
کھا رہی ہے کہ جذباتی خروش نے علمی متانت کو داغ داغ کر دیا ہے۔ ذرا ہمارے
ہی انصاف فرمائیں کہ ”یہ حضرات“ کا مصداق کون لوگ ہیں اور اسلام کی دی ہوئی
سہولت کو ختم کرنے کی جسارت کا رسوا کن الزام کن کن پر عائد کیا جا رہا ہے۔ کیا خو
ہی یہ نہیں جانتے اور مانتے کہ حضرت عمر فاروقؓ سمیت جملہ صحابہؓ اور چاروں ائمہؒ او
علمارِ حق اس ”جسارت“ کے مرتکب ہیں۔ تو کیا اس مقدّس کاروانِ اتقیار کی طر
جارحانہ اشارہ علمی سنجیدگی کے دائرے میں آسکتا ہے۔ جوش کا طوفان ہوش کی حد
کر گیا۔ کاش دماغ ٹھنڈا رکھا گیا ہوتا۔

جہاں تک عبارت کی استدلالی حیثیت کا تعلق ہے وہ پچھلی تقریر جواب ہے۔ مخا
نہیں۔ ظہار کے بعد اللہ نے عورت کو حلال کرنے کا طریقہ اہلِ ایمان کو بتایا تو کیا طلا
کے بعد حلال کرنے کا طریقہ نہیں بتایا۔ ظہار کے بعد تو اچھا خاصا کفارہ بھی ہے جس

ہوتی۔ دُو ماہ کے مسلسل روزے یا ساٹھ مسکینوں کا کھانا۔ مگر ایک اور بُو
ع کے لئے اللہ نے کوئی کفارہ بھی نہیں رکھا۔ حالانکہ ظہار کی طرح
تعلق سے دست برداری کا اعلان ہے۔ پھر تین کے بعد اگرچہ مرد اس کا
رہا تھا کہ رجوع کر سکے مگر پھر بھی اللہ نے یہ گنجائش دے ہی دی کہ عورت
شادی کر کے بیوہ ہو جائے تو تعلق کی تجدید کی جاسکتی ہے۔

ان خداداد سہولتوں میں سے کسی سہولت کو ختم کرنے کی ناپاک خواہش کا
نے یا ان کے کفش بردار ہم اخلاف نے کب کیا ہے۔؟
فرما دیا کہ ”طلاق کے سلسلے میں جو سہولت قبل از اسلام لوگوں کو حاصل تھی
ختم نہیں کیا۔“ — کاش فہم و علم دونوں کو لگام دی جاتی۔ قبل از اسلام
طلاقیں دے کر رجوع کر لیتے رہتے اور عورت غریب اَدھر میں لٹکی رہتی۔
کا کوئی عدد ایسا نہیں تھا جس کے بعد شوہر کا حقِ رجوع ختم ہو جاتا۔ کیا قرآن نے
سہولت کو باقی رہنے دیا۔؟ — اور کیا واقعی اس ظلمِ مبین کو ”سہولت“ کا —
بھی دیا جا سکتا ہے۔؟

کا اس پر اتفاق ہے آیاتِ طلاق نازل ہی ہوئی ہیں اس ظالمانہ روش
جسے عرب کے مردوں نے اپنے لئے سہولت قرار دے رکھا تھا
اس سہولت کے پائے استبداد تلے کچلی جا رہی تھی۔ قرآن کہتا ہے کہ
حق رجوع بس دُو طلاقوں پر ختم ہو جاتا ہے تیسری دی اور ہمیشہ کو چھٹی ہوئی۔
نکاح بھی نہیں کر سکتے۔ اِلّا یہ وہ کہیں اور نکاح کرے۔ اور پھر بیوہ بنے
دوست سوچیں کہ کیا قرآن نے قبل از اسلام والی ”سہولت“ کو باقی رہنے دیا
اور یہ سوچیں کہ جو کچھ قرآن نے کیا آخر اس سے زیادہ حضرت عمرؓ اور
اتفاق کرنے والے صحابہؓ و ائمہؒ نے کیا کر ڈالا جسے آپ برملا الزام بنا کر
ہیں۔

اگر ایسا ہوتا کہ قبل از اسلام لوگ بیک وقت متعدّد طلاقیں دے کر رجوع کیا
قرآن بھی یہ اعلان کر دیتا کہ ایک وقت میں خواہ کتنی ہی طلاقیں دو، رجوع کا
تب یہ الزام درست ہو سکتا تھا کہ فلاں گروہ ایک وقت کی متعدّد طلاقوں کو

متعدد ہی مان کر قرآن کی دی ہوئی سہولت ختم کر رہا ہے۔ مگر ایسا تو دور دور بھی نہیں۔ قرآن
یہ صراحت کئے بغیر کہ متعدد طلاقیں بیک لفظ دی جائیں یا الگ الگ اور مجلس واحد میں
یا مختلف مجلسوں میں حکم نافذ فرمادیا کہ دو طلاقوں تک رجوع ممکن ہے اس کے بعد نہیں فلاں فلاں
اسی حکم کو سینے سے لگائے پھر رہے ہیں۔ انھیں قرآنی سہولتوں کا دشمن اور بیری قرار دینا
روایتِ قلم اور کثافتِ فہم ہے۔ علم و تحقیق نہیں۔

ساتویں مثال

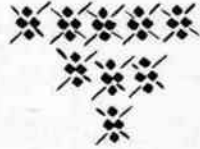
ہمارے دوست فرماتے ہیں:۔

"ایک شخص ایک مجلس میں تین کیا ہزار طلاقیں دے سکتا ہے۔ لیکن کیا یہ سب طلاقیں واقع ہو جائیں گی؟۔ تین سے زیادہ طلاق واقع ہونے کا کوئی قائل نہیں ہے اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایک بار میں ایک سے زائد طلاق واقع نہ ہوگی۔"

یہ بھی فقط کج بحثی ہے جسے ہمارے دوست بھی کج بحثی ہی مانتے اگر مرتکب کوئی اور ہوتا
قرآن نے طے کر دیا کہ تیسری طلاق وہ تلوار ہے جو رشتۂ نکاح کی رگِ گلو کاٹ ڈالتی ہے تو
حیات کا درجہ ہی کون سا رہ گیا جسے ذبح کرنے کے لئے مزید تلوار کی ضرورت محسوس کی
سر دلاش پر گولیوں کی بوچھار کی جائے تو کون ان گولیوں سے دلچسپی لے گا۔ ذی روح
اجسام کے بارے میں تو یہ امکان بھی ہو سکتا ہے کہ قتل یا ذبح کے بعد آپ ان کا قیمہ بنا
نیت سے تلوار یا چھری کو مزید حرکت دیئے جائیں۔ لیکن نکاح اجسام میں نہیں معنی و مفہوم
کے قبیل سے ہے۔ اس کا رشتہ جب مکمل طور پر کٹ گیا تو اب قیمہ بنانے کا یا تکا بوٹی کرنے کا
سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا تین سے زیادہ طلاقوں کے وقوع کا قائل ہو کر کوئی کیا کرے گا
اور کس کے دماغ میں پھوڑا ہے کہ لایعنی شئ کو اہمیت دے۔ تین طلاقیں اس رشتے ہی کو فنا
کر دیتی ہیں جسے منقطع کرنے کے لئے لفظ طلاق مقرر ہوا ہے۔ جب محلِ وقوع ہی نہ رہا تو مزید
طلاقیں واقع کہاں ہوں گی اور یہ بحث ہی کہاں اٹھے گی کہ ان کے وقوع کا کوئی قائل ہے یا نہیں
اس کے برخلاف ایک دو طلاقیں رشتۂ نکاح کو فنا سے ہم کنار نہیں کرتیں۔ بس اس
حد تک کاٹ دیتی ہیں کہ لب لگائیے اور جوڑ لیجئے۔ ابھی مزید طلاق کا محلِ وقوع باقی
ہے

شکلِ اول کو نظیر بنانا مجادلہ اور مکابرہ تو ہو سکتا ہے برہان نہیں۔

بھی متعدد ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیمینار کے تقریباً تمام شرکا رِ خالصۃً
لئے نہیں بلکہ ایک پہلے سے پسند کی ہوئی رائے کو حق بجانب ثابت کرنے
ہوئے تھے ان کے حسنِ نیت میں شک ہم نہیں کرتے۔ وہ یقیناً ملت کے
ح کے دلدادہ تھے ان کی عام قابلیت بھی مسلّم۔ لیکن ان اوصافِ حمیدہ
کو صحیح سمت میں کارفرما کرنے والی وہ واحد شئے جسے بے لاگ تحقیق اور
سے تعبیر کرتے ہیں موجود نہیں تھی اسی لئے وہ اپنی رائے کے صرف روشن و
سکے۔ تاریک و مضر پہلوؤں پر ان کی نظر نہیں گئی۔ حد ہے کہ انھوں نے حضرت
تمام صحابہؓ کو اور ائمۂ اربعہ سمیت بے شمار اساطینِ فقہ کو ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا
فرمایا کہ یہ ہم کیا کر رہے ہیں۔
فریقِ مخالف کی حیثیت میں نہیں کی۔ ہمارا منشا صرف یہ احساس دلانا
و مذہب اگر حق بجانب بھی ہو تو اس کے لئے فاسد یا بے اصل یا مضرت
ٹھیک نہیں ہے۔
تمام مقالات کے ضروری اجزاء سامنے رکھ کر یہ دکھلانے کی کوشش کرینگے
پسند فرمودہ مسلک و مذہب فی نفسہٖ حق بجانب بھی نہیں ہے۔ اللہ ہمارا
ہمارے قلم کو کجروی سے محفوظ رکھے۔ آمین



علم ہے خاک بسر، زخم بہ دل، آہ بہ لب
جہل نے سر پہ سجائی ہے کلاہ و دستار

تینؔ طلاقوں کا مسئلہ تنقید کی کسوٹی پر

بحثِ اوّل

گزشتہ صفحات میں آپ دیکھ چکے ۔ جن سے دؔو اور دؔو چار کی طرح واضح ہوتا تین طلاق کے سیمینار والے مقالہ نگار حضرات کس طرح یہ تہیہ کئے ہوئے ہیں کہ جو را... انھوں نے قائم کر رکھی ہے اسے ہر قیمت پر صحیح باور کرا دیا جائے خواہ علم و تحقیق کا کتنا خون کرنا پڑے ۔

اب ہم ان مقالات کے بعض دوسرے گوشوں پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں تاکہ صحیح ... نکھر کر سامنے آجائے اور ہم اپنے فریضے سے سبکدوش ہو جائیں ۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا سب سے پہلا مقالہ مولانا سعید احمد اکبرآبادی کا ہے ۔ موصوف ... بعض دلائل کی حیثیت آپ کے سامنے آ ہی چکی اب بعض اور دلائل کا جائزہ لیا جاتا ... ممدوح نے ارشاد فرمایا :-

”ایک حدیث جس کی اسناد امام مسلمؒ کی شرط پر ہے ۔ اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دی ہیں تو آپ غیظ و غضب کی حالت میں کھڑے ہو گئے (اَیُلْعَبُ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَاَنَا بَیْنَ اَظْھُرِکُمْ ، (کیا ابھی جبکہ میں تم لوگوں میں موجود ہوں کتاب اللہ سے اس طرح کھیلا جائے گا ۔)

بس اتنا کہہ کر ممدوح نے ایک اور روایت پر گفتگو شروع کر دی ہے جسے ہم آ... زیرِ بحث لائیں گے ۔ فی الحال اس پر کچھ عرض کرتے ہیں ۔ ——————— انھوں نے

... کو تقویت پہونچانے کے لئے پیش کی ہے کہ ایک وقت کی تین طلاقیں ... ہوتی ہے ۔ لیکن نہ جانے کیوں یہ تک بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ یہ روایت ... سے لی ہے ۔ حالانکہ آگے جو روایات وہ مسند احمد سے لے رہے ہیں ... رہے ہیں ۔ اس سے کچھ ایسا اندازہ ہوا کہ حدیث کا یہ فقرہ بس ان کی یادداشت ... بطور ماخذ سامنے نہ تھی جس کا حوالہ دیتے ۔

...ض کرتے ہیں کہ یہ حدیث نسائی شریف میں آئی ہے اور مشکوٰۃ میں بھی نقل ... صحاح میں اس کا کہیں وجود نہیں ۔ فنی نقص اس میں یہ ہے کہ جو صحابی ... رسول اللہ صلعم سے روایت کرتے ہیں ان کے بارے میں حافظ ذہبیؒ اور امام ... رجال کے ائمہ نے یہ تصریح کی ہے کہ وہ صحابیؓ صرف اس لئے شمار کئے گئے ... وسلم کے عہدِ مبارک میں پیدا ہوئے تھے اور ان کی نگاہیں حضورؐ کے دیدار سے ... لیکن حضورؐ سے بات چیت کا بھی موقعہ میسّر آیا ہو، یہ ثابت نہیں ۔ نہ قیاسًا ... ہیں ۔ پھر بتائیے اس روایت کو مرفوع کون مانے گا اور اس سے حجت ... گا ۔ ؟

... اس میں یہ ہے کہ خود امام نسائیؒ اسے درجِ کتاب کرنے کے بعد ... اَحَدًا رَوَاہٗ غَیْرَ مَخْرَمَۃَ بِنْ بُکَیْرٍ عَنْ اَبِیْہِ وَقَدْ قِیْلَ اِنَّہٗ لَمْ ... معلوم نہیں کہ سوائے مخزمہ بن بکیر کے کسی نے اسے روایت کیا ہو اور کہا گیا ہے کہ اس نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سنا ۔)

... کی تخریج کرنے والے محدّث خود اس پر بے اعتمادی کا صاف اعلان ... اعتمادی کی وجہ بھی مضبوط ہے ۔ سوائے مخزمہ راوی کے اسے کوئی روایت ... اسے اپنے باپ سے روایت کرتا ہے ۔ حالانکہ واقفانِ حال نے یہ کہا ... اپنے باپ سے کچھ سننے کا موقع نہیں ملا ۔ ہو سکتا ہے اس کی کم عمری ہی ... ہو ۔ یا ہو سکتا ہے دونوں میں زندگی بھر بُعدِ مکانی حائل رہا ہو ۔ بہر حال ... کی کتبِ صحیحہ میں سے صرف نسائی میں پائی جا رہی ہے اور امام نسائیؒ خود ... مان ہیں اسے ایک اہم اور معرکۃ الآرا بحث میں مولانا موصوف کا اٹھا کر ... کن فقرہ بھی لکھ دینا کہ ”جس کی اسناد امام مسلمؒ کی شرط پر ہے“ خدا

جانے احساسِ ذمہ داری کی کس سطح سے تعلق رکھتا ہے ۔ یہ فقرہ بجائے خود فنّی اعتبار
بحث ہے ۔

امام مسلم رح یہ ضرور کہتے ہیں کہ ثبوتِ سماع شرط نہیں ہے ۔ مگر وہ یہ نہیں کہتے کہ عدم کا ثبوت مل جائے تب بھی حدیث صحیح مانی جائے گی ۔ یہاں امام نسائی حرف ق ... کرکے یہ خبر دے رہے ہیں کہ قِيلَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ یہ تو عدمِ سماع کا اثبات ثبوتِ سماع کا عدم ۔ عام آدمی اس فرق کو نہ سمجھے ۔ لیکن کیا مولانا جیسا زیرک عالم بھی : بات بالکل اور ہے کہ زید کا بکر سے سننا ثابت نہ ہو ۔ اس صورت میں امام مسلم رح حدیث نہیں کرتے ۔ لیکن جب یہ ثابت ہو رہا ہو کہ زید نے بکر سے سنا ہی نہیں ہے ۔ اور ہم انداز میں روایت بیان کر رہا ہے گویا اس نے بکر سے سنا ہے تو اسے تدلیس کہیں میں شامل ہے اور اکثر حالتوں میں روایت کو پایۂ اعتبار سے گرا دیتی ہے ۔

ان دو فنی خامیوں کی موجودگی میں اس روایت سے استدلال محققانہ طریق نہیں اور دیکھئے ۔ اس روایت میں حضور م کے غصے کا ذکر ضرور ہے مگر یہ ذکر نہیں کہ آپ ان تین طلاقوں کو ایک قرار دے دیا ہو ۔ یا کالعدم ٹھیرا دیا ہو ۔ اللہ کے تعلیم فرمودہ طریقے کو چھوڑ کر ایک وقت میں تین طلاقیں دے ڈالنا بات ہی غصے کی تھی لیکن غصہ کو اس وقت بھی آیا تھا جب عبد اللہ ابن عمر رض نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں ایک طلاق دی تھی ۔ اس حدیث کا ذکر بعض مقالات میں بھی موجود ہے اور صاحبِ مشکوٰۃ نے اسے بخاری و مسلم سے نقل کیا ہے ۔ الفاظ یہ ہیں فَتَغَيَّظَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ پس حضور ﷺ کو اس بات پر غصہ بجا تھا کیوں کہ یہ فعل ہدایتِ شرعی کے خلاف کیا گیا تھا لیکن تمام اہلِ علم کو معلوم ہے کہ طلاق کو آپ نے کالعدم نہیں ٹھیرایا بلکہ واقع مانا اور ابن عمر رض نے اس سے رجوع کیا ۔ جمہور علمائے حق اس پر متفق ہیں کہ حالتِ حیض میں طلاق پڑ جاتی ہے تو کیا اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا غلط ہوگا کہ تین طلاقوں کے بیک وقت دیئے جانے پر حضور ﷺ کا غصہ واقع ہو جانے میں حائل نہیں ہوتا ۔ روایت میں یہ نہیں کہا گیا کہ غصے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ تین طلاقیں نہیں پڑیں حقیقت میں آپ ﷺ کو غصہ آتا ہی نہیں اگر تین طلاقیں بس ہوتیں ۔ فعلِ عبث پر غصہ آنا زیادہ قرینِ قیاس نہیں ہو سکتا ۔ غصہ آیا ہی اس لئے کہ اللہ کی ہدایت کے خلاف تین طلاقیں دے ڈالیں اور اس کا موقعہ کھو دیا کہ غصہ اتر ...

... کے غصہ کا ذکر کرکے اس طرح بات گول کر دینا گویا غصہ ثبوت ہے اس بات ... ی ہوں مغالطہ دینا ہے جب کہ ابنِ عمر رض والی صحیح و مسلم حدیث اعلانیہ کہہ رہی ... کے باوجود طلاق پڑنے سے رُکی نہیں ۔ وہ تو ایک دی تھی اگر تین دی ... ور پڑ جاتیں ۔

بحث ثانی

مولانا تحریر فرماتے ہیں :۔

... حنبل میں حضرت عبد اللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رکانہ بن ... اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں اور پھر ان کو اس کا شدید غم اور صدمہ ... حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ۔ "تم نے طلاق کسطرح دی" ... دیا "میں نے تین طلاقیں دی ہیں ؟" آپ ﷺ نے پھر دریافت فرمایا "کیا ایک ... انہوں نے جواب دیا جی ہاں ، ایک مجلس میں ۔ اب آپ ﷺ نے فرمایا "تو یہ تو ایک طلاق ہوئی تم اسے واپس ... اس ارشادِ نبوی ﷺ کے مطابق میں نے رجوع کر لیا ۔ اس روایت کو نقل کرنے ... امام احمد رح فرماتے ہیں کہ اسی روایت کی روشنی میں حضرت عبد اللہ ابن ... ئے یہی تھی کہ طلاق ایک ساتھ نہیں بلکہ طہر میں الگ الگ ہونی چاہیئے ۔ ... ق سُنّت بھی ہے :۔

... ہے کہ یہ حدیث رکانہ فقط ایک مسند احمد ابن حنبل ہی میں تو نہیں آئی بلکہ ابو داؤد ... اور دارمی میں بھی آئی ہے اور شارحینِ حدیث میں امام نووی رح جیسے بلند پایہ شارح ... مسلم میں بھی اس پر کافی لکھا ہے اور دیگر علماء بھی اس پر تفصیلی گفتگو کرتے چلے آرہے ... حق کا تقاضا یہی تھا کہ سب کتابوں اور ائمہ فن کی وضاحتوں کو نظر انداز کرکے فقط ... اٹھا کر اس طرح اس کا ترجمہ کر دیا جائے گویا اپنے دعوے کے حق میں کوئی بالکل ... لے آئی گئی ہے ۔ ——— ہم ابھی عرض کریں گے کہ تحقیق کی روشنی میں ... کیا پوزیشن ہے ۔

... ہے کہ اگر واقعی معاملہ اتنا ہی صاف ہوتا جتنا مولانا باور کرانا چاہتے ہیں

اور حدیث کا ٹھیک ٹھیک مطلب وہی ہوتا جو موصوف کے ترجمے سے ظاہر ہو رہا ہے
قدرتی بات ہے کہ کم سے کم امام احمد ابن حنبلؒ کا تو مسلک و مذہب یہی ہوتا کہ ایک وقت
تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں اور حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ بھی اسی کے مطابق ہوتا لیکن
کو معلوم ہے اور اسی مقالے میں وہ خود اس کا اقرار بھی کر رہے ہے کہ امام احمدؒ بھی وہی را
رکھتے ہیں جو باقی ائمہ کی ہے یعنی تین دیں تو تینوں پڑیں گی اور اسی کے مطابق وہ فتویٰ بھی
کرتے تھے ۔ نیز حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں بھی متعدد ثقہ روایات سے ثابت ہے
وہ ایک وقت میں دی ہوئی متعدد طلاقوں کے نفاذ کا فتوی دیا کرتے تھے ۔ مؤطا امام مالک
وغیرہ میں ان کا صریح فتویٰ موجود ہے جس کی صحتِ روایت پر تمام ائمہ فن کا اتفاق ہے ۔

کیا پھر ہم یہ سمجھیں کہ امام احمدؒ بھی اور ابن عباسؓ بھی اپنی معروف شان و عظمت کے
شریعت کے باغی تھے کہ خود انھیں جس فیصلۂ پیغمبرؐ کا اچھی طرح علم ہے اس کے مطابق
رکھنے اور فتویٰ دینے کے عوض وہ اس کے خلاف رائے رکھتے اور فتویٰ دیتے
اگر یہ باور کرنا ممکن نہیں تو پھر خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ حدیثِ رُکانہ اور بعض روا
امام احمدؒ کے نزدیک بھی یہ ثابت نہیں کرتیں کہ حضورؐ نے ایک وقت کی تین طلاقوں پر ا
حکم صادر فرمایا ہو ۔ انھیں تحقیق و تدقیق کے بعد یقیناً اطمینان ہو چکا ہے کہ حضورؐ نے ایسا فیصلہ
دیا ہی اسی لئے وہ تین کے تین ہی ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں ۔ اور ابنِ عباسؓ کے بارے میں
یقین کر لینا پڑتا ہے کہ وہ اسی کو درست سمجھتے ہیں ورنہ کیا مجال تھی کہ شارع علیہ السّلام کی مخالفت
کرتے ۔ لہٰذا وہ تمام روایتیں جن سے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک حضورؐ تین
طلاقوں کو ایک قرار دیا کرتے تھے درحقیقت کوئی اور ہی مصداق اور محمل رکھتی ہیں ۔

یہ اتنی سامنے کی بات ہے کہ خود مولانا کا ذہن اس کی طرف منتقل ہو جانا چاہیے تھا
لیکن وہ چونکہ ہر قیمت پر اپنی رائے کی وکالت کا ارادہ فرما چکے ہیں اس لئے اپنے استدلال کی
کمزوریوں کی طرف توجہ نہیں کرتے ۔

حقیقت کیا ہے ؟

اس حدیثِ رُکانہؓ کی علمی و استدلالی حیثیت واضح کرنے کے لئے ہمیں اپنے عام قارئین
کو ایک خاص اصطلاحی لفظ سے آگاہ کرنا ہوگا ۔

عربی میں ایک لفظ آتا ہے بَتَّۃٌ جس کے متعدد معنی میں سے ایک معنی ہیں کاٹ ڈالنا ۔
... داخل کر کے جب طَلَاقُ الْبَتَّہ کہتے ہیں تو اس کا مفہوم ہوتا ہے وہ طلاق
... ڈالنے والی ہو ۔ طلاق کی آج ہمارے یہاں تین قسمیں ہیں ۔ طلاقِ رجعی
... مغلظہ ۔ رجعی تو وہ طلاق ہے جس میں شوہر بہ آسانی رجوع کر سکتا ہے ۔ مثلاً
... صاف الفاظ میں دیں تو اس سے طلاقِ رجعی واقع ہوئی ۔
... وہ طلاق ہے جو اشاروں کنایوں میں دی گئی ہو ۔ اس سے رجوع کی اجازت
... نکاح کر سکتے ہیں ۔ جب کہ مطلّقہ راضی ہو ۔ اور مُغَلَّظَہ وہ طلاق ہے جس میں
... نکاح بھی نہیں کر سکتے ، یہ اس وقت واقع ہوتی ہے جب تین طلاقیں دے

... دو اصطلاحیں رائج تھیں رَجعی اور بَائن ۔ بائن کا اطلاق مغلظہ پر بھی ہو جاتا
... اسی کے مرادف ایک اور بھی اصطلاح تھی طلاقِ بَتّہ ۔ اس سے مراد
... جس سے رجوع ممکن نہ ہو ۔ گویا اس نے رشتۂ نکاح کو کاٹ ڈالا ۔ اس طرح
... طلاق بتہ ایک ہی چیز کے دو نام تھے ۔
... اچھی طرح ذہن نشیں کر لینے کے بعد اب اس بحث کی طرف آئیے کہ رُکانہ
... طلاق دی تھی جس سے حضورؐ نے رجوع کا اِذن صادر فرمایا تھا ۔
... شریف میں پہلے تو اس روایت کو اِبنِ جُرَیج کے توسط سے بیان کیا گیا ہے جس
... سے اندازہ ہوتا ہے کہ تین طلاقیں دی گئی تھیں ۔ لیکن آگے وہ اس
... سند سے بیان کرتے ہیں جس میں رُکانہ کا واقعہ ان کی اولاد ہی بیان
... اولاد کا نام سند میں موجود ہے ۔ اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ رُکانہ نے
... ہے کہ طَلَّقَ اِمْرَاَتَہٗ اَلْبَتَّۃَ (اس نے اپنی بیوی کو طَلَاقُ الْبَتَّہ دی)
... روایت کے آخر میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

... مِنْ حَدِیْثِ	یہ روایت ابن جُریج کی اس روایت سے
... اَنَّ رُکَانَۃَ طَلَّقَ	زیادہ صحیح ہے جس میں کہا گیا ہے کہ رُکانہ
... ثَلَاثًا ۔	نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں ۔

... امام ابو داؤدؒ یہ دیتے ہیں کہ ابنِ جُریج والی روایت میں واقعہ جن لوگوں کے

حوالے سے بیان کیا گیا ہے وہ رُکانہ کے گھر والوں میں سے نہیں ہیں جب کہ واقعہ نوعیت کا ہے۔ اس کے برخلاف اس روایت میں اصل راوی رُکانہ کے گھر والے ان کے نام بھی موجود ہیں لہٰذا اس طرح کے واقعے کو زیادہ صحیح طور پر یہ گھر والے سکتے ہیں نہ کہ باہر والے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ حدیثِ رکانہ میں "تین طلاقوں" کا لفظ قابلِ اعتبار ہے بلکہ صحیح لفظ "البتۃ" ہے اور اسی لئے صاحبِ مشکوٰۃ نے اپنے یہاں ابو داؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ اور دارمی کے حوالوں سے یہی "البتہ" والی روایت نقل کی ہے جس کا پورا ہم پیش کرتے ہیں۔

اس فرق سے کیا نتیجہ نکلا، یہ سمجھنا مشکل نہیں۔ جو روایت مولانا نے مسند احمد ابن لی ہے یا ابو داؤدؒ نے ابنِ جُرَیج کی سند سے بیان کی ہے اس سے تو یہ ہوتا ہے کہ رُکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور حضورؐ نے انھیں رجوع دیا جس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ ایک وقت کی تین طلاقیں اللہ کے رسولؐ نے تین بلکہ ایک مانی۔

لیکن جب معلوم ہو گیا کہ "تین طلاقوں" والی روایت بھروسے کے قابل نہیں بلکہ طلاقِ بَتّہ والی روایت قابلِ اعتماد ہے۔ تو یہ بات تحقیق طلب رہ گئی کہ طلاق کس طرح دی تھی۔

تین طلاقوں کی بھی دو شکلیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ شوہر صاف الفاظ میں "تجھے تین طلاقیں دیں"۔ دوسرے یہ کہ وہ جوش کی حالت میں کہتا چلا جائے "ہے طلاق ہے طلاق ہے"۔ پہلی شکل میں تو نیت کی بحث نہیں اٹھے گی کیوں کہ صاف تین کا عدد بولا گیا تو نیت آپ سے آپ ظاہر ہو گئی۔ ہاں دوسری شکل میں نیت کی کیوں کہ بعض دفعہ زور اور تاکید کے لئے بھی الفاظ دہرائے جاتے ہیں جیسے:

"ہاں ہاں میں وہاں گیا تھا۔ گیا تھا"

یہاں تکرار کا منشاء یہ نہیں ہے کہ دو مرتبہ گیا تھا بلکہ صرف تاکید اور شدّت ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ جوش کے عالم میں کوئی شخص طلاق دے اور بطور تاکید چلا جائے۔ ذہن میں یہ بالکل نہ ہو کہ ایک سے زائد طلاق دے رہا ہوں۔ یہ طلاق

لیکن فی الحقیقت اس کی صحیح حیثیت نیت اور ارادے کا علم ہونے کے بعد ہی متعین اگر نیت تین طلاق دینے کی تھی تو اُسے طلاقِ بتّہ کہیں گے اور تین کی نہیں تھی گی۔

نے اپنی بیوی سے یہ نہیں کہا تھا کہ تجھ پر تین طلاق۔ بلکہ حالتِ جوش میں لفظِ دہرا گئے تھے جس کا ثبوت ابھی آپ نے امام ابو داؤدؒ کے ریمارک میں کی صحیح ترین روایت میں بھی دیکھے۔ صاحبِ مشکوٰۃ چار کتب حدیث کے حوالے سے

بن عَبْدِ یَزِیْد	رکانہؓ بن عبد یزید سے منقول ہے کہ
اُتَہٗ سُھَیْمَۃَ	انھوں نے اپنی بیوی سُھَیمہ کو
بِذٰلِکَ	طلاقِ بَتّہ دی پھر حضورؐ کو اس سے مطلع
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	کیا اور کہا کہ خدا کی قسم میرا ارادہ ایک ہی
مَا اَرَدْتُ اِلَّا	طلاق کا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا واقعی
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ	تم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہو کہ ارادہ ایک ہی
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	طلاق کا تھا۔ رکانہ نے جواب دیا بیشک
مَا اَرَدْتُ اِلَّا وَاحِدَۃً	حضورؐ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ ارادہ
وَاللّٰہِ مَا اَرَدْتُ	ایک ہی کا تھا۔ تب حضورؐ نے مطلقہ
فَرَدَّھَا اِلَیْہِ	کو اسی کی طرف پھیر دیا (یعنی رجوع کی
اللّٰہِ	اجازت مرحمت فرما دی)
الخلع والطلاق)	

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

اس سے درج ذیل نتائج حاصل ہوئے:۔

نے بہ الفاظِ صریح تین طلاقیں نہیں دی تھیں۔ اگر وہ بیوی سے یہ کہ تجھ پر تین طلاق تو عقل و نقل کے کسی بھی قاعدے سے یہ گفتگو ہی نہ اور کیا نہیں تھی۔ مسلمات میں سے ہے کہ نیّت کا سوال اس وقت اٹھتا ہے دو مفہوموں کا متحمل ہو۔ صاف الفاظ میں ایک عدد بول دینے کے بعد کوئی نیت اس عدد کے مطابق نہ تھی تو دین اور دنیا کا کوئی ضابطہ اسکے قول کو لائقِ توجہ

نہ سمجھے گا۔ رُکانہؓ نے حالتِ جوش میں لفظِ طلاق تین بار دہرادیا تھا جس میں یہ بھی
تھی کہ تین طلاقوں کی نیت ہو اور یہ بھی کہ نیت ایک ہی کی ہو۔ زبان فقط جوش کی
رواں ہوگئی ہو۔ اسی لئے انھوں نے قسم کھائی کہ میری نیت ایک کی تھی اور حضورؐ
قسم کا اعتبار فرمالیا۔

دوسرے یہ کہ اگر تین کا لفظ بولے بغیر طلاق کا لفظ تین بار دہرایا جائے اور نیت
کی ہو تو تین طلاقیں پڑجاتی ہیں۔ اگر نہ پڑتیں تو اللہ کے رسولؐ آخر دوبارہ کیوں رُکا
تصدیق لیتے کہ تیری نیت کیا تھی۔ یہ تصدیق طلب کرنا نصِّ قطعی ہے۔ اس بات کے
وقت میں تین بار لفظِ طلاق دہرادیا جائے اور نیت تین طلاقوں کی ہو تو تین پڑ جا

تیسرے یہ کہ جب تین کا عدد زبان پر لائے بغیر تین کی نیّت سے لفظِ طلاق کو ا
دہرانا تین طلاقیں ڈال سکتا ہے تو واضح طور پر "تین طلاق" کے الفاظ بول دینا بدر
تین ڈال دے گا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک تلوار اگر کپڑے میں لپٹی ہوئی ہو کر
کاٹ سکتی ہے تو ننگی ہوکر بدرجۂ اولیٰ کاٹ دے گی۔ نیّت مخفی شئے ہے یہ اگر اللہ کے
نظر میں مؤثر تھی تو کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص صاف صاف تین کا عدد بول کر اپنی نیت
کردے اور یہ مؤثر نہ ہو۔ ذخیرۂ حدیث میں ایک بھی مثال ایسی موجود نہیں ہے کہ کسی
ایک مجلس میں صراحۃً تین طلاقیں زوجہ کو دی ہوں اور رسول اللہؐ نے رجوع کی اجاز
فرمادی ہو، نہ ایسی کوئی مثال موجود ہے کہ تین بار لفظِ طلاق دہرا کر یہ اعتراف کرلیا
بھی تین ہی کی تھی اور حضورؐ نے اسے ایک طلاق قرار دیا ہو۔

اسی لئے ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں اور آج بھی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص حالت
لفظِ طلاق کو دہراتا چلا جائے اور پھر وہ حلفیہ بیان کرے کہ میری نیت تین کی نہ
بلکہ جوش میں دہراتا چلا گیا تھا تو یہ فیصلہ اور فتویٰ دینا ممکن ہوگا کہ ایک ہی طلاق پڑ
فتویٰ آج کل بڑی مضرت اپنے اندر رکھتا ہے۔ لوگوں کے نزدیک حلف کی پہلی سی
نہیں رہی ہے نہ خدا کا خوف اتنا ہے۔

بہرحال جس حدیثِ رُکانہؓ کو مولانا اکبرآبادیؒ نے اپنے موقف کی دلیل
وہ علم وتحقیق کے کسی بھی قاعدے سے ان کے لئے مفید نہیں۔ اگر یہ بھی مان لیا جا
جُرَیج والی یا مسند احمد والی روایت لفظاً لفظاً درست ہے تب بھی اس سے یہ

تین کا عدد بولا تھا۔ لفظِ طلاق کو جوش میں تین بار دہرادینا بھی تو ایسا ہی
ے میں کوئی سننے والا کہہ سکتا ہے کہ تین طلاقیں دی گئیں۔ پھر غور فرمایئے
یت ہی میں حضورؐ کا یہ سوال موجود ہے کہ "تم نے طلاق کس طرح دی؟" اگر
طلاقیں اُس زمانے میں ایک ہی ہوا کرتی تھیں تو بغیر کسی تحقیق وتدقیق ہی کے
یشان کیوں ہوتے ہو۔ ایک وقت میں تین طلاقیں نہیں پڑا کرتیں
کانہؓ کو "شدید غم اور صدمہ" آخر کیوں تھا۔ مولانا اور ان کے ہم رائے حضرات
یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ زمانِ رسالتؐ میں اور پورے دورِ صدیقیؓ میں اور
ائی دو سالوں میں ایک وقت کی متعدد طلاقیں ایک ہی مانی جاتی تھیں تو
نہؓ شدید صدمہ وغم میں مبتلا کیوں ہوئے اور حضورؐ کی خدمت میں یہ بتانے دوڑے
ت ایک ہی طلاق کی تھی۔

طلاق کا کوئی بھی عدد ایسا نہیں تھا جس پر حقِ رجوع ختم ہوجاتا ہو۔ ایسا
تھا کہ فقط دو طلاقوں تک حقِ رجوع ہے تیسری پر ختم ہے۔ اب دورِ رسالتؐ
مقالہ نگار حضرات کے اب فرق کچھ واقع ہوتا ہے تو یہ کہ قرآنی ہدایت کے مطابق
طلاقیں دی جائیں تب حقِ رجوع ختم ہوگا۔ یہ اب بھی نہیں ہوتا کہ ایک
ے دے تو تین واقع ہوکر حقِ رجوع ختم کردیں۔ پھر آخر رُکانہؓ کو یا کسی کو
وقت میں تین طلاقیں دینے کے بعد یہ فکر اور غم کیسے لاحق ہوسکتا ہے
ہوگیا۔ میں بیوی کو پھر سے اپنا نہیں بنا سکتا۔ رُکانہؓ کو شدید غم اور صدمہ اگر ہوا
ظاہر ہے کہ انھوں نے ایک وقت میں دی ہوئی تین طلاقوں کو تین ہی تصور
کر ممکن ہے اگر صورتِ واقعہ وہی رہی ہو جس کا دعویٰ مقالہ نگار حضرات
وراسی وقت ممکن ہے جب رُکانہؓ معقول وجوہ کی بنا پر یہ یقین رکھتے
ہدایت دی ہے اسے نظر انداز کرکے اگر ایک ہی وقت میں تین طلاقیں
بھی وہ تین مان لی جائیں گی۔

آپؐ نے یہ دریافت فرمایا کہ "تم نے طلاق کس طرح دی؟" اس وقت
بات تھی کہ رُکانہؓ بیک وقت تین طلاقیں دے کر آئے ہیں۔ ایسا نہیں
کرنا چاہتے ہوں کہ تم نے بیک وقت دی ہیں یا تین مختلف طہروں میں۔

رکانہؓ کا پریشان حال آنا اور آتے ہی قسم کھانا قطعیت کے ساتھ بتا رہا ہے کہ جو کچھ [illegible]
ہے دفعۃً پیش آیا ہے۔ تین مہینوں میں ایک ایک کر کے تین طلاقیں دی ہوتیں تو یہ [illegible]
کے آنے اور قسم کھانے کا واقعہ ہی پیش نہ آتا۔ حضورؐ صاف دیکھ رہے ہیں کہ رکانہ [illegible]
ایک کام کر آیا ہے۔ اب اگر ایک وقت کی متعدد طلاقیں مسلّم طور پر فقط ایک ہی ہوا کر [illegible]
آخر حضورؐ کی طرف سے کیسے اور کس طرح کا سوال ہی کیوں پوچھا جاتا۔

"ایک ہی مجلس" والے سوال وجواب کی کوئی تصدیق دوسری قوی روایات سے نہیں [illegible]
درایۃً بھی یہ خلاف قیاس ہے۔ آخر جب حضورؐ کو معلوم ہی ہو چکا کہ رکانہؓ اچانک ایک [illegible]
کر آئے ہیں پھر مجلس کا کیا سوال رہا۔

نیز مجلس کی بحث اس لئے بھی غیر ضروری ہے کہ مقالہ نگاروں کا موقف تو یہ ہے کہ تین [illegible]
صرف اسی صورت میں مانو جب وہ قرآن کی ہدایت کے مطابق تین مہینوں میں الگ الگ [illegible]
ہوں۔ مجلس تو ایک ہی دن میں دس بار بدل سکتی ہے۔ مجلس والے ٹکڑے کو تھوڑی دیر [illegible]
درست ہی مان لیا جائے تو گویا خود حضورؐ کے سوال وجواب نے یہ ثابت فرما دیا کہ تین [illegible]
صرف طریقِ قرآنی میں محدود نہیں بلکہ تین مختلف مجلسوں میں بھی پڑ جائیں گی، چاہے [illegible]
ایک ہی دن میں بدل گئی ہوں۔

رہا امام احمدؒ کا یہ فرمانا کہ عبداللہ ابنِ عباسؓ کی رائے یہی تھی کہ طلاق ایک ساتھ [illegible]
بلکہ طہر میں الگ الگ ہونی چاہیے اور یہی طلاق سُنّت بھی ہے تو ایک ابن عباسؓ ہی کی کیا تمام [illegible]
خلف و سلف کی رائے یہی ہے کہ طریقِ قرآنی کا اتباع کرنا چاہیے اور ایسا ہی کرنا پسند [illegible]
ہم احناف کے نزدیک تو اس طریقے سے انحراف سخت گناہ کی بات ہے مگر بحث گناہ [illegible]
کی نہیں پڑنے اور نہ پڑنے کی ہے۔ یہ رائے تو نہ امام احمدؒ کی تھی نہ ابنِ عباسؓ کی کہ کوئی [illegible]
بیک وقت تین طلاقیں دے بیٹھے تو وہ پڑیں گی ہی نہیں۔

مؤطا امام مالکؒ میں مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابنِ عباسؓ سے عرض کیا کہ [illegible]
اپنی زوجہ کو اکدم سَو طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ ابنِ عباسؓ نے جواب دیا کہ تین طلاقیں [illegible]
ہو جانے کی بنا پر بیوی تجھ سے آزاد ہوگئی اور باقی ستانوے ۹۷ اس بات کا ثبوت ہیں [illegible]
اللہ کی آیات سے تمسخر کا مرتکب ہوا ہے۔

[illegible] نے شرح معانی الآثار میں حضرت ابنِ عباسؓ کا ایک اور فتویٰ بایں طور نقل کیا ہے
[illegible] بتایا کہ میرے چچا نے میری چچی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ حضرت موصوف نے
[illegible] نے اللہ کا گناہ کیا اور شیطان کے پیچھے چلا لہٰذا اللہ نے بھی اس کے
[illegible] نہیں چھوڑا۔ یعنی بیوی ہاتھ سے گئی تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ یہ فتویٰ ابوداؤد
[illegible] ہے۔

[illegible] رکانہ کی عملی تشریح بعض اکابر علماء ایک اور طرح بھی کرتے ہیں۔ یہ کہ جس طرح کوئی
[illegible] یوں کہے کہ میں نے تجھے طلاقِ مغلظ دی۔ یا میں نے تجھے طلاقِ بائن دی۔
[illegible] نے اپنی زوجہ سے یوں کہا تھا کہ میں نے تجھے طلاقُ البتۃ دی۔ یعنی لفظِ طلاق کو
[illegible] تھا بلکہ لفظِ بتۃ کا استعمال کیا تھا۔ یہ لفظ چونکہ طلاقِ مغلظ کے لئے وضع نہیں
[illegible] اسے تین طلاقوں کے لئے اصطلاحی جامہ پہنایا اس لئے گنجائش تھی کہ نیت کا
[illegible] کیا جائے کہ اس لفظ کو ادا کرنے والے کا قلبی ارادہ کیا تھا۔ ادا کرنے والے
[illegible] حضورؐ کی بارگاہ میں قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میرا ارادہ ایک ہی طلاق کا تھا۔ حضورؐ اس پر
[illegible] ارادہ کچھ بھی رہا ہو ایک وقت میں ایک ہی طلاق پڑتی ہے تین نہیں بلکہ دوبارہ
[illegible] کیا واقعی ایک کا ارادہ تھا؟ یہ تصدیق طلبی اس کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتی
[illegible] رے صحیح جواب پر ہے۔ اگر تم نے واقعی ایک طلاق کا قصد کیا تھا تو
[illegible] پڑیں۔ تین اس لئے پڑیں کہ لفظِ بتۃ کاٹ ڈالنے کے مفہوم کا حامل ہے اور
[illegible] کے بغیر صاف لفظِ طلاق استعمال کیا جائے تو رشتۂ نکاح اسی وقت
[illegible] تین طلاقیں پڑ جائیں۔
[illegible] ئے کہ کیا یہ سب کچھ رسول اللہؐ کے جواب اور رویہ میں صاف صاف موجود
[illegible] ذرا بھی شک اس بات میں کیا سکتا ہے کہ رکانہ کی نیت لفظ بتۃ سے تین
[illegible] تو تین ہی پڑ جاتیں۔ حضورؐ کی تصدیق طلبی نعوذ باللہ فعلِ عبث تو نہیں ہو سکتی۔
[illegible] ایک وقت میں بہرِ صورت ایک ہی طلاق پڑ سکتی ہو اور حضورؐ خواہ مخواہ قسمیں
[illegible] نیت کیا تھی۔؟
[illegible] طلاقِ بتۃ کی عملی تشریح چاہے پہلی شکل میں کی جائے یا اس دوسری شکل میں۔

یہ بہرحال ثابت ہے کہ تین طلاقیں بیک وقت پڑ جاتی ہیں۔ اگر طلاق دینے والے کا ا
تین ہی ڈالنے کا ہو۔ یہ ارادہ تصدیق طلب ہوتا ہے اگر الفاظ تین کے لئے واضح
تصدیق سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اگر الفاظ واضح ہیں۔ مثلاً یوں کہے کہ میں نے تجھے طلاقِ مغلظہ دی تو اب ا
نیت کی بحث نہیں اٹھے گی جس طرح "تین"، کہنے کی صورت میں نہ اٹھتی کیوں کہ مغلظہ بھی تین طلا
صریح ہے اور صریح میں نیّت بھی صریح ہوا کرتی ہے۔

فنّی پہلو

یہاں تک ہم نے عام فہم علمی و عقلی رُخ سے گفتگو کی۔ اب یہ بھی ضروری ہے کہ خالص
سے کچھ عرض کریں۔

ہر ہوشمند جانتا ہے کہ علم الحدیث ایک زبردست فن ہے جسے ماہرین ہی صحیح طو
سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ جس نے دو بول پڑھ لئے وہ احادیث کی صحت وضعف اور دوسرے
پہلوؤں پر دادِ تحقیق دینے کا اہل بن گیا۔ ہم بصد رنج یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مولانا سیّد احمد عروج قا
مدیر "زندگی" کے علاوہ جتنے بھی مقالہ نگار ہیں انھوں نے یا تو فنِ حدیث پڑھا ہی نہیں
یا پڑھ کر بھلا دیا ہے یا پھر انھوں نے یہ سوچ رکھا ہے کہ عام لوگ فن کیا جانیں جو منھ میں آ
کہتے چلے جاؤ کس کی مجال ہے جو زبان پکڑے۔ یہ الزام بہت سخت ہے۔ لیکن قارئین ا
اور توجّہ کے ساتھ ہماری جملہ معروضات گوش گذار کریں گے تو ان شاء اللہ وہ اس ا
کو بے دلیل نہیں پائیں گے۔

مدیر "زندگی" کو ہم نے مستثنیٰ اس لئے کیا کہ وہ بہرحال سوادِ اعظم ہی کے
مسلک کے حامی ہیں لیکن ہماری ناچیز رائے میں کچھ سلوٹیں ان کے یہاں بھی پائی
ہیں۔ بعض نتائج نکالنے میں ان سے بھی چوک ہوئی ہے۔ اجماع کو وہ بھی محلِ نظر
ہیں۔ زندگی رہی تو ان شاء اللہ دوسرے مقالات سے فارغ ہو کر ہم ان کے مقالے
کچھ عرض کریں گے۔

ابتداءً ہمارا ارادہ اتنے مفصّل نقد کا نہیں تھا لیکن جب جائزے کے ارا
سے بغور مقالات کو پڑھا تو دل و دماغ اور ضمیر و وجدان سب چیخ اٹھے کہ یہ تو کعبہ
پاسبان ہی کعبہ کی دیواریں توڑنے میں لگ گئے ہیں۔ یہ تو علم الحدیث کی جڑیں کھو

بے تہ علمِ کلام کا ایسا کھیل کھیلا جا رہا ہے جس کی حقیقت کو اگر ہم نے
باوجود نہ کھولا تو اللہ تعالیٰ ہم سے سخت حساب لے گا اور ہو سکتا ہے
علم وجہالت سے چشم پوشی کی یہ سزا دے کہ ہمارا علم اور ہماری صلاحیّتِ
لے۔ بے حد افسوس کی بات ہے کہ اسکولوں کالجوں کے معیارِ تعلیم کی
نا تو تھا ہی مگر اب ہمارے ان علماء کا بھی معیار المناک حد تک گرتا جا رہا
اور متبحر تصور کرتے ہیں۔ کم سے کم یہ مقالات تو اسی امرِ واقعہ کو سامنے لاتے
انداز نظر اور جہل و تعصب کی جو شکایت ہمیں مغرب زدہ مسلم دانش وروں سے
مقالہ نگاروں سے بھی پیدا ہوا اور ہم ماتم کریں کہ علم الحدیث کے تابوت
نے آخری کیلیں ٹھونک دیں۔ واویلاہ ثم واویلاہ۔
کا مطلب یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ہم خود کو بہت بڑا صاحبِ فن سمجھے بیٹھے ہیں۔
اتنا اشرف واعظم فن ہے کہ اس کے حریمِ قدس کی چوکھٹ بھی ہم چوم
کی بات ہوگی۔ ہم ایک ادنیٰ طالبِ علم ہیں جس نے ہمیشہ اربابِ علم و ہنر کے
ں کی بھیک مانگنے کو اپنی سعادت تصوّر کیا ہے اور آج بھی ہم نقد و نظر
انجام دینے جا رہے ہیں وہ مہارت کے دعوے اور استاذی کے زعم
ہیں اپنے بس بھر علم و تحقیق اور دین و شریعت کی طرف سے دفاع کرنا
اپنے ہی بزرگوں اور دوستوں کی طرف سے ہوا ہو

رکانہ رضی اللہ عنہ

لانا اکبر آبادیؒ نے مسند احمد سے نقل کی اور اس پر ہماری سادہ معروضات
کتابوں میں آئی ہے۔ فرق یہ ہے کہ مسند احمد میں تو تین طلاقوں کا
نے نقل کیا لیکن دوسری روایات میں طلاقِ بتّہ کا ذکر ہے جیسا کہ
ہار کتب حدیث کے حوالے سے نقل کیا اور آپ پڑھ آئے۔
علامہ شوکانی اہل حدیث جیسا مسلک رکھنے والے بزرگوں میں گذرے
نگاروں نے اُن کی بعض چیزیں بطورِ شہادت پیش بھی فرمائی ہیں۔
نظر کے بعد اپنی معروف کتاب نیلُ الاوطار میں رقمطراز ہیں:۔

اِثبتَ مَاروِیَ فی قِصّـَةِ	جو بات قصّۂ رکانہ میں پایۂ ثبوت کو پہنچ
رُکانَـہ اِنـَّہُ طَلَّقَھَا البَتَّـۃَ	چکی ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے طلاقِ
لَاثَلَاثًا۔	بتّہ دی تھی تین طلاقیں نہیں دی تھیں

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسند احمد والی حدیث ان کے نزدیک بھی لائقِ اعتنا [illegible] حالانکہ وہ ہمارے کیمپ کے بزرگ نہیں۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحؒ فن حدیث کے ان شہرۂ آفاق ائمہ میں ہیں جن کی مہارت [illegible] ان کے دشمن بھی انکار نہیں کرتے وہ اپنی مشہور شرح بخاری "فتح الباری" میں [illegible]

ان ابا داؤد ان رکانۃ انما	امام ابوداؤد رحؒ نے رُکانہ کے گھر والوں کی
طلق امراتہ البتۃ کما	روایت سے جو یہ حدیث پیش کی ہے کہ رکانہ
اخرجہ ھومن طریق	نے اپنی بیوی کو طلاقِ بتّہ دی تھی تو یہی
اھل بیتہ وھو تعلیل	تعلیل قوی ہے (یعنی تین طلاقوں والی
اقویٰ۔	روایت کے مقابلہ میں اسے قبول کرنا چاہ[illegible]

اور یہی ابن حجر اپنی بلوغ المرام میں مسند احمد والی روایت پر لکھتے ہیں:۔

وقد روی ابوداؤد من وجہ	اور ابوداؤد رحؒ نے جس دوسرے طریقے
اخر احسن منہ ان رکانۃ طلق	سے اسے نقل کیا ہے وہ زیادہ حَسَن [illegible]
امراتہ سُھَیمَۃَ البتہ۔	بہتر ہے یہ کہ رُکانہ نے اپنی بیوی سُہیمہ کو
	طلاقِ بتّہ دی تھی (نہ کہ تین طلاقیں)

٭ ٭ ٭

محدث دارقطنی رحؒ ابوداؤد والی طلاقِ بتّہ کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں

قال ابوداؤد وھذا حدیث صحیحٌ یہ حدیث صحیح ہے۔ اہل حدیث جانتے ہیں [illegible] اہلِ حدیث اس کے قائل ہیں کہ فن حدیث میں امام ابوداؤد رحؒ کا مقام یہ ہے کہ اگر وہ کو[illegible] بیان کر کے سکوت اختیار کریں اور یہ وضاحت نہ فرمائیں کہ یہ صحیح ہے یا حسن یا ضعیف [illegible] تب بھی یہ سکوت ہی اس روایت کی صحت یا حُسنِ اصطلاحی کا ضامن ہے۔ پھر بھلا [illegible] وضاحت بھی فرما رہے ہیں کہ "یہ حدیث صحیح ہے" تو چون وچرا کی کیا گنجائش با[illegible] رہ جاتی ہے۔

خود ابوداؤد رحؒ کی تصحیح کے علاوہ ملاحظہ ہو حافظ ابن حجرؒ تلخیصُ الخبیر میں کیا فر[illegible]

[illegible] ابوداؤد وابنِ [illegible] والحاکِم۔	اس طلاقِ بتّہ والی روایت کو ابوداؤد رحؒ نے بھی "صحیح" قرار دیا اور ابنِ حبان رحؒ اور حاکم رحؒ نے بھی۔

٭

[illegible] اسی روایت کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

[illegible] ابا الحسن علی بن محمد	میں نے ابوالحسن طنافسی رحؒ کو یہ کہتے سنا
[illegible] یقول ما اشرف	ہے کہ کس قدر رتبہ والی ہے یہ حدیث۔
[illegible] ھذا الحدیث	

٭ ٭ ٭

[illegible] ھذا الحدیث "ایک محاوراتی اسلوب ہے جسے محدثین اس وقت [illegible] جب کسی روایت کے قوی ترین ہونے پر زور دے رہے ہوں۔

[illegible] طنافسی ایک بڑے محدّث گذرے ہیں۔ ان کی رائے وحی تو نہیں ہوسکتی لیکن [illegible] توں کی موجودگی میں ان کی یہ گواہی بہرحال گراں قدر ہے۔

[illegible] کے بعد ذرا اپنے طور پر بھی اس روایت کی سند پر بھی نگاہ ڈال لیجیے۔ دارِقطنی رحؒ نے جن اسناد کو اختیار کیا ہے ان میں کوئی فنی کھوٹ نہیں۔ کچھ لوگ بعض [illegible] میں مگر لاحاصل۔

[illegible] حازم کو خواہ مخواہ مجروح کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ابنِ حجر رحؒ کی "فتح الباری" [illegible] میں وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اصحابِ صحاحِ ستہ رحؒ نے (یعنی امام بخاری رحؒ [illegible] امام ترمذی رحؒ، امام ابن ماجہ رحؒ، امام نسائی رحؒ) ان سے حجت پکڑی ہے [illegible] ان عظیم محدثین نے جریر بن حازم رحؒ کی روایات اپنی کتابوں میں درج کی ہوں [illegible] ان کر یہ بھی فیصلہ دیا ہے کہ ان سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ یہ دلیل و [illegible] کے اہل ہیں۔

[illegible] بن سعید کو امام نسائی رحؒ نے بے شک ضعیف کہا لیکن ان کا کہنا ماہرین کے [illegible] ناقابل قبول ہے۔ ایک تو یوں کہ وہ اصطلاحِ ماہرین میں "متعنت" ہیں [illegible] پھر کہ ان کی جرحوں کو بہ آسانی قبول نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے یوں کہ [illegible] مفصل نہیں کی اور مبہم جرح اصولِ فن میں حجت نہیں ہے جیسا کہ فنِ حدیث [illegible] ہے —— دوسری طرف ابنِ معین رحؒ جیسا معروف امامِ فن

زبیرؒ کی توثیق و تعدیل کر رہا ہے۔ یعنی انھیں قابلِ اعتماد قرار دے رہا ہے۔ اس
عبداللہ بن یزید کی توثیق ابن حبانؒ فرماتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سند بھروسے کے قابل

ابو داؤد اور دارِقطنی وغیرہ میں جو دوسری سند اس روایت کی ملتی ہے وہ بھی کہ
اس کا آغاز امام شافعیؒ سے ہوتا ہے۔ کیا انھیں کوئی غیر ثقہ کہہ سکتا ہے۔ اس کے
چچا محمد بن علی بن شافعؒ آتے ہیں ان کی بھی توثیق امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ ان کے
عبداللہ بن علی بن السائبؒ آتے ہیں وہ بھی امام شافعیؒ کی توثیق سے مشرف ہیں۔
نافع بن عجیرؒ کا نمبر ہے تو انھیں تو بعض بزرگوں نے صحابہ میں شمار کیا اور جنھوں
نہیں مانا انھوں نے بھی ایسے تابعین میں شمار کیا ہے جو بھروسے کے قابل ہیں۔

فرمائیے! اس فنی شہادت اور ماہرینِ فن ائمہ کی تصدیق کے بعد بھی کیا یہ کہہ سکیں
کہ طلاقِ بتہ والی روایت نادرست ہے۔ اگر نہیں تو پھر آپ سے آپ ثابت ہو گی
والی تین طلاقوں کی روایت نادرست ہے۔

آئیے اس کے بارے میں مزید تجسس کریں۔ تجسس اور تلاش کا حاصل بس یہ
صرف ایک محدث ابو یعلیٰؒ کے بارے میں سنا جاتا ہے کہ انھوں نے اس کی توثیق
اس پر ہم آگے کچھ عرض کریں گے۔ ان کے علاوہ کوئی معروف ماہرِ فن توثیق کرتا نظر
ابنِ حجرؒ جیسا ماہرِ فن تلخیص الحبیر میں اس کا ذکر کر کے کہتا ہے وَهُوَ مَعْلُوْلٌ اَیْضًا
اس کے علاوہ کہ اس کی سند محلِ نظر ہے اس کا متن بھی علت سے خالی نہیں۔

لفظ "معلول" کی مراد عام آدمی تو نہیں سمجھ سکتے لیکن اگر ہمارے مقالہ نگار
بھی نہیں سمجھ پائے تو ہم عرض کریں گے کہ انھیں عِلَلِ حدیث کی بحثیں دیکھنی چاہییں
یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ عوام کی تفہیم کے لئے بس مجملاً اتنا بتا دیں کہ بعض
حدیث کی سند تو صحیح ہوتی ہے لیکن خود مضمونِ حدیث میں کوئی فنی نقص پایا جاتا ہے
فن ہی سمجھ پاتے ہیں اور پھر اسے لائقِ حجت نہیں مانتے۔ یہ بڑا دقیق معاملہ
بڑے بڑے بزرگوں نے تاکید کی ہے کہ "عِلَلِ حدیث" کے معاملے میں ماہرینِ اسا
رہنمائی حاصل کرو۔

اب اندازہ کیجیے کہ ابنِ حجرؒ جیسا مسلّمہ امامِ فن جب مسند احمد والی روایت میں علت
دے رہا ہے تو کیا کسی بھی حق پسند کے لئے جائز ہو سکتا ہے کہ اس سے آنکھیں بند کر

کہ علت ہے کیا، دہرائے چلا جائے کہ مسند احمد کی روایت صحیح ہے اور رُکانہ
... دی تھیں۔

... کا نام بھی محتاجِ تعارف نہیں، اہلِ علم جانتے ہیں کہ وہ فنِ حدیث اور اسماء الرجال
... گئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس روایت کی سند میں جو داؤد الحصین راوی ہیں اُنکی
... میں شامل ہے یعنی ایسی روایت ہے جسے قوی روایات کے خلاف ہونے کی
... کیا جا سکتا۔

... معروف اساتذہ میں کوئی نہیں جو مسند احمد والی روایت کی تحسین و تصحیح کرتا ہو۔ پھر
... کہ اس کی سند صحیح ہے تو اہلِ علم جانتے ہیں کہ سند کا صحیح ہونا ہر حال میں مضمون کے صحیح ہونے کی
... معروف قاعدہ ہے کہ اصولِ حدیث کے جاننے والوں میں داخلِ مسلّمات
... ہم یہاں ان مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری کے قلم سے اس کی تصدیق پیش
... حدیث گروہ کے مسلّمہ اساتذہ میں ہیں۔ وہ اپنی "ابکار المنن" میں ص۲۸ پر
... بِجَالِہٖ رِجَالَ الصَّحِیْحِ صِحَّتُہٗ (راویوں کے ثقہ ہونے کی بنا پر
اسے ضروری نہیں کہ متن کے اعتبار سے بھی وہ صحیح ہو۔)
... لکھتے ہیں:۔

... ثقة الرجال	راویوں کے ثقہ ہونے پر حدیث
... الحدیث حتّی	کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا جب تک کہ
... الشذ وذوا	اس کا شذوذ اور علیل ہونا دور
	نہ ہو جائے۔

... شذوذ کا مطلب عوام نہ سمجھیں مگر کیا ہمارے مقالہ نگار بھی نہ سمجھیں گے مسند احمد
... اس لئے ہے کہ ساری قوی روایتوں سے ہٹی ہوئی ہے اور علت اس میں یہ
... گھر کے آدمیوں نے وہ بات کہدی جس کی تصدیق گھر کے اندر والے نہیں کرتے
... "طلاقِ بتہ" کی خبر دیتے ہیں اور یہ گھریلو معاملہ اسی کا متقاضی ہے کہ اہلِ
... مانا جائے۔

... موجود ہیں۔ انہیں دیکھو مثلاً مقدمہ ابن الصلاح میں بھی آپ کو مل جائے گا کہ
... صحیح الاسناد ولایصح الحدیث لکونہ شاذا او معللا گر کبھی یہ تو کہدیا

جاتا ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے لیکن حقیقت میں وہ حدیث شاذ ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہوتی۔)

تو مسند احمد والی روایت کی سند بھی اگر صحیح فرض کرلی جائے (حالانکہ صحیح نہیں[1]) تب بھی اس کے مضمون کا ناقابلِ اعتبار ہونا مسلّم۔ ہمارے محترم مولانا اکبر آبادی کی اغاثۃ اللہفان وغیرہ کے نام لے دیئے اور لکھدیا کہ مخالف حضرات کے دلائل کا ان میں مل جائے گا، لیکن یا تو انھوں نے ان کتابوں کو بیدار مغزی کے ساتھ یا وہ علم الحدیث کو فراموش کر کے ابنِ قیمؒ وغیرہ کے جامد مقلدین گئے ہیں، ورنہ انھیں محسوس ہو جاتا کہ ابنِ قیمؒ زیادہ سے زیادہ جو کچھ کہہ سکے ہیں، یہ کہہ سکے ہیں کہ اس سند صحیح ہے۔ مگر وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکے ہیں کہ اس روایت میں ماہرینِ فن جس شذوذ و علت کی خبر دیتے ہیں وہ بھی اسکا مطلب یہ ہیکہ سند کو صحیح کہدینے سے بھی بہ اعتبار فن یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا کہ مضمون اور متن صحیح مان لیا جائے علاوہ امام احمدؒ یا امام ترمذیؒ نے جو اس سند کو صحیح کہا اس کی حقیقت پر بھی مولانا اکبر نظر نہیں گئی۔ یہ حضرات اس سند کو حدیثِ رُکانہ کے تعلق سے نہیں کہتے۔ یعنی جو روایت مسند احمد سے نقل کی۔ اسکی گفتگو کرتے ہوئے ان بزرگوں نے دعویٰ صحت نہیں کیا بلکہ معاملہ فقط یہ ہے کہ سند سے ایک اور روایت آئی ہے وہاں ان بزرگوں نے دعویٰ صحت کیا ہے۔ امام ابنِ قیمؒ نے اس حجت پکڑی کہ حدیثِ رکانہ والی سند بھی صحیح ہے۔ ان کا حجت پکڑنا غلط بیانی کے دائرے تو نہیں آتا۔ مگر یہ نکتہ اس میں ضرور ہے کہ امام احمدؒ اور امام ترمذیؒ اس موقع پر اس تصحیح کر رہے ہیں جب اس سند سے آنے والی روایت میں کوئی شذوذ اور علۃ موجود وہ رُکانہ والی روایت نہیں ہے۔ رُکانہ والی روایت کے بارے میں امام احمد فنی رائے کیا ہے، یہ ہم آگے بیان کریں گے۔

پھر جب ہم اور آپ سب دیکھتے اور مانتے ہیں کہ امام احمدؒ بھی تین طلاقوں کے ساتھ واقع ہو جانے کے قائل ہیں تو یہ بھی قرینہ ہے یہ سمجھ لینے کا کہ زیر بحث روایت ان کے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں اور رُکانہ نے تین طلاقیں نہیں دی تھیں۔ اگر تین اور پھر بھی حضورؐ نے ان سے رجوع کرا دیا ہو تو امام احمدؒ اسے درست کیسے یہ فتویٰ دے سکتے تھے کہ تین دو گے تو تین ہی پڑ جائیں گی۔

نیز امام احمدؒ اور ترمذیؒ کی تصحیح و تحسین ہر حال میں یہ معنی نہیں رکھتی کہ اس

[1] اس کا ثبوت ہم آگے وہاں پیش کریں گے جہاں اسی روایت پر فن کی ذرا اور بلند سطح سے کلام کرنا

[illegible] ہم دیکھتے ہیں کہ اس سند کے ایک راوی محمد بن اسحٰقؒ کے بارے میں علماء [illegible] دے دی ہے۔ بڑی شدید جرحیں اساتذۂ حدیث سے منقول ہیں اور [illegible] نقادِ فن جرح و تعدیل کی نقل کے بعد اپنا فیصلہ یہ دیتا ہے کہ ان کے حافظے [illegible] تھی اور یہ کہ جس خبر کی روایت کرنے میں وہ اکیلے ہوں اسے منکر یعنی [illegible] چاہیے۔

[illegible] صاحب سند میں داؤد الحصینؒ ہیں ان پر بھی خاصی جرحیں منقول ہیں۔ ان [illegible] ثقاہت متزلزل ہو گئی، اس کے علاوہ یہ تو ماہرین کے یہاں تقریباً طے ہے کہ [illegible] کے حوالے سے کوئی خبر دیں تو وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ یہاں یہ مسند احمد والی روایت [illegible] ہی کے حوالے سے بیان کی ہے۔ امام بخاریؒ کے استاذ علی بن المدینیؒ [illegible] داؤد الحصینؒ جب عکرمہ سے روایت کریں تو خبردار ہوشیار رہنا۔ یہ روایت [illegible] ہوگی۔

[illegible] جیسے ماہرِ فن کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ یہ صاحب ویسے تو غنیمت ہیں مگر عکرمہ سے [illegible] روایات سے ٹکراتی ہیں لہٰذا انھیں قبول نہ کیا جائے۔

[illegible] کا جی چاہے مشہور استادِ فن حافظ ذہبیؒ کی میزان میں ان صاحب کا [illegible]

[illegible] جائے کہ اس مجموعی صورتِ حال میں مولانا اکبر آبادی کا مسند احمد والی روایت [illegible] حرفِ آخر کے انداز میں پیش کر دینا کیا یہ تاثر نہیں دیتا کہ یا تو انھوں نے [illegible] نہیں کیا یا کیا تو حقائق کا ادراک نہیں فرما سکے، یا فرما لیا تو اسے چھپا گئے [illegible] مغالطے میں مبتلا کیا۔ ان میں سے جو بھی شکل ہو افسوس ناک ہی ہے۔ [illegible] عالمِ دین اور راسخ العقیدہ اگر علم و تفقہ اور دیانت و متانت سے یہ سلوک کر سکتا ہے [illegible] کیا جائے۔

[illegible] کی توثیق کا ذکر کر آئے۔ اس کے سلسلے میں ہمیں بس اتنا عرض [illegible] کثیر شواہد و دلائل کے بالمقابل ان اکیلے کی توثیق کا وزن کیا پھر [illegible] انھوں نے مضمونِ حدیث کی بھی توثیق کی ہو۔ بہت سے بہت وہی ہوا [illegible] تصحیح کر دی ہو۔ مگر آپ سن ہی چکے کہ جب متن میں شذوذ یا علۃ موجود

ہوتو فقط سند کی صحت سے حدیث صحیح نہیں ہوجاتی۔ لہٰذا جولوگ ابویعلیٰؒ کو گواہ بنا کے
ان کا ایسا قول بھی دکھلانا ہوگا جس سے معلوم ہو کہ وہ متنِ حدیث کی بھی تصحیح کر رہے
تصحیح صرف سند تک محدود رہے گی۔

حدیثِ نسائی

پیچھے مولانا کی نقل کردہ جس حدیث پر گفتگو آچکی ہے اس کے فنی پہلو پر آ
عرض کیا تھا کہ حضورؐ کے غصّہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے تین طلاقوں کو
دیا ہو جیسا کہ ابنِ عمرؓ پر آپؐ کو غصّہ آیا تھا۔ مگر طلاق پڑ گئی تھی۔

اب اس حدیث کے بارے میں ملاحظہ فرمایئے کہ بعض روایات میں یہ الفا
ہیں کہ سخت غضبناک ہوجانے کے باوجود رسول اللہؐ نے تین طلاقوں کو نافذ کر دیا
وامضاہ علیہ ولم یردّ

ان روایات کے لئے دُور جانے کی ضرورت نہیں زندگی کے اسی "طلاق
مولانا حامد علی صاحب نے ص۱۱۵ پر ان کا ذکر فرمایا ہے، اگرچہ حوالہ نہیں دیا۔ ذکر
انہوں نے اگرچہ اسے بہ ایں الفاظ رد کر دیا ہے کہ :۔

"بعض روایات کا یہی ٹکڑا جو محلِ استدلال ہے ثابت نہیں"

لیکن مجرّد اتنا کہہ دینے سے کوئی فائدہ انھیں نہیں پہنچا۔ انھیں کم سے کم
چاہیئے تھا کہ جب یہ ٹکڑا بعض روایات میں وہ خود دیکھ رہے ہیں تو اس کے ثا
کیا معنیٰ ہیں۔ ایسے مبہم اظہارِ رائے سے تو کچھ بھی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔

ہم بتا چکے ہیں کہ نسائی کی یہ روایت بعض وجوہ سے کمزور ہے۔ لیکن اس کا
تعلق صرف سند سے ہے۔ مضمونِ حدیث سے نہیں۔ جس طرح یہ ضروری نہیں کہ سند
متن کی صحت کو مستلزم ہو، اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ کمزور سند سے آئی ہوئی ہر روا
مضمون بھی غلط ہی ہو۔ آخر کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ایک ناقابلِ اعتبار آدمی بھی ہمیشہ تو
نہیں بولتا۔ کبھی تو کوئی نہ کوئی صحیح بات بھی کہہ ہی دیتا ہے۔ اگر کسی واقعے کی صحت
ونقلی دلائل سے ثابت ہو رہی ہو تو اسے اس وقت بھی درست ہی ماننا جائے گا
ذکر کسی غیر ثقہ سند سے آئے۔ لہٰذا یہ روایت اور اس کا کوئی بھی اضافہ شدہ ٹکڑا معنیً غلط

واقعہ ہے چاہے سند ضعیف ہی ہو۔ یہ ہماری خانہ زاد منطق نہیں بلکہ فن
اصول و مبادیات میں سے ہے۔

...ری بحث

...کہ الفاظ بعض روایتوں میں نقل ہوئے ہیں جو یہ ہیں :۔

قد استعجلوا	وہ چیز جس میں (قرآن و سنت کے مطابق)
...ہم فیہ اناۃ	لوگوں کے لئے سوچنے کا بڑا موقعہ تھا
...علیہم۔	اس میں انھوں نے بڑی جلد بازی سے
	کام لیا ہے۔ پس بہتر ہے کہ ہم ان پر
	اپنا حکم نافذ کر دیں۔

...مولانا اکبر آبادیؒ کا کیا ہوا ترجمہ ہی نقل کر دیا ہے، حالانکہ یہ صحیح ترجمہ
...ہے کہ ایک اچھے عربی داں ہو کر بھی وہ ارشادِ فاروقی کا صحیح ترجمہ
...کہ اس سے ان کے موقف کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ غلط ترجمے سے البتہ
...اور ترجمانی میں انھیں محمد حسین ہیکل کی اس واہی اٹکل بازی کے ذکر
...ہم گذشتہ اوراق میں کھول آئے ہیں۔

...سے دو سوال ہیں۔ ایک یہ کہ انھوں نے "قرآن وسنت" کا اضافہ
...کہ قول میں اس کے لئے کوئی حرف نہیں۔
...حکم نافذ کرنے کی بات کہاں سے نکالی جب کہ "حکم" کا سراغ
...میں نہیں پایا جاتا۔

...یں گے کہ ہم لفظی گرفت کر کے بات کا بتنگڑ بنا رہے ہیں۔
...چلیں، وہ دیکھیں گے کہ یہ محض لفظی ہیر پھیر نہیں بلکہ معناً عظیم
...اصل بات ہی بدل گئی۔

...کے سلسلے میں دو غیر ثابت باتیں اس طرح فرض کر لی گئی ہیں
...بلا ریب و شک معلوم ہو رہی ہوں۔ اس فرض کرنے کا قصور نیا نہیں
...نے بھی اپنے ایک پسند کردہ موقف کی رَو میں بہہ کر کبھی کبھی اسی

اجتہادی قصور کا ارتکاب کیا ہے اور آجکل کے خانہ ساز مجتہدوں کو طلاق ثلاثہ کی
زیادہ تر ابنِ قیمؒ ہی کی کورانہ تقلید کا فخر حاصل ہے۔ ابنِ قیمؒ بلا ریب مجتہد
مخلص۔ اس لیے ان سے فکری غلطیاں چاہے کتنی ہی ہوئی ہوں مگر نقل اور استدلال
انھوں نے نہیں برتی۔ یہ تو مقلدین ہی کا طرۂ امتیاز ہے کہ وہ نقل واستدلال کی بددیا
ثواب سمجھے ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ فکر ان کے یہاں زیادہ تر ابنِ قیمؒ ہی سے آ
حضرت عمرؓ نے طلاقِ ثلاثہ کے وقوع کا حکم بطورِ امیر المومنین سیاسۃً نافذ کیا تھا
پہلے تین طلاقیں ایک ہوا کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا اکبر آبادیؒ نے "حکم نافذ
ترجمہ کیا جو سیاسی اور سلطنتی احکام کا تصور دیتا ہے۔ حالانکہ امضیناہ میں مفعول
ہے۔ او۔ پہلے کہیں حکم کا ذکر نہیں آیا ہے جس کی طرف یہ لوٹ رہی ہو۔ اس کا مر
وہی ہے جو فیہ کا ہے یعنی "اَمرٍ"

جب مرجع اَمرٍ ہوا تو مطلب یہ نکلا کہ "جس معاملہ میں لوگوں کو گنجائش حاصل تھی اس معا
جلد بازی کرنے لگے تو کیوں نہ ہم اس معاملہ کو ان پر نافذ کریں" اسطرح یہ کوئی ایسا حکم نہ رہا جسے حضرت عمرؓ
تعزیراً لوگوں پر نافذ کیا ہو بلکہ یہ تو ایک کھلا شرعی فتویٰ تھا جو انھوں نے علانیہ دیا۔ ان کا
ہونا یہ معنیٰ تو نہیں رکھتا کہ اب جب بھی وہ کوئی بات کہیں گے اسکی حیثیت حکم شرعی کے
نہ ہوگی بلکہ سیاسی وشاہی حکم کی ہوگی۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ امضیناہ کی ضم
قواعدِ زبان کے خلاف کسی ایسے لفظ کی طرف پھیرنا جو مذکور ہی نہ ہو جان بو
کرنا ہے۔ یہ درست ہے کہ لفظ امرٍ کے معنی بھی لغۃً حکم کے آتے ہیں، مگر و
کہلائے گا جو یہ کہے کہ اس قولِ فاروقیؓ میں بھی یہ لفظ حکم کے معنے میں آیا ہے
معاملے اور بات اور مسئلے اور قضیے جیسے مفہوم میں آیا ہے جیسا کہ ہر عقل وا
ہے۔ خود ابنِ قیمؒ نے اس کا ترجمہ شیٔ کیا ہے۔

دوسرے اضافے یعنی "قرآن وسنت" کے اضافے سے فرق یہ
غتر بود ہوگئی۔ بات یوں تھی کہ تین طلاقیں الگ الگ طہروں میں دینے کی ہدا
حدیث میں کی گئی ہے نہ کہ قرآن میں۔ قرآن میں تو بس اتنا کہا گیا ہے کہ دو طلاقوں
حقِ رجوع ہے۔ تین پر یہ حق ختم اور حلالہ کے بغیر دوبارہ تجدیدِ تعلق حرام۔ اب اگر
لیں کہ ترجمے میں بریکٹ دے کر قرآن اور سنت دونوں کا اضافہ بجا ہے تو مطا

دحضرت عمرؓ کے قول سے تائید مل جائے گی کہ قرآن میں تین طلاقیں
گئی ہیں۔ حالانکہ حضرت عمرؓ اس سے بری الذمہ ہیں۔ سُنت کی حد تک تو
قرآن کا اضافہ اس نازک محل میں درست نہیں۔
قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ ترجمے کے نازک سے لفظی فرق کے
رہے ہیں۔ مولانا نے یہ کام خواہ دانستہ کیا ہو یا نادانستہ، بہرحال
ہے۔
اس قول کی فرمائی گئی کہ پہلے دورِ رسالتؐ اور دورِ صدیقیؓ میں لوگ
ساتھ دیتے تو ایک ہی مانی جاتی تھیں، مگر حضرت عمرؓ نے جب دیکھا کہ
ایسا ہی کرنے لگے ہیں تو تین کو تین ماننے کا فیصلہ نافذ کر دیا بالکل غلط
مضرات وعواقب پر ہم کھُل کر گفتگو کر چکے ہیں۔ فقرے کے الفاظ ہی
اس کا صاف مطلب یہی تو ہے کہ طلاقوں کے معاملے میں شریعت کی طرف سے
گنجائش دی گئی تھی کہ تین دینی ہیں تو ایک ایک ماہ بعد دیں تاکہ پچھتانا نہ پڑے
بالائے طاق رکھ کر بیک وقت تین دینے کی جلد بازی کرنے لگے ہیں تو
ان کی تین کو تین ہی نہ مانیں۔ یہ اندازِ گفتگو ہی صاف ظاہر کر رہا ہے کہ دورِ رسالتؐ
ایک نہیں مانا جاتا تھا ورنہ یہ وجہ حضرت عمرؓ کے سامنے ہوتی اور یہ وجہ
عمرؓ اسے نظر انداز کرنے کی جرأت ہی نہیں کر سکتے تھے۔ بھلا جب
اور خلیفۂ اوّل تین کو تین نہیں مانتے تو اس سے بڑی وجہ اور کون سی
بھی تو نہیں بن گئے تھے کہ آخری پیغمبرؐ کے ایک شرعی قاعدے اور فیصلے کو
وہ حق چھین لیں جو اللہ کا رسولؐ اور اس کے اتباع میں پہلا خلیفہؓ انھیں
اگر حضرت عمرؓ ایسی غلط جسارت کے مرتکب ہو بھی جاتے تو کیا تمام موجود
فرمانے سے باز رہ سکتے تھے کہ اے عمرؓ یہ کیا کہدیا۔ فلو کہنے کا کیا موقع
سامنے رسول اللہؐ اور صدیق اکبرؓ کا طریقہ موجود ہے کہ وہ تین کو ایک قرار
لوجی اور جنگی اور ہنگامی مسئلہ تو ہے نہیں کہ جب چاہو اپنی صواب دید
لیتے رہو۔ یہ تو ایک معاشرتی قانون ہے اور اگر ایک وقت کی تین طلاقوں کو

شدہ ہے کہتے ہیں کہ ایک وقت میں تین طلاقیں دینا کچھ گناہ نہیں ہے گویا ان کے نزدیک ان کا گناہ ہونا نہ
ہے

تین ہی ماننا معاشرے کے لئے موزوں ہو سکتا ہے تو کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تم سے کم جانتے تھے کہ کیا چیز موزوں ہے اور کیا نہیں۔

اہلِ انصاف جتنا بھی غور کریں گے اتنا ہی زیادہ انھیں یقین ہوتا چلا جائے قولِ عمرؓ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ پہلے لوگوں کو بیک وقت تین طلاق دے گنجائش میسر تھی اب ہم اس گنجائش کو ختم کر رہے ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب قطعی طور پر حضورؐ کے دورِ مبارک میں اور خلافتِ صدیقی میں لوگ شرعی گنجائش کو ملحوظ رکھتے ایک وقت میں ایک ہی طلاق دینے کے عادی تھے۔ تین دینی ہوتیں تو طریق سنت کے مطابق تین طہروں میں دیتے، مگر حضرت عمرؓ کے دور میں انھوں نے شریعت کی عطا گنجائش سے بے پروا ہو کر ایک ہی وقت میں تین تین دینی شروع کر دیں تو حضرت عمرؓ کو کہنا پڑا کہ جب لوگ خود ہی گنجائش کو ٹھکرا رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اس جلد بازی کے لازمی نتیجہ کو ان پر عائد نہ کیا جائے اور تین کو تین نہ مانیں۔

یہ کوئی شاہی یا سیاسی حکم نہیں تھا، ٹھیک اس حکمِ شرعی کا وضاحتی اعلان تھا جو یکساں چلا آ رہا تھا۔ جس نے بھی اسے اولیاتِ عمرؓ میں شمار کیا خطا کی۔ یہ فتویٰ تھا جس سے دورِ رسالتؐ کے قانون کی تصدیق ہوتی تھی اسی لئے حضرتِ علیؓ، حضرت ابن حضرتِ ابنِ عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ جیسے اہل اور صحابہؓ نے بالکل اسی طرح اسے سنا جیسے کسی معلوم و معروف قاعدے کو سنتے ہیں معلوم تھا کہ قانون یہی ہے۔ ان کے اپنے فتوے اسی کے مطابق نہایت مستند کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے کوئی نہیں جو یہ کہتا ہو کہ دورِ رسالتؐ میں ایسا نہیں خلیفۂ ثانی کے حکم سے ایسا ہونے لگے گا۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ! یہ غلط سلط روایات پر نتیجہ ہے کہ بعض اچھے خاصے اہلِ علم بھی اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں کہ پہلے تو تین ایک ہوتی تھیں اب حضرت عمرؓ نے وقتی مصالح کے پیشِ نظر انھیں تین کر دیا۔ دس بار دور نہ جائیے۔ علامہ شبلیؒ کی "الفاروق" ہی اٹھا کر دیکھ لیجئے جو اردو میں متعدد واقعات آپ کو مل جائیں گے جن سے پتہ چلے گا کہ حضرت عمرؓ اگر اپنی کسی ملت کے لئے مفید و مناسب سمجھتے ہوئے نافذ کرنے کا ارادہ کرتے اور کوئی معمولی بھی انھیں ٹوک دیتا کہ تمھاری رائے قرآن یا سنت کے خلاف ہے تو وہ یا تو فوراً اپنی

مہروں کی تجدید کے سلسلے میں ایک بوڑھی عورت کے ٹوک دینے اور توجہ دلا دینے پر انھوں نے اپنا ارادہ بدل دیا تھا اور صاف کہا تھا کہ اگر یہ تو عمرؓ آج ہلاک ہو گیا تھا۔ یا اگر وہ سمجھتے کہ ٹوکنے والا کم فہمی کا شکار ہے تو سمجھاتے کہ میں قرآن و سنّت کے مطابق ہی فلاں کام کرنے جا رہا ہوں۔ اس کی ہیں جو مفتوحہ زمینوں کو فوجیوں پر تقسیم کرنے نہ کرنے کے سلسلے میں انکے مابین ہوئے اور اپنے ارادے کی تکمیل آپ نے اس وقت فرمائی جب دوسروں کو مطمئن کر دیا۔

اس سے تین نتیجے برآمد ہوتے ہیں:-

عمرؓ وہ شخص تھے کہ کسی رائے کو وہ اپنی سمجھ کے مطابق چاہے کتنی مفید جان لینے کے بعد کہ وہ قرآن یا حدیث سے مطابقت نہیں رکھتی اس پر ہلاکت تصور فرماتے تھے۔ بھلا ایسا شخص کیا بلا تکلف ایسا حکم صادر کر سکتا ہے کے قانون شرعی اور فتوائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مسترد کرنے والا ہو۔

حضرت عمرؓ ایک باضمیر باہمت اور زندہ قوم کے امیر تھے جس کے فرد فرد کو یہ جرأت شریعت کے معاملے میں خلیفہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے اور دلیل ایک قدم نہ چلنے دے۔ ان افراد میں سے نہ جانے کتنوں نے بڑے آگے کلمۂ حق کہنے کا حوصلہ کیا اور جانیں دے دیں۔ کیا یہ ممکن تھا کہ حضورؐ ایک قرار دیتے ہوں اور یہ لوگ جو حضورؐ کی خلوت و جلوت کے ساتھی تھے حضرت عمرؓ کا ایک ایسا حکم برداشت کر لیں جو اس کے خلاف ہو۔ نہ صرف اس کے خلاف ہو۔ نہ صرف برداشت کر لیں بلکہ خود بھی اسی کے مطابق فتوے ان کے نزدیک محمدؐ نہ ہوئے، عمرؓ ہو گئے کہ فتویٰ بھی عمرؓ ہی کی رائے پر بقول مقالہ نگاران عمرؓ کی یہ رائے حضورؐ کی رائے اور تعامل کے خلاف تھی دورِ رسالتؐ اور دورِ صدیقیؓ میں تین کے ایک ماننے جانے کا دعویٰ محض جملہ صحابہؓ کا پُرسکون اتفاق کرنا اور مخالفت یا اعتراض کی ایک بھی برہان ہے اس حقیقت کا کہ یہ عمرؓ کا کوئی اجتہاد نہ تھا بلکہ شریعت کا قانون تھا جسے یہ حضرات پہلے سے جانتے آ رہے تھے اور حضرت عمرؓ نے

مسندِ خلافت سے اس کا اعلان محض اس لئے کیا تھا کہ جو لوگ کم علمی کے باعث اس
ہوں وہ خبر دار ہو جائیں۔

ہم اس دعوے کے ثبوت میں کہ یہ حکم نہیں تھا فتویٰ تھا اور اسلام کے کسی
اللہ کے پیغمبر ﷺ نے ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک نہیں قرار دیا، دس قوی دلیلیں ا
مگر بات لمبی ہو چکی اور کافی شافی بھی۔ پھر ابھی تو ہمیں بہت لمبا سفر طے کرنا ہے لہٰذا
اکتفاء کرتے ہوئے اتنا اور کہہ دینا چاہتے ہیں کہ مذکورہ قولِ عمرؓ کا ایک یہ مطلب
قرینِ قیاس ہو سکتا ہے کہ دورِ رسالتؐ یا دورِ صدیقیؓ میں مبہم طلاق کے بارے
تھا کہ نیت پر قسم لے لی جاتی تھی۔ اگر نیت ایک کی ظاہر کی گئی تو رجوع کی اجازت م
لیکن حضرتِ عمرؓ نے اپنے زمانے میں دیکھا کہ نئے نئے علاقے فتح ہو رہے
خوب خوب اسلام قبول کر رہے ہیں اس لئے ضروری نہیں کہ ہر مسلمان اتنا سچا مان
جھوٹی قسم کھا ہی نہ سکے لہٰذا اب نیت کی تحقیق نہیں ہوگی بلکہ ظاہر الفاظ جس مفہوم کی
ڈھل رہے ہوں گے اسی کو تسلیم کیا جائے گا۔ اس معنیٰ میں بے شک تغیرِ احوال
کے معاملہ میں حضرت عمرؓ نے روش بدلی مگر ظاہر ہے کہ اس میں سُنتِ نبویؐ یا اسوہ
خلاف کوئی عنصر نہیں۔ حضورؐ یا صدیق اکبرؓ بھی ایسے لوگوں کا اعتبار تو نہ کرتے
ہونا مخدوش ہو۔ جن لوگوں پر انھوں نے اعتبار کیا کہ وہ قسم جھوٹی نہ کھائیں گے وہ
پہچانے اُسوۂ و کردار کے لحاظ سے اس اعتبار کے اہل تھے اور اس وقت کثرت
کی تھی۔ لہٰذا عام روش اعتبار ہی کی رہی۔ اب دورِ عمرؓ میں صحابہؓ تو بے شمار گھٹ گئے
یا مجہولُ الحال افراد کی کثرت ہو گئی لہٰذا اب روش اس کثرت ہی کے مطابق ہونی چا
حضرتِ عمرؓ حضورؐ ہی کے نقشِ قدم پر چلے نہ کہ ان کے طریقے کو بدلا۔ وہ بدلنے والو
بلکہ سُنتِ نبویؐ اور قانونِ شرعی پر سر کٹا دینے والوں میں تھے۔ رضی اللہ عنہ الف الف

اس تقریر سے واضح ہوا کہ جن لوگوں نے بھی اسے اجتہادِ فاروقیؓ کا نام دیا
انہوں نے فی الحقیقت ایک رکیک اور سنگین الزام عمر فاروقؓ پر لگا دیا ہے خواہ الف
لیپا پوتی وہ کیسی ہی کرتے رہیں اور خواہ ارادۃً وہ حضرت عمرؓ کی توہین پسند کرنیوالوں

روایت کی بحث

آئیے، یہ بھی دیکھیں کہ ان روایات کا کیا حال ہے جن روا
ہمارے بزرگوں کو یہ پروپیگنڈہ کرنے کا موقع مل رہا ہے

تے تھے کہ دورِ رسالتؐ اور دورِ صدیقیؓ اور دورِ عمرؓ کے ابتدائی دو سالوں تک
جاتی تھیں پھر حضرت عمرؓ نے اپنے اجتہاد سے انھیں تین قرار دیا۔
نہیں بلکہ ایک ہی روایت ہے جو متعدد سندوں سے متعدد الفاظ میں بیان
ابوداؤد اور مسلم شریف وغیرہ کی کتابُ الطلاق میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اسکا
کے جواب میں حضرت ابنِ عباسؓ نے یہ فرمایا کہ ہاں عہدِ رسالتؐ اور دورِ صدیقیؓ
ابتدائی سالوں تک تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں پھر حضرت
کر دیا۔

ہے مگر ہم اپنے عام قارئین کو بھی سمجھانا چاہتے ہیں اس لئے طول معاف۔
قیمت معلوم کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ قواعدِ فن کے مطابق
دوسرے یہ کہ جو مسلّم ماہرینِ فن ہیں ان کی آراء پیش کر دی جائیں۔
مختصراً اختیار کریں گے۔

الف

ب سندوں کا مدار ایک طاؤس نامی راوی پر ہے۔ یہ حضرتِ ابنِ عباسؓ
ان کا حال یہ ہے کہ جس بات کو ابنِ عباسؓ کے متعدد شاگردان سے نقل
کو کسی اور طرح نقل کر رہے ہیں۔ دوسرے سب شاگرد ماہرینِ فن کے
اعتبار ہیں لہٰذا طاؤس کی روایت کو درست مان کر ان سب کو غلط گو ماننا
بات یہ نہیں ہے کہ یہ خود انھیں ہی کم سے کم اس روایت کے معاملہ
فہمی کا شکار مان کر بہت سے معتبر لوگوں کا اعتبار باقی رکھا جائے۔
ہے کہ یہ بات پایۂ تحقیق کو نہیں پہنچ سکی کہ طاؤس نے اپنے استاذ
قول سنا ہو۔ امام مسلمؒ تین مختلف سندوں سے یہ قصہ بیان کرتے
تاتے ہیں کہ طاؤس نے ابوالصّہباء سے اور ابوالصّہباء نے ابن عباسؓ
میں وہ ابوالصّہباء کا نام نہیں لیتے بلکہ اس طرح روایت کرتے ہیں جیسے
ت ابنِ عباسؓ سے سنا ہو۔ قوی احتمال ہے کہ امام مسلمؒ نے یا اور کسی
اجتہاداً یہ رائے قائم کر کے کہ طاؤس چونکہ ابنِ عباسؓ کے شاگرد ہیں

اس لئے انھوں نے ابنِ عباسؓ ہی سے سنا ہوگا، ابوالصہبار کا نام حذف کردیا ہو۔
ایک ایسا اجتہاد ہوا جس سے اتفاق کرنا بالکل ضروری نہیں۔ خصوصاً جب ابنِ عباسؓ کے
شاگرد براہِ راست ابنِ عباسؓ سے سن کر اس کے خلاف نقل کر رہے ہیں تو اور بھی اقرب
ہوجاتا ہے کہ طاؤس نے براہِ راست نہ سنا ہوگا۔ رہا ابوالصہبار تو یہ کوئی ایسا راوی نہیں
پر سب کا اتفاق ہو۔ امام مسلمؒ ایک غیر معصوم ہی تھے۔ انھوں نے ابوالصہبار کے
بغیر اس روایت کو نقل کرنے میں خطا کھائی ہو یہ مان لینا اس سے بہتر ہے کہ ابن عباسؓ
چھ سات شاگردوں کو غلط بیانی کا مرتکب قرار دیا جائے جو تابعینؒ میں ہیں اور امام
مستند و ثقہ ہی مانتے ہیں تیسری زبردست کمزوری یہ ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ تو فتوی
ہونے کا دیتے رہے تھے، یہ کیسے مان لیں کہ ان کی دانست میں دورِ رسالتؐ اور
قانونِ شرعی ایک طلاق واقع ہونے کا ہو، اور وہ اس کے خلاف فتوے دیا کریں۔
اگر کبھی لاعلمی میں کوئی غلط فتویٰ دیا ہے اور اس کے بارے میں حدیث کا علم بعد میں ہوا
توبہ کرلی ہے۔

چوتھی کمزوری یہ ہے کہ یہی طاؤس اسی ابوالصہبار سے یہ روایت اس طرح
کرتے ہیں جس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابنِ عباسؓ کے قول کا تعلق ان
تھا جو منکوحہ کو صحبت سے پہلے ہی دے دی جائیں۔ چنانچہ ابوداؤدؒ کی کتاب الطلاق
لیجئے یہ روایت مل جائے گی۔

یہ بیان کا اختلاف اور الجھاؤ اور متذکرہ متعدد کمزوریاں کیا اس بات کا تقاضا
کہ دوسری صحیح ترین روایات اور اجماعِ صحابہؓ کے مقابلے میں اس روایت کی آڑ لے
حجاب کریں اور علم و تحقیق کے منھ پر سیاہی نہ ملیں۔

شہادتیں

اب دوسرا پہلو لیجئے:۔

وہی علامہ ابن قیمؒ جن کے خرمنِ علم سے مقالہ نگار حضرات خوشہ چینی کر رہے ہیں
الموقعین میں اعتراف کرتے ہیں کہ بیہقیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے تنبیہ کی ہے کہ حضرت
کے دوسرے سب شاگرد اس بارے میں اپنے استاذ سے جو کچھ روایت کر

روایت اس کے خلاف ہے۔ یہی بات اپنے لفظوں میں علامہ شوکانیؒ نے بھی
میں بیان کی۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے بھی فتح الباری میں اس کا ذکر کیا۔ یہ گویا
تحقیق کی کہ یہ روایت شاذ و منکر ہے جس سے استدلال نا واقفانِ فن

فن علامہ ابنِ عبدالبرؒ نے صریح الفاظ میں اس روایت کو محض وہم اور سراسر
ہو تفسیرِ قرطبی اور جواہر النقی اور الاستذکار۔
میں علامہ شوکانیؒ نے علامہ ابوجعفر بن النحاسؒ کا بھی یہ قول نقل کیا ہے
آدمی ہیں لیکن ابنِ عباسؓ سے ان کی کئی روایتیں منکر ہیں۔ یعنی قوی روایات
لہٰذا وہ قابل قبول نہیں اور اربابِ علم و بصیرت انھیں رد کرتے ہیں۔ امام قرطبیؒ
مضطرب قرار دیتے ہیں یعنی استدلال کے ناقابل اور مفہوماً غیر مستقیم۔
علامہ ابن العربی مالکیؒ کا یہ ارشاد ابن حجرؒ نے فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ اس روایت کی صحت مسلّم
لہٰذا اسے اجماع پر کیوں کر فوقیت دی جاسکتی ہے۔

اور امام نوویؒ کا خیال ہے کہ: اگر یہ روایت تسلیم بھی کرلی جائے تو اسے منسوخ
فتح الباری۔

جلد اور صفحات کے حوالوں کا التزام اس لئے نہیں کیا کہ اول تو یہ منقولات
سنے ہیں دوسرے انھیں ہر محولہ کتاب کی بحثِ طلاق میں ہر شخص

انصاف فیصلہ فرمائیں کہ ماہرینِ فن کی شہادتوں اور فنی نقد کی ظاہر کردہ کمزوریوں کا
بارے میں یہ ہوا سے بنیاد بنا کر قوی روایات کو ٹھکرا دینا اور اجماع
کرنا کیا اہلِ بصیرت اور واقفانِ فن کا کام ہوسکتا ہے۔ ——؟ خود
اس پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔

دلائل عقلیہ

روایتی و نقلی دلائل کے بعد اب ذرا عقلی دلائل پر بھی توجہ کرلی جائے۔
ہیں کہ مرد کی نیت کا اعتبار ہونا چاہیے۔ اس کے لئے وہ حدیث اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

کا حوالہ دیتے ہیں:۔

ہماری گذارش یہ ہے کہ اول تو الاعمال بالنیات والی حدیث سے استدلال کا [illegible]
نہیں۔ یہ حدیث قانون کی بحث میں کام نہیں آتی اس کا تعلق باری تعالیٰ کے یہاں [illegible]
اور عدم قبولیت سے ہے۔ مثلاً زید حج ادا کرتا ہے تو چاہے اس کی نیت محض یہ رہی [illegible]
مجھے حاجی کہہ کر پکاریں مگر قانونِ شریعت بہرحال یہی فیصلہ دے گا کہ فریضۂ حج سے [illegible]
حالانکہ فسادِ نیت کے باعث اللہ کے یہاں اس کا حج قبول نہ ہوگا۔ خود حضورؐ نے [illegible]
فرماکر ہجرت کی مثال دی ہے کہ جو شخص اللہ کی خاطر ہجرت کرے گا وہ مستحق ثواب ہوگا [illegible]
کسی عورت یا کسی اور کی خاطر ہجرت کرے گا اس کی ہجرت موجبِ ثواب نہ ہوگی۔ [illegible]
یہ ارشاد صحیح روایات میں منقول ہے کہ نیتیں تو اللہ جانے ہم ظاہر کے مطابق فیصلے دیں [illegible]

غرض اس حدیث سے زیرِ بحث معاملے میں استدلال درست نہیں۔ دوسر[illegible]
بولنا آج جس قدر عام ہو چکا ہے اس کی موجودگی میں اعتبارِ نیت کا فتویٰ دینا کم سے کم [illegible]
میں تو معقولیت نہیں کہلا سکتا جو زندگی بھر زنا کے خطرے تک منتج ہو۔

تیسرے چلئے نیت کی بات ہم نے مان لی لیکن آپ کا موقف تو یہ ہے کہ ایک [illegible]
کی تین طلاقیں تین مانی ہی نہ جائیں خواہ صریح عدد کے ساتھ دی گئی ہوں۔ یہی موقف [illegible]
نگاروں نے بھی اختیار فرمایا ہے تو نیت کی بحث کا کیا موقعہ رہا۔ کیا آپ یا کوئی بھی [illegible]
اس سے بے خبر ہے کہ صریح الاطلاق افعال واقوال میں نیت تحقیق طلب نہیں [illegible]
ایک شخص اقرار کرے کہ مجھ پر فلاں شخص کے پندرہ روپے ہیں تو اب یہ سوال [illegible]
اٹھے گا کہ پندرہ سے کیا مراد ہے۔ اگر دوسرے وقت یہ شخص یوں کہنے لگے کہ [illegible]
تو چھ روپے تھی، اور دلیل یہ دے کہ پندرہ کی اکائی اور دہائی کو اگر اوپر نیچے رکھ کر جوڑا [illegible]
چھ ہی بنتے ہیں ـــــ فرمائیے کیا اس مسخرے پن کو لائقِ التفات سمجھا جا[illegible]

مولانا نے "نیت" کی بات کہہ کر ابتداءً تو تاثر یہ دیا کہ وہ صرف ایسے واقعات [illegible]
خیال کر رہے ہیں جن میں اصولاً نیت کا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اگلے ہی صفحے پر [illegible]
مجتہدین کو جن فیصلوں کی گنجائش دے رہے ہیں ان میں پہلا ہی فیصلہ یہ ہے،

(۱) "تین طلاقیں جو ایک مجلس میں ایک ہی لفظ سے دی جائیں وہ ایک طلاق سمجھی جا[illegible]
اور طلاقِ رجعیہ ہوگی"

[illegible] ظاہر ہے کہ نیت والی بات تو بس یوں ہی کہہ دی گئی ہے، اصل مقصود
[illegible] ہی ایک وقت میں طلاقیں تین نہ مانی جائیں۔ ایک شخص بیک لفظ تین طلاق دیتا
[illegible] ہے کہ تجھ پر تین طلاق۔ موصوف کی رائے ہے کہ اس وقت بھی ایک ہی طلاق
[illegible] چاہئے جب یہ بات تھی تو آخر بیسیوں سطریں نیت کے پہلو پر لکھنے کی زحمت
[illegible] ین کا کوئی قاعدہ ایسا نہیں جس کی رو سے عدد کے تلفظ اور تعین کے بعد بھی
[illegible] کی نیت اس عدد سے کیا تھی۔؟



[illegible] لائل کے بعد مولانا یہ بھی رقم طراز ہیں:۔

[illegible] حضرات مذکورہ بالا تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں
[illegible] مخالف ہیں ان کے دلائل کا بھی جائزہ لیں:"

[illegible] تھے کہ اب کام کی چیز آئے گی۔ خوش اس لئے ہوئے تھے کہ خود ہم بھی
[illegible] کے ہمدرد نہیں جنہیں تین طلاقیں دے دی جاتی ہیں۔ اگر واقعۃً ایسے
[illegible] ایک وقت کی تین طلاقوں کا قصہ ہی پاک ہو تو ہمیں تو قدرتاً اس سے
[illegible] افسوس کہ مولانا نے ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ اور ان کے شاگرد حافظ
[illegible] کا حوالہ دے کر بات مختصر کر دی اور فرما دیا کہ انھیں ملاحظہ کیجئے مخالف
[illegible] جواب مل جائے گا۔

[illegible] فرما رہے ہیں کہ فریقِ ثانی آج تک ان کتابوں سے بے خبر ہی ہے۔ حالانکہ
[illegible] تمام علماء کے لئے جانی پہچانی ہیں اور علمائے سلف وخلف نے ان کو
[illegible]

[illegible] تیمیہؒ اور ابنِ قیمؒ کے بہت زیادہ مداحوں میں ہیں لیکن ہمیں اعتراف
[illegible] طلاقِ ثلاثہ کے مسئلہ پر جو بھی دلائل اپنے موقف کے لئے دیتے ہیں
[illegible] سکے۔ حالانکہ عقیدت کا تقاضا تھا کہ اپیل کرتے۔ لیکن عقیدت اپنی جگہ اور
[illegible] حضرات یہ ثابت کرنے میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکے ہیں کہ عہدِ رسالتؐ
[illegible] طلاقیں کسی صورت میں بھی پڑتی ہی نہیں تھیں۔ نہ انکے مجموعی دلائل
[illegible] اسلم کا اجماعی مسلک ان کے مقابلے میں کمزور محسوس ہو۔

اگرمولانا کے نزدیک یا کسی اور کے نزدیک ان بزرگوں نے کوئی ایسی دلیل دی ہے جو حقیقۃً "تسلّی بخش" ہے تو "تجلّی" کے صفحات حاضر ہیں اسے پیش کیا جا

حالات کے تغیّر کی حقیقت

مولانا اور دیگر مقالہ نگاروں نے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ حضرت طلاقِ ثلاثہ کے قاعدے میں جو تبدیلی فرمائی وہ تغیر پذیر حالات کے تقاضے کے تحت اس سے ثابت ہوا کہ یہ مسئلہ ایسا ہی ہے جو حالات کی تبدیلی سے اثر پذیر ہو سکتا ہے

مولانا نے اور بعض اور حضرات نے ہیکل کے حوالہ سے تغیّر حالات کا جو نقشہ اس پر تو ہم پیچھے نظر ڈال چکے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ محض شاعری ہے، ایسی شاعری بے بنیاد مفروضات پر اٹھائی گئی ہے۔ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آج وہ کو پیش آگئے ہیں جن کی بنا پر یہ انسب قرار پائے کہ ایک وقت کی متعدد طلاقوں کو بس مانا جائے۔

تمام مقالات سے تغیّرِ حالات کا جو خلاصہ حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آ عام ہے۔ عامۃُ المسلمین اس سے بے خبر ہیں کہ طلاقِ رجعی کیا ہوتی ہے۔ بائنہ کیا ان میں سے اکثر اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں کہ جب تک تین طلاقیں نہ دو طلاق نہیں۔ اسی لئے وہ کھٹ سے تین دے ڈالتے ہیں۔ ایسی حالت میں اسے قرار دینا مطلّقہ پر بڑا ظلم ہے اور بچّوں کے لئے سامانِ تباہی بھی۔

تغیّر حالات کے اس نقشے پر ہم پہلے بھی کلام کر چکے ہیں لیکن اس جائزے کا یہاں بھی کلام کریں۔

پہلا اعتراض تو اس پر اصولی واقع ہوتا ہے کہ دین اور دنیا دونوں کے قوانین ایک طے شدہ اصل کی حیثیت رکھتا ہے کہ قانون سے ناواقفیت ہرگز ایسا عذر نہیں بنا پر کوئی بھی فعل کالعدم قرار پائے۔ اسی اصل پر ہزاروں مسائل استوار کئے اور دنیا بھر کے دانش ور اور ماہرینِ قانون اسے ایسی اساس تصور کرتے ہیں جائے تو قانون کا نظام ہی تہ و بالا ہو جائے۔

ضرورت تو نہیں تھی کہ ایسی مسلّم اصل کے لئے کوئی دلیل لائی جائے۔ لیکن ا

اس حدیث کی طرف اپنے بزرگوں کو توجہ دلائیں گے جو بخاری اور دیگر کتب حدیث حدیث ہے ابنِ عمر رضؓ کے طلاق دینے کی۔ انھوں نے اپنی بیوی کو حالت طلاق دی کیوں کہ انھیں علم نہیں تھا کہ ایسا کرنا گناہ ہے۔ حضورؐ کو جب پتا چلا تو عمر رضؓ کو حکم دیا کہ جاؤ اپنے بیٹے سے کہو طلاق سے رجوع کر لے۔

رت ابنِ عمر رضؓ کی لاعلمی ہے اور دوسرے فعل کا ممنوع ہونا ہے۔ فعل بے اثر نہیں گیا اور طلاق پڑ گئی۔ اگر نہ پڑتی تو رجوع کا حکم کیوں دیا جاتا؟ نے ایک اور حدیث دہرا کر پیش کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ کسی نے شخص نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی ہے، آپ نے جواب دیا کہ اس سے رجوع کر لے اور طلاق ہی دینی ہو تو۔ اس نے کہا کیا یہ حیض والی طلاق شمار میں آئے گی۔ ابنِ عمر رضؓ نے شخص غفلت و حماقت میں مبتلا ہو جائے تو کیا حکمِ شریعت معطّل کے الفاظ یہ ہیں ارایت ان عجز واستحمق۔ اس کے بارمیں کہتے ہیں کہ اس کا تعلق ایک کلام محذوف سے ہے۔ یعنی حضرت

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اس شخص کی حماقت و غفلت اس کی طرف سے طلاق پڑنے کو روک دے گی۔	واستحمق الطلاق حمقہ

الطلاق)

٭ ٭ ٭ ٭

کلام اور بول چال کے قواعد سے ظاہر تھا اس لئے الفاظ کا اس سے بطورِ نص معلوم ہوا کہ کسی شخص کی قانون سے ناواقفیت فعل کی تاثیر اور قانونِ شرعی کے نفاذ و اجرا میں مانع آجائے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمر رضؓ کی طلاق کو واقع قرار دیا تھا سے ناواقف تھے یا اس کے سلسلے میں غلط فہمی میں مبتلا نوں میں کون سا سُرخاب کا پر ہے کہ ان کی قانون سے ناواقفیت ظاہر کرنے سے روک دے۔

دوسرا اعتراض واقعاتی رخ سے ہے۔

ذرا غور کیا جائے۔ عرب جاہلیت میں طلاق و رجوع کی کوئی حد معین نہیں تھی طلاق دو اور رجوع کرتے رہو۔ اب اسلام آتا ہے اور قانون صادر کرتا ہے طلاقوں تک حقِ رجوع ہے۔ تیسری اس حق کو ختم کر دیتی ہے۔ یہ زمانہ پرآیات نازل ہوئیں اور چھپ کر سب طرف پھیل گئیں۔ اس کے علاوہ کفر شدید مقابلہ جاری ہے۔ دسیوں اور اہم مسائل موضوعِ گفتگو اور مرکزِ توجہ ہیں، آیات وہدایات کیلیے نازل ہوئے چلی جارہی ہیں۔ ایسے میں یہ تو تصور ہی نہیں کیا جا لئے صرف ان آیات کو جو طلاقوں سے متعلق نازل ہوئی تھیں خاص طور پر کر دیا ہو کہ وہ سب مسلمانوں کے علم میں آگئی ہوں۔ عادت کے مطابق آپ نزول انھیں قریبی صحابہؓ کو سنایا اور پھر دیگر موضوعات کی آیت نازل ہوئیں کی گئی، اس کا نتیجہ یہ ہونا ہی چاہیے تھا کہ بے شمار مسلمانوں کو فوری طور پر پتا طلاق کے مروجہ قواعد میں اسلام نے کیا تبدیلیاں کی ہیں۔

پھر مقالہ نگار حضرات کا دعویٰ ہے کہ پورے زمانِ رسالتؐ میں اور صدیقیؓ میں ایک وقت کی متعدد طلاقیں ایک ہی تھیں لہٰذا اور بھی یہ بات یقین سارے ہی مسلمان اس تصور تک سے عاری ہوں کہ ایک وقت میں ایک پڑسکتی ہیں۔ وہ تو آیتِ قرآنی کی روشنی میں بھی اور حضورؐ کے فیصلوں اور دور کی روشنی میں بھی قطعی طور پر مطمئن ہوں گے کہ ایک وقت میں ایک ہی طلاق پڑے کتنی ہی دے ڈالو۔

یہ حالت کیا اس کی متقاضی تھی کہ حضرت عمرؓ اٹھیں اور دفعتہً یہ فیصلہ سے ایک وقت کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا نزدیک لوگوں کا اس خوش فہمی میں مبتلا ہونا کہ ایک وقت میں بس ایک ہی طلاق اس کا متقاضی ہے کہ ان کی خوش فہمی کو ہوا میں تحلیل کرتے ہوئے ایک ایسا حکم جائے جس سے وہ واقف ہی نہ ہوں۔

اگر یہی بات ہے تو پھر یہ کیسا تقلیدِ عمرؓ کا دعویٰ ہے کہ آج ہمارے جہالت و غفلت سے مفاہمت کر لینا چاہتے ہیں اور سوادِ اعظم کے فتوے

ملت بتاتے ہیں جو جہالت و غفلت کی رعایت پر مبنی ہو۔ حالانکہ فعلِ عمرؓ رہا ہے۔

کے علاوہ ذرا ایمانداری کے ساتھ واقعات پر نظر ڈالیے۔ کیا واقعی عام کہ تین طلاقوں کے بغیر طلاق پڑتی ہی نہیں۔ ؟ ــــــ بائن و مغلظہ یئے۔ ان سے بے شک عوام بے خبر ہوسکتے ہیں اور ہوتے ہی.... معانی کے اعتبار سے اس سوال کا ایک ہی جواب ہے۔ یہ کہ ایسی بات ہے۔ واقعاتی اعتبار سے یہ سَو فی صدی جھوٹ ہے۔ کہیں کوئی مسلمان گھرانہ نہیں پایا جاتا جہاں یہ سمجھا جاتا ہو کہ ایک طلاق طلاق ہی نہیں ہوتی بس تین گی۔

ضرورت ہے لہٰذا جاہل سے جاہل گھرانہ بھی اس کی اسلامی حیثیت سے واقف چونکہ اسی سے مربوط ہے اس لئے اس کی بھی اسلامی حیثیت مجملاً تین طلاقوں کی اصطلاحی تعبیر "مغلظہ" چاہے اس کے کانوں میں کانوں میں پڑا ہوتا ہے کہ تین طلاقیں آخری درجے کی طلاقیں ہیں "تین" دلیل ہے اس بات کی کہ اسلامی قاعدہ اس کے کم سے کم تحت الشعور میں ہے ورنہ تین کیوں وہ سَو کیوں نہیں دیتا۔ دس کیوں نہیں دیتا۔ ہزار کیوں تحت الشعوری طور پر احساس ہے کہ تین سے زائد تو فالتو اور لغو ہوتی ہیں۔ ہوش غضب میں بھی اس سے تین کا عدد نکلواتا ہے۔ پھر یہ کیسے مانا جائے واقفیت پر مبنی ہے۔

ایسا لفظ ہے جو پوری دنیا میں معروف ہے۔ ہر زبان میں اس کے ئع ہیں۔ یہ بھی سب جانتے ہیں کہ بائن اور رجعی اور مغلظ کی تقسیم صرف تمام اقوام میں طلاق کی ایک ہی قسم معروف و مروّج ہے۔ یعنی سوال ہی نہیں اور دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو حلالہ کی بھی قید نہیں۔ ایسی جاہل مسلمان گھرانے کو عام تصوّراتِ زمانہ کے تحت اگر غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ طلاق سے رجوع نہیں ہوسکتا۔ کوئی طلاق ایسی نہیں مطلقہ کو پھر روک لے۔ مگر اس کے برعکس یہ غلط فہمی کیسے ہوسکتی

ہے کہ تین طلاقوں کے بغیر طلاق نہیں پڑے گی۔ اس غلط فہمی کے لئے کوئی [illegible]
جواز نہیں۔ تین کا عدد ہی اس حقیقت کا غماز ہے کہ اسلامی قوانینِ طلاق کی [illegible]
تحت الشعور کے کسی گوشے میں مرتسم ضرور ہو چکی ہے ورنہ یہ ہندسہ اور کہیں سے [illegible]
واقعہ بلاشبہ اور صرف یہ ہے کہ جاہل سے جاہل مسلمان جس وقت "تجھ پر تین طلاق [illegible]
الفاظ بولتا ہے۔ اس وقت اس کی نیت یہی ہوتی ہے کہ بیوی سے بالکلیہ قطع تعلق [illegible]
شعور کے ساتھ نہ سہی مگر تحت الشعور کی رہنمائی میں ارادۃً وہ الفاظ استعمال کرتا [illegible]
کے لئے آخری اور انتہائی ہیں۔ لہٰذا صریح عدد بولنے کی صورت میں یہ کہا ہی نہیں [illegible]
اس نے بے خبری کی بنا پر یہ عدد بولا۔

پھر بھی اگر ہمارے دانشوروں کی رائے یہ ہے کہ عدد کو نظر انداز کر کے ایک [illegible]
فتویٰ دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ طلاق کو کوئی قانونِ شرعی [illegible]
بلکہ ایسا لٹو سمجھتے ہیں جسے ہم جب جس طرح چاہیں گھمائیں یا روک دیں۔

مولانا اکبر آبادیؒ نے آخر میں شیخ جمال الدین القاسمی کی ایک عبارت نقل کی [illegible]
"اللہ کی قسم دل رنج والم کے مارے پاش پاش ہوا جاتا ہے اور آنکھیں خون کے [illegible]
ہیں کہ آج جہالت اور علمِ دین سے بے خبری کے باعث مسلمانوں کی حالت کیا ہو گئی [illegible]
چنانچہ آج ہماری عدالتیں اور محاکم شرعیہ مظلوم عورتوں کی شکایتوں سے پُر ہو [illegible]
حالت یہ ہو گئی ہے کہ شوہر اپنے ظلم و عدوان اور بیویوں کے ساتھ حق تلفی، [illegible]
بے رحمی کا معاملہ کرنے کے باعث اسلام کے لئے ننگ و عار بن گئے ہیں۔ دوسر[illegible]
قومیں یہ سب کچھ دیکھتی ہیں اور ہمارا مذاق اڑاتی ہیں اور اسلام کے ساتھ تمسخر کرتی [illegible]
ہمارا جواب شیخ کو بھی اور مولانا اکبر آبادیؒ کو بھی یہ ہے کہ خدائے وحدہٗ لاشریک [illegible]
ہم بھی اور ہمارے ہم مسلک بے شمار حضرات بھی عورتوں کے دشمن نہیں ہیں بلکہ آپ [illegible]
ہمارے قلوب بھی عورت کی ہر مظلومیت سے پارہ پارہ اور آنکھیں اشکوں [illegible]
اس جذباتیت سے یہ آخر کیسے ثابت ہو جائے گا کہ عورت کی مظلومیت اور مردوں [illegible]
حق تلفی کا سارا مکروہ افسانہ بس ایک اسی محور پر گردش کر رہا ہے کہ ایک وقت کی تین [illegible]
قرار پا گئی ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے ایک دیہاتی نے یہ تصور کر لیا تھا کہ اللہ نے [illegible]

[illegible] کی ہے!

[illegible] جیسی کچھ مکروہ صورتِ حال موجود ہے اس میں اگرچہ آپ نے یک رُخے
[illegible] طرفدار تصور کر لیا ہے اور عورتوں کی بے راہ رویوں اور بدمزاجیوں
[illegible] نظر انداز کر دیا ہے۔ تاہم اسے نظر انداز کر کے بھی بس اتنا ہی کہا جا سکتا ہے
[illegible] نتیجہ ہے اسلام فراموشی کا۔ دنیا پرستی کا۔ غلط ماحول و تربیت کا۔ ہوسناکی
[illegible] اور تبلیغ کے تمام ذرائع ان اوصافِ خبیثہ کی اصلاح کے لئے استعمال
[illegible] ۔ اسوۂ رسولؐ اور تعلیماتِ ہدایت کو عام کیجئے۔ معاشرے کو اسلام کے
[illegible] جزاک اللہ سبحان اللہ۔ لیکن یہ کیا مذاق ہے کہ ایک وقت کی تین طلاقوں کے
[illegible] ماتم اس انداز میں لا رہے ہیں گویا یہی مسئلہ ساری خباثتوں کا تخم اور

[illegible] اجازت دی ہے کہ تین طہروں میں تین طلاقیں دے سکتے ہو۔ عورتوں کی
[illegible] کی تباہی اور دوسرے تمام بھیانک امکانات جنھیں آپ حضرات ایک
[illegible] کے سلسلے میں پیش کرتے ہیں اس صورت میں بھی جوں کے توں
[illegible] آپ کی منطق کا حاصل یہ نہ نکلنا چاہئے کہ سرے سے یہ اجازت ہی مسترد
[illegible] کیا جائے کہ وہ کسی حال میں طلاق دے ہی نہ سکے۔ اس سے کیا
[illegible] نے بیک وقت تین طلاقیں دے دیں۔ ایک بھی دیتا تو رجوع نہ
[illegible] حاصل وہی نکلتا جو تین کا نکلتا ہے۔ پھر کیا سارے امکانات جوں کے

[illegible]

[illegible] شوہروں کے ظلم و عدوان کی جو شکایتیں لے کر جاتی ہیں ان کا
[illegible] ایک وقت کی تین طلاقیں تین ہیں یا ایک۔ وہ شکایتیں تو دوسرے
[illegible] کا شاخسانہ ہوتی ہیں۔ بے رحمی، حق تلفی، سنگدلی، سب کی قباحت
[illegible] کی دادرسی ضروری لیکن پھر وہی عرض کیا جائے گا کہ زیرِ بحث مسئلے
[illegible] اسلامی قوانین نے عورتوں کے لئے ہر طرح کا انصاف مہیا کیا ہے۔ مرد
[illegible] تو عمل کرانے کی راہ سوچئے۔ ایسی عدالتیں قائم کیجئے جن سے عورتوں کو
[illegible] مگر عورتوں کے ہمدرد بن کر شریعت کے ایک ایسے قانون کو تو

نہ بدلیے۔ جس کے بدلنے سے مجموعی صورتِ حال میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔
بدلنے سے نہ مرد کی سنگدلی نرم دلی ہیں، نہ خباثت شرافت میں نہ حق تلفی ادائگی
تبدیل ہوسکتی ہے۔

سچ یہ ہے کہ تین طلاقوں کی بحث میں اس طرح کا جذباتی احتجاج ایک
اور مغالطہ انگیزی ہے جسے ناروا طور پر دلیل کا قائم مقام بنادیا جاتا ہے۔
سنجیدہ اور دوررس موضوع کبھی اس طرح کی نامعقول جذباتیت سے اثر پذیر نہیں
ایسا ہی ہوا کہ ایک ثابت شدہ قاتل کو پھانسی دی جانے لگے تو ہم شور مچائیں
بیوہ ہوجائے گی اور بچے لاوارث۔ وہ تو ہونے ہی ہیں۔ یہ پرابلم قانون کی کار
روک سکتا۔

حالاں کہ اس شور مچانے میں ایک نوع کی منطقی معقولیت بھی ہے۔ تین طلاقوں
بحث مسئلے میں تو اس کا بھی وجود نہیں۔ یہ تو ظلم و عدوان کا سرے سے کوئی علاج
کہ مرد تین طلاقیں دے اور آپ کہیں کہ ایک پڑی۔ ایک بھی کیوں پڑنے دیتے
رجوع کرنا نہ کرنا مرد کے اختیار میں ہے۔ وہ رجوع نہ کرے تو یہ ایک بھی بہ اعتبار
سارے دُکھڑے کھڑے کردے گی جن کا رونا غلط طور پر رویا جاتا ہے۔

ایک اور بات، اس انداز کے جملے کہ:۔

"دوسری قومیں یہ سب کچھ دیکھتی ہیں اور ہمارا
مذاق اڑاتی ہیں اور اسلام سے تمسخر کرتی ہیں"

مغرب سے مرعوب حضرات بعض اور مسائل کے پیشِ منظر میں بھی بو
جیسے ایک سے زیادہ بیویوں کا مسئلہ بیمے اور سود کا مسئلہ۔ ذبیحے کا مسئلہ۔ اس
اکثر مسائل میں اہلِ مغرب کی خندہ زنی انھیں پریشان کرتی ہے اور یہ چاہتے
قوانین کو مغربی فنکاروں کی پسند کے مطابق ڈھال دیا جائے۔

طنز و طعن سے ہٹ کر مولانا ایک بات سوچیں ــــــ اب
ہمارے اپنے ملک کے برادرانِ وطن بھی اور دنیا بھر کے عیسائی بھی نفسِ طلاق
تھے۔ کیوں کہ ان کے یہاں "طلاق" تھی ہی نہیں۔ وہ کہتے تھے کہ اسلام
کا شوشہ نکال کر رشتۂ نکاح کو کھیل بنادیا ہے۔ اس کی تقدیس ختم کردی

اگر ہمارے بزرگانِ سلف دنیا بھر کے اس اعتراض و تمسخر سے متاثر ہوکر
کردیتے تو آج ہم کہاں ہوتے جب کہ دنیا نے جھک مار کر طلاق کی ضرورت

ب کی داڑھیاں تو مغرب زدگی نے ختم کرادی ہیں، مصر جیسے بعض
اسلامیہ کو بھی کافی تختۂ مشق بنایا جاچکا ہے۔ اب کیا ہم فقرائے اسلام بھی

ابن قیمؒ

پر اللہ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں بڑے پائے کے عالم تھے اور پیکرِ صدق
میں اپنے استاد امام ابنِ تیمیہؒ سے بھی زیادہ زور و شور انھوں نے ہی دکھایا
اپنے پسند کردہ موقف کو ثابت کرنے میں اٹھا نہیں رکھی ہے۔ لیکن کیا
وتی؟ ــــــ اس کا تقلیدی نہیں تحقیقی جواب یہ ہے کہ بالکل نہیں
رہا۔

صفحات میں نہیں کہ زادالمعاد اور اعلام الموقعین اور اغاثہ میں
ہے ان سب پر نقد کیا جاسکے لیکن بقدرِ ضرورت ہم چند باتیں عرض کریں گے
کہ ان کے فکر و تفقہ نے ٹھوکر کھائی ہے اور ان کے دلائل میں انضباط پیدا
وباللہ التوفیق۔

کہ حافظ ابن قیمؒ نے جملہ صحابہؓ کے فتاویٰ کی تلاش و تحقیق کے بعد
اس بات کا اقرار کیا ہے کہ سوائے حضرت ابنِ عباسؓ کے کسی بھی ایک
قابلِ اعتماد ذرائع سے نہیں مل سکا جس میں طلاقِ مجموع (ایک وقت کی تین
قرار دیا گیا ہو ــــــ ملاحظہ ہو ان کی اغاثۃ اللھفان ص۱۴۱)
ہے کہ تلاش میں انھوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی ہوگی اور ان جیسے وسیع العلم
ایسا نہیں ہوسکتا لہٰذا ان بزرگوں کو حیا آنی چاہیے جو غلط سلط روایتوں کے
اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ تک کا نام اپنے طرف داروں میں شمار کرادیتے
ہے جس کا ثبوت ابنِ قیمؒ کے مذکورہ اعتراف سے ملتا ہے۔

اب دیکھئے۔ ابن عباسؓ کے بارے میں بھی ابن قیمؒ یہ نہیں کہتے کہ تین
ماننے کے جو فتاویٰ ابنِ عباسؓ کی طرف منسوب ہیں وہ خلاف واقعہ ہیں بلکہ ۱۰۱
اسی صفحہ پر پورے تیقن کے ساتھ فرماتے ہیں کہ "بغیر کسی ریب وشک کے یہ بات ثا
حضرت ابن مسعود، حضرت علی اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہم بیک وقت دی جا
تین طلاقوں کو تین ہی سمجھتے تھے اور اسی کے مطابق فتوے دیتے تھے؛"

لیکن اسی کے ساتھ ان کا خیال یہ ہے کہ ابن عباسؓ نے کبھی نہ کبھی ایک واقع
فتویٰ دیا تھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دورِ رسالتؐ اور دورِ صدیقیؓ میں اس کی مثالیں
ورنہ ابنِ عباسؓ کبھی بھی ایسا فتویٰ نہ دیتے۔

اس خیال کے لئے وہ وہی طاؤسؒ والی روایت پیش کرتے ہیں جس پر ہم تفصیل
کرآئے۔ اتنے بڑے علامہ ہوکر ازراہِ بشریت وہ روانیِ کلام میں یہ بھول گئے کہ ا
کا کیا حال ہے اور اس پر اگر اعتبار کرلیا جائے تو لازمًا حضرتِ ابنِ عباسؓ کے ان
شاگردوں کو غلط بیانی کا مرتکب ماننا پڑتا ہے جنھوں نے صریحًا یہ بیان کیا کہ ابن عبا
ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین ہی مانتے تھے۔ ان شاگردوں کو طاؤسؒ کے
جھوٹا ٹھیرا دینا جہاں قانونِ شہادت اور فنِ روایت کے اصول کی صریح خلاف
وہیں یہ بڑا نقصان اس میں واقع ہوتا ہے کہ یہ شاگرد بخاری ومسلمؒ جیسے اجلّ مح
نزدیک ثقہ ہیں اور ان کی روایات ان حضرات نے قبول کی ہیں خصوصًا ایک شاگ
تو ابنِ عباسؓ کے وہ خصوصی شاگرد ہیں جو ائمہ حدیث کے یہاں مسائلِ طلاق میں
(اتھارٹی) کا درجہ رکھتے ہیں۔ آج کے محاورے میں اسپیشلسٹ یعنی درجۂ تخصص
ابنِ قیمؒ کوئی تسلی بخش توجیہ اس کی نہیں پیش کرسکے ہیں کہ اکیلے طاؤسؒ کے
ان مستند راویوں کو پایۂ اعتبار سے گرا دینا فنِ حدیث اور عدل ومعقولیت کے کون
سے مطابقت رکھتا ہے۔ اگر مولانا اکبر آبادیؒ یا دوسرے مقالہ نگار ابنِ قیمؒ یا ابن
کی کوئی ایسی توجیہ دکھلا سکیں تو ہم ان کا شکریہ ادا کریں گے۔

جب یہ بات ہے تو ابنِ قیمؒ وغیرہ کا یہ کہنا ہوا میں گرہ باندھنے کے مراد
ہے کہ ابنِ عباسؓ نے کبھی تو ایسا فتویٰ دیا ہی تھا بعد میں اس سے رجوع کرلیا ہو
بات اگر واقعات کے مطابق بھی ہوتی جب بھی ہم یہ کہہ سکتے تھے کہ جس طرح

ع بیع صرف مثلاً ایک درہم کو دو درہموں میں خرید نا بیچنا۔

نے حدیثِ رسولؐ سن لینے کے بعد رجوع واستغفار کیا تھا اسی طرح اس
کا احساس ہوگیا ہوگا اور جس طرح ان کے پہلے غلط فتوے سے "بیع
تدلال نہیں کیا جاسکتا اسی طرح اس مسئلہ میں ان کے پہلے غلط فتوے سے
ہوگا مگر یہ تو سرے سے قصہ ہی ساقط الاعتبار ہے۔ ابنِ عباسؓ کا کوئی فتویٰ
بت نہیں جن کے ثبوت کو ابنِ قیم بھی تسلیم فرماتے ہیں۔ یعنی طلاقِ مجموع

قیمؒ کے ضعفِ اجتہاد کی یہ ہے کہ کبھی تو وہ حضرت عمرؓ کے اُس
تین طلاق دینے والے شوہروں کے لئے ایسی سزا باور کراتے ہیں
نافذ کی ہو اور کبھی اسے بھول کر ایسی باتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔
کہ یہ سزا نہیں تھی۔ سیاسی حکم بھی نہیں تھا بلکہ شرعی حکم کا اعلان تھا۔
تیں کر جاتے ہیں جو ان دونوں کے بیچ میں معلق ہوکر رہ جاتی ہیں۔ مثلاً
ور تحقیق کے نتیجے میں اس فیصلے تک پہنچتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں
دیک حرام نہیں تھا (حالانکہ یہ فیصلہ بھی غلط ہے) جب حرام نہیں تھا تو
کے اور کیا ہوگا۔ پھر سزا و تعزیر کیا معنیٰ؟ ــــــ سزا تو جرم وگناہ کی
الفاظ لکھتے ہیں کہ:۔

ما لایری تحریمہ فکیف یعاقب من لم یرتکب
فسہ (اعلام۔ جلد ۱ صـ۳۲) بہت سارے فقہاء چوں کہ طلاق مجموع
اس لئے اب اس شخص کو سزا کیسے دی جاسکتی ہے جس نے اپنے
کام کیا۔ گویا فعل کا مرتکب جب از روئے فقہ اس فعل کو جائز سمجھتا ہو تو
ہوتا۔ جب یہ بات ہے تو بھلا اس صورت میں سزا کا جواز کیسے پیدا ہوسکتا ہے جب خود
تصور تا ہو۔ ابن قیمؒ جب یہ دعوی کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک طلاقِ مجموع
طلاق مجموع کو تین قرار دینے کا حکم سزا کے طور پر تھا تو کیا وہ خود ہی تضاد کا شکار نہیں۔
فعل پر سزا دینا ان کے نزدیک بھی خارج از بحث ہے۔
کہ حضرت عمرؓ طلاقِ مجموع کو فعلِ حرام ہی سمجھتے تھے اور کیوں نہ سمجھتے کہ
تین طلاقوں) کا صحیح طریقہ بتایا کہ انھیں جمع نہ کیا جائے بلکہ الگ الگ
۔ اس طریقہ کے خلاف طریقہ یقینًا بدعت ہوگا اور بدعت کا حرام ہونا

سب کے نزدیک مسلّم ہے۔ پھر حضرت عمرؓ بدعت کو حلال کیسے تصور کر لیتے جب کہ
نبویؐ سے "فاروقؓ" لقب پا چکے تھے (حق و باطل کا فرق ظاہر کرنے والا)

خود ابن قیمؒ اغاثۃ اللہفان میں حوالۂ قلم کر چکے ہیں کہ جب کوئی طلاق مجموع
پاس حاضر کیا جاتا تو وہ اسے سخت سزا دیتے یعنی بیوی پر تین طلاق پڑ جانے کا
فرماتے (ص۱۷۳) سزا کا مطلب ہی یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ حرکت گناہ تھی۔ حرام تھی۔

ہاں حرام سمجھنے کے باوجود وہ اس کا یقین رکھتے تھے کہ فعل بے اثر نہیں
اور تین طلاقیں پڑ جائیں گی۔ کیونکہ یہ تو ان کے بیٹے ہی کا واقعہ تھا کہ اس نے
حیض میں طلاقِ رجعی دے دی تھی۔ یہ حرکت حرام تھی۔ حضورؐ سن کر خفا ہوئے۔
اور حضورؐ ہی نے اس کے پڑنے کی تصدیق رجوع کا حکم دے کر فرما دی۔ پھر اس
بھی ثابت ہو گیا کہ حالتِ حیض میں دی ہوئی طلاق شمار ہو گی اور اس کے بعد جب بھی کوئی
دی جائے گی وہ دوسری طلاق مانی جائے گی (رضی اللہ عنہ)

علامہ ابن قیمؒ کاش یہ بھی سوچتے کہ اگر حضرت عمرؓ کو اس مسئلے میں اصلاح
کوئی سیاسی و سرکاری حکم ہی نافذ کرنا ہوتا تو وہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ اکٹھی تین طلاق
والوں کو فلاں سزا دی جائے گی۔ ــــــــ مثلاً دس کوڑے لگیں گے، یا وہ
ڈالا جائے گا۔ یا اتنے درہم جرمانہ کیا جائے گا۔ اس حکم کا جواز اس لئے تھا کہ اسلامی
ارتکابِ جرم پر کوئی بھی مناسب سزا دینے کی مجاز ہے۔ خلافِ سنّت طور پر بدعی طلاق
حلال ہو ہی نہیں سکتا، لہٰذا یہ مانتے ہوئے بھی کہ طلاقیں تین پڑ جائیں گی۔ مجرمین کو
تھیں۔ تین کا پڑ جانا کوئی حاکمانہ سزا نہیں بلکہ وہ تو عین وہی ثمرہ ہے جس کے یہ مجرمین
تھے۔ جس مقصد سے جرم کیا جائے اسی مقصد کا حصول سزا تو نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ
ہیں کہ تین طلاقوں کا حکم سزاءً جاری کیا گیا وہ ہیگل کی طرح لغو سخن سازی کرتے ہیں۔
عمرؓ سے مُسند اسماعیلی میں اسی تین طلاق کی بحث میں حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ

قال عمر ما ندمتُ علیٰ شیئٍ ندامتی علیٰ ثلٰث ان لا اکون حرمت الطلاق۔ [1]	تین مسئلوں سے زیادہ مجھے کسی نہیں۔ ایک یہ کہ میں نے تین طلاق حرمت کا اعلان کیوں نہ کیا۔

اس اثر کو ابن قیمؒ نے بھی اغاثہ میں نقل کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۲)۔

[1] ویسے سچ پوچھئے تو یہ روایت بھی قابلِ اعتبار نہیں ہے مگر یہاں ہم نے محدثینؒ کے اس طریقے کو اختیار کیا ہے کہ جہاں تک ہو سکے تاویل کرو ردمت کرو۔

کے آخری زمانے میں وہ اس نتیجے پر پہونچے تھے کہ تین طلاقوں کا بیک
نہیں کیوں کہ یہ تو دینے والوں کی دلی مراد ہے۔ ضرورت تھی کہ میں
کر دیتا تاکہ اس پر کوئی مناسب سزا دی جاتی اور اس سے ڈر کر لوگ

استعمال کی جائے یہ تو ہر حال میں مضحکہ خیز بات ہوگی کہ اکٹھی تین
کا علاج حضرت عمرؓ جیسا ذی فراست صحابی یہ سوچے کہ تین کو تین نافذ
مرض کا سامان۔ تعزیز ہوئی یا انعام؟ ــــــ علاج یہی ہو سکتا تھا
سزا مقرر کی جاتی۔ رہا تین طلاق کا پڑنا یا نہ پڑنا تو یہ حضرت عمرؓ کے دائرۂ
۔ وہ شارع نہیں تھے۔ شریعت کے متبع تھے۔ شارع علیہ السلام اور
تین کو قاطع نکاح بتاتے ہیں اور حلالہ کی شرط عائد کرتے ہیں تو حضرت
کسی کے بھی بس میں نہیں کہ وہ تین کی اثریت کو روک سکے اور حکم شرعی
حضرت عمرؓ کے مذکورہ قول سے یہ مطلب نکالتا ہے کہ وہ تین کو تین
ہے تھے تو وہ احمقوں کی جنّت میں بستا ہے۔ وہ گویا یہ کہنا
شارع تھے۔ ایسے شارع جو اللہ اور رسولؐ کے عطا فرمودہ اصول
کتے ہیں۔ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰه۔
نے اس مسئلہ میں توازن کھو دیا تو ان مقالہ نگاروں کو کیا کہیں جو نہ ان
جیسا تورع اور اخلاص۔

زیر بحث حکم سرکاری اور سیاسی نہیں تھا اس کے مزید ثبوت خود
موجود ہیں۔ مثلاً وہ اغاثہ میں حضرت عمرؓ کا فتویٰ صحیح سند کے ساتھ
میں حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں تین ہی ہیں عورت
ہو سکتی (ص۱۰۳) پھر اسی فتوے میں حضرت انسؓ کے وہ الفاظ بھی موجود ہیں۔
ہے کہ یہی فتویٰ دینا حضرت عمرؓ کا عام معمول تھا ایسا نہیں کہ بس کبھی

سی و سرکاری حکم فتویٰ بھی بن سکتا ہے۔ حالانکہ فتویٰ نام ہے حکم شرعی
سیاسی جاری کرنے کا۔

امام دارقطنیؒ نے ایک اور قصہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو زمانۂ حیض میں
طلاقیں دے آیا۔ حضرت عمرؓ نے وہی معروف فتویٰ دیا کہ تم گنہ گار بھی ہوئے
بیوی بھی تمھارے ہاتھ سے گئی۔ وہ بحث کرنے لگا کہ آپ کے بیٹے عبداللہؓ نے
بیوی کو زمانۂ حیض میں طلاق دی تھی اُسے تو رسول اللہؐ نے رجوع کرا دیا تھا۔
کہا بھلے آدمی اس نے تو ایک طلاق دی تھی۔ تین تو نہیں دے ڈالی تھیں۔ تم
خود ہی اپنا حقِ رجوع ختم کرلیا۔ (دارِقطنی ص۴۲۸)

کیا یہ سرکاری و سیاسی فیصلے ہیں یا عین شرعی فتوے!

اجماع

دوسرے مقالات پر متوجہ ہونے سے پہلے مناسب ہوگا کہ "اجماع" کے
اکبرآبادی نے جو اظہارِ خیال فرمایا ہے اس پر بھی کچھ عرض کر دیا جائے۔

انھوں نے فرمایا:-

"پس اوّل تو یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں کہ حضرت عمرؓ کے حکم پر صحابہؓ کا اجماع
بے شک یہ رائے اس مواد کی روشنی میں تو درست ہی معلوم ہوتی ہے
جمع کیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مدیرِ "زندگی"، بھی جو ظاہراً سوادِ اعظم کے ہم مسلک ہیں
تحریر فرما گئے ہیں۔ لیکن یہ ایک سطحی اور ناقص خیال ہے جس کا اندازہ ہمارا پورا جائزہ
بعد ہو سکے گا۔

ابنِ قیمؒ ہوں۔ ابن تیمیہؒ ہوں۔ کوئی بھی بزرگ ہوں وہ بہرحال صدیوں
تاریخ کو تو نہیں بدل سکتے جو وقت کی لوح پر اپنا نقش دوام ثبت کر چکی ہماری تحقیق
مسئلہ میں صحابہؓ کا اجماع اتنا مکمل ہے کہ شک کی گنجائش نہیں ہے۔

آگے فرمایا:-

"اور اگر یہ اجماع تھا بھی تو یہ اجماعِ سکوتی تھا جو مرتبہ میں بہرحال اجماع
تقریری سے کم ہوتا ہے"

ہم اس خیال کی بھی تردید کرنے پر مجبور ہیں کہ معلوم نہیں مولانا "اجماعِ تقریری"
کرتے ہیں۔ اگر تعریف یہ ہو کہ ہر ہر صحابیؓ کی زبان سے بہ صراحت کوئی فتویٰ منقول

ع کا وجود ہی نہیں ہے۔ ایسا کوئی مسئلہ نہیں دکھایا جا سکتا جس کے بارے میں
ف کا کوئی نہ کوئی قول ضرور نقل ہوتا چلا آیا ہو۔ ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔
درا اصل اجماع سے دامن چھڑانے کے مرادف ہے، کیوں کہ جو شکل
تو عدمِ محض ہوتی ہے۔ ہم ان شاء اللہ آگے مقام پر نہ صرف چودہ صحابہؓ
کریں گے بلکہ ختمی مرتبت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے فتاویٰ بھی پیش خدمت
۔ اساتذۂ فن نے "اجماعِ تقریری" کی جو بھی تعریف کی ہے وہ پوری طرح
پر صادق آتی ہے اس لئے اسے "اجماعِ سکوتی" کہنا صحیح نہیں ہے۔
کہنا بھی علی الاطلاق درست نہیں ہے کہ اجماعِ سکوتی ہر حال میں اجماعِ
ہے۔ یہ صرف اس حالت میں کہا جا سکتا ہے جب یہ ثابت ہو جائے
محروم تھے یا اظہارِ رائے میں نقصان کا اندیشہ تھا۔ ایسے حالات
رضامندی ہی کے نہیں ہو سکتے لیکن جہاں ایسا نہ ہو وہاں سکوت بھی رضامندی ہی
آزادیٔ تقریر سے محروم تھے نہ طلاقِ ثلاثہ کوئی سیاسی مسئلہ تھا کہ زبان کھولنے میں
تصور کیا جا سکتا ہے بلکہ اگر جملہ صحابہؓ حضرت عمرؓ کے اُس اعلان سے متفق نہ ہوتے
ع (ایک وقت کی تین طلاق) کے بارے میں فرمایا تھا تو اختلاف
جاتے۔ کسی کا بھی اختلاف نہ کرنا واضح قرینہ ہے ان سب کی
ئے گا، چنانچہ فن کی کتابوں میں ایسے سکوت کو تقریر ہی کے حکم میں مانا
طوالت کتبِ فن کی عبارتیں نظر انداز کرتے ہیں، لیکن اگر کسی نے
کے لئے نقل کا مطالبہ کیا تو اسے بھی پورا کر دیا جائے گا۔

نظر رکھنا ضروری ہے کہ جو اجماعی فیصلہ کسی خاص زمانے میں اسوقت
ظروف کی بنیاد پر کیا گیا ہو، علمائے اصولِ فقہ کے بیان کے مطابق
اور اس کے وہ حالات باقی رہیں گے اس وقت تک اجماعی فیصلہ
لیکن جب وہ حالات بدل جائیں گے تو اب وہ اجماعی فیصلہ واجب العمل
کے بجائے نئے حالات اور نئے تقاضوں کی روشنی میں کوئی
ہوگا"

بات بجائے خود درست کہی گئی، لیکن اس کا اطلاق غلط ہے۔ یہ مفروضہ ہی ... لغو ہے کہ تین طلاقوں کو تین ماننے کا اعلان فاروقیؓ کوئی ایسا فیصلہ رہا ہو جو تبدیل شدہ ... کے پیش نظر کیا گیا ہو، ہم جتنا کچھ کہہ آئے اور جتنا کچھ آگے کہنے والے ہیں اس سے ثابت ... ہے کہ یہ نہ کوئی وقتی فیصلہ تھا نہ حضرت عمرؓ کا اجتہاد۔ یہ تو ایک حکم شریعت تھا جو اول ... موجود تھا۔ اس میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں نہ تغیرِ احوال سے اس کا کوئی تعلق ہے ... گلا کاٹ دیتی ہے۔ گولی جان لے لیتی ہے۔ زہرِ ہلاہل مار ڈالتا ہے۔ اس طرح ... طبعی کو اجتہاد یا تغیرِ احوال سے کیا سروکار۔ طلاق اسی زمرے اور خانے کی چیز ... تمام ممکن عرق ریزی کے باوجود کوئی محقق یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہو ... واقعہ بھی ایسا پیش آیا ہو جس میں کسی شخص نے صریح تین طلاقیں اکٹھی دی ہوں اور ... یا کسی صحابیؓ نے یہ فیصلہ صادر کیا ہو کہ ایک پڑی ______ کیسے صادر کر سکتے تھے ... اجتہاد ورائے کی سطح سے بلند ایک شے کے ان اثرات کا تھا جنھیں اللہ تعالیٰ ... واضح فرما چکا ہے۔ تین طلاقیں رشتۂ نکاح کو فنا کر ڈالتی ہیں اور حلالہ کے بغیر ... زن کا جسمانی رشتہ ممکن نہیں۔ یہ اللہ کا اعلان ہے۔ اس میں تین طلاقوں کے ... انکشاف کیا گیا ہے۔ کسی بھی قسم کا تغیرِ احوال اس اثر کو ختم نہیں کر سکتا۔ اصول فقہ ... جن اجماعی فیصلوں کو حالات زمانہ سے مربوط کر رہے ہیں وہ صرف ایسے ... نہ تو اپنی پشت پر نص قطعی رکھتے ہوں۔ نہ ان کی حیثیت اٹل قانون کی ہو۔ بلکہ ارباب ... انھیں بعض خاص حالات کی رعایت سے اجماعی بنا لیا ہو۔

لہٰذا یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ ایک مشروط و مقید اصول کے اطلاق میں محترم مولانا ... کو نظر انداز فرما رہے ہیں۔ اور یہ بھی غور کر لیا جائے کہ اگر موصوف کے دعاوی کی علمی ... صرفِ نظر کر لیں تب بھی ان کی تقریرِ کلام منطقی نہیں مانی جا سکتی۔ ان کا موقف یہ ہے کہ ... رسالتؐ میں تمام دورِ صدیقیؓ میں اور خلافتِ عمرؓ کے ابتدائی ایام میں ایک وقت کی تین ... ایک ہی ہوا کرتی تھیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ پورے اسلامی معاشرے کا ہر عاقل بالغ فرد بجا طور ... میں تھا کہ طلاقِ مجموع ایک طلاق کے مرادف ہے اور کسی کے ذہن میں یہ تصور ... آ سکتا تھا کہ تین دو تو تین ہی پڑ جائیں گی اب حضرت عمرؓ دفعتاً اعلان کرتے ہیں کہ ...

... اگر اس اعلان کی بنا وقتی مصالح اور تغیرِ احوال پر تھی تو یہ کیا بات ہے کہ ... مسلمانوں کی عام جہالت کا مبالغہ آمیز نقشہ کھینچ کر یہ فرما رہے ہیں کہ تین کو ... ان کی دانست میں تین کو تین قرار دینے کا تقاضا کر رہی تھی آج تین کو ایک ... کرنے لگی۔

مولانا محفوظ الرحمان کا مقالہ

... فاضل دیوبند ہیں اور دوسرے نمبر پر ان ہی کا مقالہ ہے۔ انھوں نے تقریباً ... ایسا غضب کیا ہے جس کے بعد کوئی بھی سلیم الطبع اور انصاف پسند عالم ... آگے پڑھنا بادلِ ناخواستہ ہی گوارا کرے گا۔

...

... ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اذ قال انت طالق ثلثا ... واحدۃ "کسی نے اگر ایک ہی جملے سے تین طلاقیں دیں ... رہیں گی۔"

... کی جس روایت سے یہ ٹکڑا لیا گیا ہے اسی کو پورا پڑھ لیا جائے تو ناقل ... ہو جاتی ہے۔

پوری روایت یوں ہے کہ مجاہدؒ کہتے ہیں میں ابنِ عباسؓ کے پاس ... ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں اپنی بیوی کو اک دم تین طلاقیں دے ... ابن عباسؓ چپ رہے ______ میں (مجاہد) سمجھا کہ اب وہ رجوع کی اجازت ... دفعۃً پھر فرمایا کہ کیا تماشا ہے ایک آدمی اٹھتا ہے اور حماقت کے گھوڑے ... اور پھر شور مچاتا ہے کہ اے ابن عباسؓ اے ابنِ عباسؓ! حالانکہ اللہ نے فرمایا ہے

کہ جواس سے ڈرے گا اس کے لئے اللہ کوئی نہ کوئی راستہ کھول دے گا۔ اے
اللہ سے نہیں ڈرے اور اس کی ہدایت کو نظر انداز کرتے ہوئے بیک زبان
استعمال کر ڈالا۔ اب میرے نزدیک تمھاری خلاصی کا کوئی راستہ نہیں۔ تم خدا
ہوئے اور تمھاری بیوی بھی تم سے گئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو خطاب کر
ہے کہ اے نبیؐ! تم اگر طلاق دو اپنی بیویوں کو تو شروع عدّت میں دو یعنی طہر؟

یہ نقل کرنے کے بعد ابو داؤد فرماتے ہیں:۔

"ابن عباسؓ سے مجاہدؒ نے اور مجاہدؒ سے حُمید الأعرج وغیرہ نے اسی طرح نقل
نیز ابن عباسؓ سے ابن جُبیرؒ نے اور ابن جُبیرؒ سے عمرو بن مرّۃؒ نے ایسا ہی نقل
نیز ابوایوبؒ اور ابن جریجؒ سب نے عکرمہ بن خالدؒ کے واسطے سے اسی طرح نقل کیا
ابن جریجؒ دوسرے واسطوں سے بھی ابن عباسؓ سے یہی نقل کرتے ہیں۔ نیز
مالک بن الحارثؒ کے واسطے سے ابن عباسؓ سے ایسا ہی نقل کرتے ہیں اور
عمرو بن دینارؒ کے واسطے سے بھی ایسا ہی نقل کرتے ہیں:۔

ابوداؤدؒ مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ یہ سب لوگ بھلا کیا نقل کرتے ہیں۔

کلہم قالوا فی الطلاق الثلاث	یہ سب ایک وقت کی تین طلاقوں کے
انہ اجازھا قال وبانت	بارے میں کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ
منک۔	انھیں واقع مانتے تھے اور طلاق
٭ ٭ ٭	والے سے کہا کرتے تھے کہ تم
٭ ٭	تجھ سے چھٹ گئی۔

اس کے بعد پھر امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اسمٰعیلؒ نے ایوبؒ سے اور ا
بن کثیرؒ سے بھی ایسا ہی روایت کیا۔"

اہلِ انصاف فیصلہ فرمائیں یہ سب کیا ہے۔ کیا اتنی بہت ساری سندوں
نہیں ہو رہا ہے کہ ابنِ عباسؓ ایک وقت کی تین طلاقوں کے تین ہی ہونے کا
اور حقِ رجوع کو ختم سمجھتے تھے۔

پھر محفوظ الرحمان صاحب نے ان سب کی طرف سے آنکھیں بند کر کے
کا منقولہ ارشاد کہاں سے نقل کیا اسے بھی دیکھ لیجئے۔ ابو داؤدؒ اوپر کی عبارت

ایوبؒ سے اور ایوبؒ نے عکرمہؒ سے اور عکرمہؒ نے ابنِ عباسؓ سے یہ نقل
ایک زبان میں بیوی سے یوں کہے کہ "اَنتِ طَالِقٌ ثَلٰثًا تو یہ ایک ہی
لیکن اسمٰعیل بن ابراہیمؒ ایوبؒ سے یہ بات نقل کرتے ہیں کہ یہ قول
عکرمہ کا ہے۔ عکرمہؒ نے اسے ابنِ عباسؓ کا قول کہہ کر بیان نہیں کیا
اس طرح کا قول جو کچھ ہے وہ تو اس سے مختلف ہے۔" (ملخصًا)

خود امام ابو داؤدؒ صراحت کر رہے ہیں کہ یہ "فہم واحد" والا قول ابنِ
لیکن محفوظ الرحمٰن صاحب پوری بے تکلفی سے اسے ابنِ عباسؓ کا فرمودہ کہہ کر نقل
روایت چیخ چیخ کر جو کچھ کہہ رہی ہے اس کی صدا ان کے کانوں میں نہیں پہونچ

کو وہی کچھ نام دیں ـــــ ہم کہیں گے تو شکایت ہوگی۔
ابن عباسؓ کا وہ قول بھی دیکھ لیجئے جسے عکرمہؒ نے اپنے طور پر دہرایا ہے۔
اگلی ہی حدیث میں یہ ایں الفاظ مذکور ہے:۔

منکوحہ کو خلوت سے قبل تین طلاق دے دیتا تھا تو عہدِ رسالتؐ اور
اور عہدِ عمرؓ کے ابتدائی ایام میں وہ ایک ہی مانی جاتی تھی۔ مگر جب عمرؓ
لوگ بار بار یہ حرکت کرنے لگے ہیں تو انھوں نے حکم جاری کیا کہ اب یہ تین تین
جائیں گی۔"

ابہام رہ گیا ہے اس بات میں کہ ابنِ عباسؓ کا مذکورہ قول مخصوص تھا فقط اس
ابھی تک خلوتِ صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو۔
کے نزدیک اور خود ابن عباسؓ کے نزدیک بھی اگر صریح عدد کے ساتھ دی
ہی پڑیں گی لیکن یہاں اس سے بحث نہیں، دکھانا تو بس یہ تھا کہ مولانا
نقل اور متانتِ علمی کا کیا حال ہے۔ اس کے بعد آخر کیسے اس بدگمانی کو غلط
مقصد تحقیق اور احقاقِ حق نہیں بلکہ ایک طے کردہ رائے کی وکالت ہے۔ خواہ
کا قتل کرنا پڑے۔

رکانہ کا بھی ذکر فرماتے ہیں اور بلا تکلف فرماتے ہیں کہ "رکانہ نے

پنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور حضورؐ نے اس کو مراجعت کا اختیار دیا۔"

ہم اس حدیث پر گفتگو کر آئے ہیں۔ دیکھ لیجئے معاملہ صریحًا کیا ہے اور دکھلا
اس کے بعد جن تفصیلات میں مولانا گئے ہیں وہ قطعًا غیر ضروری ہیں۔ ان سے تو
ہے کہ اپنے موقف کو ارجح منوانے کے لئے موصوف نے متعدد کتابوں کے ور
لیکن اس سے ان کے موقف کی بنیادی کمزوری کا مطلق ازالہ نہیں ہوتا۔ خلاف
صرف اوپر ہی کا معاملہ نہیں انھوں نے آگے بھی اس روش کو اپنائے رکھا ہے
تفسیر کبیر سے امام رازیؒ کی ایک عبارت نقل کی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام راز
وقت کی تین طلاقوں کا ایک ہونا زیادہ قرینِ قیاس تصور فرماتے تھے، اس کے
تفسیر نیشاپوری اور تفسیر مظہری کو بھی اسی صف میں کھڑا کیا اور تفسیر مظہری سے تو ایک
نقل کر دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحبِ تفسیر مظہری اُن جیسا ہی موقف
اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔ کتر بیونت کر کے عبارتیں اٹھانے اور صاحبِ کتاب
بالکل اُلٹا بیان کرنے کی مثالیں اس سے بڑھ کر شاید ہی کہیں ملیں۔ کیا امام رازیؒ
نیشاپوریؒ ہوں کیا صاحبِ تفسیر مظہریؒ ہوں۔ ان کی تحریروں میں صاف صاف
مسلک و مذہب موجود ہے جو جمہور اُمّت کا ہے۔ اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ کو
پوری بحث پڑھے اور اسے کوئی غلط فہمی لاحق ہو سکے۔ ان حضرات نے مخالف
تائید کے لئے نہیں تردید کے لئے بیان کیا ہے۔ اس کے باوجود مولانا مخلوط
روش اختیار کرتے ہیں تو کوئی بتائے ان کے مقالہ کی کیا قیمت رہ جاتی ہے۔

یہ تو عجیب دانش مندی ہوئی کہ عورتوں کی مفروضہ ہمدردی میں آدمی جہنم مد
جائے۔ کتنی سخت بات ہے کہ احادیث و تفاسیر تک کی نقل میں دیدہ دانستہ
شاید موصوف کو یہ خیال ہوگا کہ ہندوستان میں اب کوئی ایسا آدمی نہیں رہا، جو اس
چاک کر سکے۔ حالانکہ ہم جیسا طالبِ علم بھی اسے پہلی ہی نظر میں پکڑ سکتا ہے تو ان
جو آج بھی بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے ملک میں معتدبہ تعداد میں موجود ہیں۔

ہم اس مقالہ کے تمام اجزاء پر بحث کر کے وقت برباد نہیں کریں گے
حد تک چوکیں گے بھی نہیں۔ ذرا مولانا کی رائے کا وہ خلاصہ دیکھ لیا جائے جسے ا
کے ختم پر پیش کیا ہے۔

ہیں۔

یک مجلس واحدہ کی تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھا جائے تو زیادہ بہتر

دلائل کے ضعف و قوت سے بحث ہی نہیں اور ہر کہ ومہ کی رائے ہی فیصلے
ایک ہی سمجھنے کا جھگڑا کیوں باقی رکھا گیا۔ یوں کہئے طلاق مانی ہی نہ جائے
اختیار چھین ہی لیا جائے کہ وہ بیوی سے جان چھڑا سکیں۔

اہم نکتہ

کہ جس عورت سے نکاح کے بعد ابھی صحبت نہ کی گئی ہو اس کے اور
احکام میں اللہ اور رسولؐ نے فرق رکھا ہے۔ مثلاً اوّلُ الذکر کو طلاق
نا ہوگا پورا نہیں۔ یا مثلاً ایک طلاق دی جائے تو رجوع نہ ہو سکے گا۔
جائے گا۔

ایک لطیفہ نکتہ یہ پیدا ہو گیا ہے کہ ایک حالت میں اس پر تین طلاقیں پڑ جاتی
نہیں پڑتیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر یوں کہا۔ "تجھ کو طلاق۔ تجھ کو
طلاق" تو تین نہیں ایک پڑے گی کیونکہ جب پہلے ہی فقرے نے رشتۂ نکاح
طلاق کا محل ہی نہیں رہی۔ طلاق اجنبیہ کو دی ہی نہیں جا سکتی بیوی
اور جس بیوی سے ابھی صحبت نہیں ہوئی اس کی بیویانہ حیثیت ایک ہی
لہٰذا اب کتنی ہی طلاقیں دیتے جاؤ بے کار جائیں گی اور اس عورت
دوبارہ نکاح کیا جا سکے گا۔
کہا کہ تجھ پر تین طلاق۔ یا تجھ پر طلاقِ مغلّظہ تو تین ہی پڑیں گی۔ نہ کہ ایک
اس وقت ڈالی گئی ہیں جب بیوی طلاق کا محل تھی۔
بات آپ نے سمجھ لی تو اب یہ بھی آپ مانیں گے کہ غیر مدخولہ جس سے
بارے میں یہ کہنا بھی فی الجملہ درست ہے کہ اسے تین طلاقیں دو گے
اور یہ کہنا بھی فی الجملہ درست ہے کہ تین طلاقیں دو گے تو تین ہی پڑ جائیں گی
متضاد نہ ہوں گی کیونکہ ان کا تعلق الگ حالتوں اور شکلوں سے ہوگا

جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا۔

کیا ایسی صورت میں یہ بات بعید از قیاس ہے کہ تین کے ایک مانے جا...
بن عباسؓ نے اسی غیر مدخولہ کے مسئلے میں کہی ہو۔

آپ پیچھے دیکھ ہی چکے کہ وہی طاؤسؒ جن کی واحد ذات فریقِ ثانی کے...
بنی ہوئی ہے۔ ابوداؤدؒ والی روایت میں صاف صاف ذکر بھی کرتے ہیں کہ...
مانے جانے کی بات ابن عباسؓ سے غیر مدخولہ، باکرہ عورت کے باب میں...
بعید ہے کہ ایک دوبار طاؤسؒ نے اس واقعے کو ذرا مختصر بیان کر دیا ہو جس...
مدخولہ کی تفصیل حذف ہوگئی ہو ——— کیا بعید ہے کہ ان سے نقل کر...
راویوں نے ادھورا کلام سُنا ہو اور وہی نقل کر دیا ہو۔

کیا متعدد احادیث میں حضرت عائشہؓ جیسی صحابیہ اور ابنِ مسعودؓ جیسے...
کی توجیہ منقول نہیں ہے کہ رسول اللہؐ تو دراصل فلاں پس منظر میں یہ بات کہہ...
نے پس منظر کو نہیں سمجھا، یا پوری بات نہیں سُنی اور ادھوری نقل میں مطلب...
ہم کہتے ہیں، طاؤسؒ کی صالحیت کی پیشِ نظر کوئی ایسی تاویل اگر ممکن ہے...
صالحین اور ثقات پر الزام نہ آئے تو وہ یہی ہے۔ اس صورت میں طاؤسؒ بھی...
ہیں۔ اور ابنِ عباسؓ کے دوسرے سب شاگرد بھی۔ کیونکہ تناقض اور تخالف...
یہ لغو تاویل بھی نہیں کرنی پڑتی کہ ابن عباسؓ چاہے فتویٰ تین ہی پڑنے کا دیتے...
دورِ رسالتؐ کا معمول تو وہ ایک ہی پڑنا بیان کر رہے ہیں۔ نہ یہ ہوائی تاویل کرنی...
اعتبار ابنِ عباسؓ کا ہے ان کے فتوے کا نہیں۔ ممکن ہے وہ اپنی روایت بھول...
اور اس کے خلاف فتویٰ دینے لگے ہوں!۔

کچھ اور گوشے

مولانا محفوظ صاحب غیر مقلد نہیں ہیں لیکن اپنے مقالہ میں انھوں نے روش...
ہی کی اختیار کی ہے اور مجتہد بھی بنے ہیں۔ کوئی حرج نہیں، اگر اللہ شرائط اجتہاد...
کرے تو مجتہد بھی بنیے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اجتہاد اور عدمِ تقلید دونوں ہی کی گاڑی...
کورانہ تقلید کے گھوڑے سے کھینچی گئی ہے۔ مثلاً اگر مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی نے...

...طلاق والا قول بعض صحابہؓ سے بھی منقول ہے اور بعض اصحابِ احمد سے بھی
...قولوں میں سے بھی ایک یہی قول ہے ——— تو انھوں نے اسے حرفِ
...نقل کر دیا، لیکن خود اس کی زحمت نہیں اٹھائی کہ تحقیق تو فرمالیں۔

...اپنی وسعتِ علمی کے باوجود معصوم تو نہیں تھے۔ ایک ایسا مسئلہ جس میں
...اور اساتذہ اجماع کا قول کر رہے ہوں کیا اس کا مستحق نہ تھا کہ ماضی قریب
...آخر نہ سمجھ لیا جائے۔

...تحقیق کرتے تو ان پر منکشف ہوتا کہ مولانا فرنگی محلی مرحومؒ مغالطہ کا شکار ہو گئے
...کے سوا صحابیؓ تو کوئی ایسا ہے ہی نہیں جس سے یہ رائے منقول ہو جس کا ثبوت
...عالم ابنِ قیمؒ کی زبان سے آپ سُن چکے۔ اور پھر یہ بھی دیکھ چکے کہ
...اس قول کی نسبت درست نہیں۔

...احمد ابنِ حنبلؒ تو ان کے سلسلہ میں بھی ہم بہ اطمینان کہہ سکتے ہیں کہ یہ اُنہیں
——— جملہ مقالہ نگار سُن لیں کہ اس مسئلے میں ان کے امام حافظ
...اغاثہ میں وضاحت کر دی ہے کہ مجھے تو کسی بھی حنبلی کا یہ قول نہیں
...یہ ضرور کہا ہے کہ میرے دادا کبھی کبھی یہ فتویٰ دیتے تھے (ص۱۷۱)
...تیمیہ کے اکیلے دادا پر تو "اصحابِ احمدؒ" کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ جب کہ
..."منتقیٰ" میں تسلیم کیا ہے کہ تین اکٹھی طلاقوں کے واقع ہو جانے پر
...اگر اس کے باوجود انھوں نے خلاف فتویٰ دیا تو اس کا ذکر کیا جب کہ
...ہے۔

...کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اصحابِ احمدؒ کے سلسلے میں کوئی نقلِ
...یوں کہیں کہ ہم جب جس عالم کی چاہے نہ صرف اندھی تقلید کر سکتے ہیں بلکہ
...معصوم کا درجہ بھی دے سکتے ہیں۔

...کے سلسلے میں بھی حافظ ابن قیمؒ ہی نے تہ کی بات کہہ دی کہ جس قول کو
...میں سے ایک کہا جاتا ہے وہ فی الاصل امام مالکؒ کا قول نہیں ہے
...قول ہے (یعنی زیادہ ثقہ اور کثیر مالکیہ اس کے برعکس بیان کرتے ہیں
...الاحسان ص۱۷۲)

اس طرح مولانا فرنگی محلی کی بس اتنی بات تو ٹھیک رہی کہ داؤد ظاہری ا
اس کے قائل ہیں باقی سب غلط رہا۔

مولانا محفوظ صاحب نے علامہ عینیؒ سے جو چند نام نقل کیے وہ بھی اس لئے
عینیؒ یہ وضاحت فرما رہے ہیں کہ ان حضرات نے اُسی ابوصہباؒ والی روایت کو
رائے قائم کی ہے۔ لہٰذا اس کے بعد یہ ساری مدح لاحاصل ہو جاتی ہے کہ فلاں
تھے اور فلاں ایسا فقیہ تھا ——— یہیں ایک یہ بھی غلط بیانی ہے
رازیؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید تھے۔ حالانکہ وہ براہِ راست ان کے شاگرد
شاگردوں کے شاگرد تھے۔ اس سے فرق یہ پڑا کہ وہ اگر کسی رائے کی نسبت امام ا
کریں گے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ جب تک یہ وضاحت نہ کردیں کہ انھیں کس نے اس
آگاہ کیا۔ خود ان کی اپنی کسی منفرد رائے کو بھی ابوحنیفہؒ کی رائے کا عکس نہیں سمجھا جا
وہ اپنے استاذ کے استاذ امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے خلاف رائے رکھتے ہوں
کے مقابلے میں کیا وزن ہے۔؟

مخفی نہ رہے کہ فریقِ ثانی اس معاملہ میں "اجماع" تسلیم نہیں کرتا حتیٰ کہ
اجماع کے دعوے کو محلِ نظر کہہ گئے ہیں لیکن ہم ان شاء اللہ اپنے موقعہ پر واضح
سب غلط اور کچی باتیں ہیں ——— یہ مسئلہ اُس آخری حد تک اجماعی ہے جتنا
ہوسکتا ہے۔ اگر اس کا بھی اجماعی ہونا محلِ نظر ہو تو پھر لاؤ ہمیں دکھلاؤ اور کون
ہے جسے محلِ نظر نہیں کہا جاسکتا۔

مولانا محفوظ صاحب نے شوکانیؒ سے نقل کیا کہ صاحب بحر نے صحابیِ رسولؐ ا
اور ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ اور فلاں فلاں کو اسی مسلک کا حا
ہم کہتے ہیں کہ مولانا نے یہ کیوں نہ سوچا کہ شوکانیؒ تو اس مقدمہ کے ایک
نقل کو تو ذرا اصل سے ملاؤ ——— ڈھونڈو تو کہ "بحر" سے کون سا دفتر
اور وہاں کن سندوں سے یہ انکشافات کیے گیے ہیں۔ یہ خوب ہے کہ گیارہ بارہ
والوں کی زبان کو وحیِ نظام سمجھ کر ان اساطینِ سلف کے منھ پر سیاہیاں ملی جا رہی

صحابہؓ کا اجماعی مسئلہ ہے۔
عبداللہ ابنِ مسعودؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور زبیر بن عوامؓ جیسے صحابہؓ کو اسی
آخر مولانا محفوظ صاحب کی فہمِ رسا اس وقت کہاں جا سوئی تھی جو وہ چونکے
بات درست ہو تو وہ سارے بزرگ غلط گو بن جاتے ہیں جو اس
ع کی خبر دیتے آرہے ہیں۔ کاش وہ سوچتے اور تحقیق کی زحمت فرماتے
ساری کہانیاں فضول روایات اور غیر معقول نکتہ سنجیوں کے بطن سے برآمد
ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ عبداللہ ابن مسعودؓ کا فتویٰ تو موطا امام مالک
نس نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں جھونک دی تھیں پھر ابن مسعودؓ سے
دریافت کیا دوسرے لوگوں نے تمھیں اس کے بارے میں کیا بتایا
اب دیا کہ دوسرے لوگ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ بیوی تیرے ہاتھ سے گئی، رجوع
نے فرمایا ان کا کہنا ٹھیک ہے شریعت کا حکم ایسے ہی ہے۔
محفوظ صاحب اتنے اہم مسئلے پر مقالہ لکھتے ہوئے اگر موطا جیسی بنیادی
ثارِ صحابہؓ میں یکتا اور ثقاہت میں لاثانی ہے تو مخلصانہ تحقیق سے ان کا کیا
اگر دیکھ کر نظر انداز کردیں تو یہ اور بھی افسوسناک ہے کہ اس سے دیانتِ

ت سے صرف ابن مسعودؓ ہی کے فتوے کا پتا نہیں چلا بلکہ یہ بھی پتا
کہ مفتی اور اہلِ علم بھی بلاتکلف یہی فتویٰ دیتے تھے۔ ظاہر ہے وہ عموماً
ہوں گے ۔[1]

استدلال کا جواب

اللہ کی رحمت ہو، ان سے یہ استدلال بھی منقول ہے کہ جب کوئی شخص لفظِ
طلاق دے یعنی یوں کہے کہ تجھ پر تین طلاق تو اُسے تین شمار نہیں کرسکتے کہ
چار مرتبہ الگ الگ قسم کھانا ضروری ہے، یوں کہدینا کافی نہ ہوگا کہ میں

ہ بیوی پر زنا کا الزام عائد کرے۔ پھر معاملہ قاضی کے سامنے جائے تو وہ شوہر اور بیوی سے
ر پانچ بار یہ کہلوائے گا کہ ہم پر لعنت ہو اگر ہم جھوٹ بولتے ہوں۔

---

[1] الرّاعد میں صفحات نے گنجائش دی تو مولانا محفوظ الرحمان سے کچھ اور بھی عرض کرنا ہے۔ ان شاء اللہ!

چار بار قسم کھاتا ہوں۔ اسی طرح دورانِ حج جس موقع پر سات بار کنکریاں پھینکنا
یہ بات کافی نہیں کہ ایک مرتبہ میں سات کنکریاں لے کر پھینک دے۔ اسی ط
کھائے کہ میں ایک لاکھ درود پڑھوں گا تو یہ قسم پوری نہ ہوگی اگر وہ یوں کہے کہ رسول خدا
بلکہ ایک لاکھ بار الگ الگ درود پڑھنا ہوگا۔ لہٰذا طلاق ہی تین کیسے واقع ہو جا
تین بار نہیں دیں بلکہ ایک ہی مرتبہ میں تینوں دے دیں۔

اس قیاسی استدلال کو مولانا محفوظ الرحمٰن نے بھی نقل کیا ہے اور مولانا
اوّل الذکر نقل کے بعد یہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء اس قیاس کو قیاس مع الفارق
ان کی تاویلوں کی حیثیت اتنی قوی نہیں کہ اس میں گفتگو کی گنجائش نہ ہو اور مؤخر الذکر
کہ ابن تیمیہؒ کے اس استدلال کا جو جواب علامہ آلوسیؒ نے دیا ہے اس میں کوئی جا
اس لئے ہم اسے نظر انداز کرتے ہیں۔

دونوں دوستوں کی خدمت میں عرض ہے کہ گفتگو کی گنجائش تو لوگوں نے
تک میں پیدا کی ہے اور گنجائش ہی پیدا کر کے بہت سوں نے حضرت عیسیٰؑ کو
ہے۔ نیز بے جان تو بہت سے لوگ قرآن تک کے دلائلِ قاہرہ کو کہہ گذ
ہر استدلال ان کے نزدیک بے جان ہے۔ پھر کیا ان باتوں سے حقائق پر کو
لیجئے ہم ابن تیمیہؒ کے متذکرہ استدلال کی کمزوری اور غلطی واضح کرتے ہی
لائیں اس کا جواب ـــــــ (عام بھائی بات سمجھنے کیلئے یہ
تعدّد کہتے ہیں کسی ایک چیز کے ایک سے زائد بار واقع ہو جانے کو)

وہ تمام احکام جن میں کسی عدد کا ذکر ہوتا ہے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک
عمل مقصود ہو۔ اور ایک وہ جن میں صرف مجموعی تعداد مقصود ہو۔ مثلاً اذان و اقا
دو بار کہنا یا نمازِ فجر میں دو رکعات پڑھنا یا دن میں پانچ نمازیں ادا کرنا۔ ان احکام میں حا
مطلوب کا عمل تعدّد ہے۔ حاکم چاہتا ہے کہ ہر فقرے کی ادائیگی دو بار ہو۔ فجر میں
عملاً دو بار دہرائی جائے۔ پانچ نمازوں کا فعل الگ الگ پانچ وقتوں میں زیرِ عمل آ
احکام میں زبان سے فقط عدد کا تلفظ کام نہ آئے گا بلکہ عمل کا تعدد ضروری ہوگا

دوسری قسم میں زکوٰۃ اور کفارے کو سمجھ لیجئے۔ حاکم کہتا ہے کہ چالیسؑ فاضل
روپیہ زکوٰۃ ادا کرو۔ اب کسی شخص کے پاس چار ہزار روپے ہیں تو اس پر سو روپے وا

عمل نہیں ہے بلکہ مجموعی تعداد پیشِ نظر ہے۔ چنانچہ یہ ضروری نہیں کہ ہم ایک ایک
سو آدمیوں پر زکوٰۃ تقسیم کریں بلکہ تنہا ایک مستحق مرد یا عورت کو بیک وقت یہ
مستحقین میں بیک وقت یا مختلف اوقات میں تقسیم کر دیں ہر حال میں زکوٰۃ ادا
سے کسی عتاب کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

ہوں میں دس مسکینوں کو اور بعض میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا بطورِ
علوم ہے کہ شارع کا مقصود مسکینوں کا تعدد نہیں (یعنی یہ منشار نہیں کہ ہر
رکھتا ہو) بلکہ وہ مجموعی خرچ ہے جس کا بار مجرم پر ڈالا جا رہا ہے اس لئے
ہے متعدد دنوں میں اس خرچ سے سبکدوشی حاصل کرلیں اور الگ الگ
یا وہ مسکینوں کو پانچ دن کھانا کھلا کر دس کی گنتی پوری کر دیں سب صورتیں
کفارے کی ادائیگی تسلیم کرلیتا ہے۔

معقول مانے گا کہ مختلف مقصود و مطلوب رکھنے والے ان دونوں طرح
پر قیاس کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ جب دوہری اقامت یا الگ
لازمی ہے تو یہ بھی ضروری ہونا چاہیے کہ زکوٰۃ کے سو واجب روپے
تقسیم کئے جائیں یا دس الگ الگ ناموں والے مسکین تلاش کرنے لازم ہیں
الفارق ہوگا اور اس کے برعکس بھی قیاس نہیں کرسکتے یعنی یوں نہیں کہہ سکتے کہ
الگ الگ ادا کرنا ضروری نہیں تو اذان و اقامت میں ہر فقرہ الگ الگ ادا
یوں کہہ دینا کافی ہوگا کہ "دو مرتبہ حَیَّ عَلَی الصَّلاح"

آپ کسی سے دس روپے ماہوار دس مہینے تک قرض لیتے رہتے ہیں
چاہتے ہیں تو کیا یہ ضروری ہوگا کہ دس روپے مہینہ ہی ادا کریں اک دم سو ادا
ادا کردیں تو قرض سے سبکدوش تسلیم نہ کئے جائیں؟ ظاہر ہے ـــ کہ کوئی بھی
نہیں کہہ سکتا کیوں کہ ادائیگی قرض میں تعددِ عمل مقصود نہیں مجموعی تعداد
نوٹ گن کر دیں تب بھی سو کا نوٹ دیں تب بھی سو کا چیک لکھ دیں تب بھی نتیجہ یکساں ہوگا

ے کہ ہمارے یہاں روزانہ تین بار آیا کرو تو یہاں صریحاً تعددِ عمل مقصود ہے
حاضری کا عمل دہرایا جائے گا فرماں بردار نہ کہلائیں گے اور سزا بھی

اب ابن تیمیہؒ والے الزامی استدلال کی طرف آیئے۔ "لعان" کی چار شہاد
صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت کے مطابق قائم مقام ہیں اُن شہادتوں کی جن کو اللہ
ثبوتِ زنا کے سلسلے میں لازم قرار دیا ہے۔ یہ لزوم قرآن میں موجود ہے اور
حدیث میں وہ روایات درج ہیں جن میں حضورؐ نے اسی آیتِ قرآنی کا حوالہ دیا
ہوا کہ "لِعَان" کے معاملے میں حاکمِ اعلیٰ کا مقصود تعددِ عمل ہے جس طرح
سلسلے میں حاکمِ اعلیٰ کا مقصود و مطلوب چار مختلف افراد کا گواہی دینا تھا۔ جب
ٹھیرا تو آخر کیسے محض چار کا عدد ادا کر دینے سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے

اسی طرح سات بار کنکریاں مارنا بھی حج کا ایک ایسا ضابطہ ہے جس میں
صرف کنکریوں کا تعدد مقصود نہیں۔ اس مقصود کی وضاحت خود شارع علیہ السلام
ہے۔ لہٰذا ایک بار میں سات کنکریاں مار دینا مقصود سے مطابقت نہ رکھے گا

قسم کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ جب ایک شخص قسم کھاتا ہے کہ میں ایک لاکھ
تو صاف ظاہر ہے کہ وہ تعددِ عمل کی قسم کھا رہا ہے نہ کہ محض ہندسوں کی۔ عقل و نقل
اس کے مقصود پر ناطق ہے لہٰذا وہ محض ایک لاکھ کا عدد بول کر بری الذمہ کیسے ہو
قسم تعددِ عمل کی کھائی تھی۔

اس کے برخلاف طلاق کا معاملہ یہ ہے کہ تعددِ عمل کا مقصود ہونا تو دور کی
سرے سے اللہ اور رسولؐ کو پسند ہی نہیں ہے اور وہ حلال چیزوں میں سب
قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے طلاق مت
و مصالحت کر لو۔ صبر و تحمل سے کام لو۔ آخری درجے میں جب کوئی صورت نباہ کی
تب ہی طلاق کا استعمال کر سکتے ہو۔ یہ ایسا ہی جیسے بیمار بیٹے کے جسم کی چیر
تک ہرگز پسند نہیں کرتے جب تک یہ امید موجود رہتی ہے کہ کھلانے پلانے
اندر کا پھوڑا ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن جب علمِ انسانی فیصلہ کر دیتا ہے کہ سوا
کوئی صورت نہیں تو ہم بادلِ ناخواستہ ڈاکٹر کو اجازت دے دیتے ہیں
اتار دو ہمارے جگر گوشے کے گوشت میں نشتر۔ یہ معلوم ہے کہ آپریشن نہ ہما
کا مقصود و مطلوب ہوتا ہے نہ ہمارا۔ وہ تو ایک ناگزیر ذریعہ ہے مقصدِ صحت کی
تو اہلِ انصاف بتائیں کہ طلاق جیسے معاملہ کو ان معاملات پر قیاس کر

حاکم کا مقصود و مطلوب ہے کیوں کر معقول و مقبول ہو سکتا ہے۔ یہاں تو
کہ کوئی بھی آنکھ والا اسکے وجود سے انکار نہیں کر سکتا پھر ایک کا دوسرے پر قیاس کیسا۔؟
سوچیئے۔ درود یا حج یا صوم و صلوٰۃ وغیرہ وہ افعال ہیں جن کا اجر و
میں سامنے آتا ہے۔ مگر طلاق و نکاح وہ امور ہیں جن کے مادی اثرات
بھگتنا ہے۔ پھر یہ فی نفسہٖ جسم و ہیئت والی اشیاء بھی نہیں ہیں بلکہ اعتباری
کے قبیل سے ہیں۔ ایک طبیب یہ تو بتا سکتا ہے کہ فلاں چیز تم اتنی
دیر میں مر جاؤ گے یا فلاں دوا اتنے دن استعمال کرو تو فلاں مرض دور
لئے بتا سکتا ہے کہ اشیاء بھی مادی ہیں اور جسمانی مشینری بھی مادی لیکن
میں انسانی تجربہ و قیاس کچھ کام نہیں کر سکتا۔ اللہ نے بتایا کہ دو گواہوں کے
چار کی قید لگا دیتے جیسے کہ شہادتِ زنا یا لعان کے سلسلے میں لگائی ہے
گواہ کافی قرار دیدیتے تب بھی اعتراض کی گنجائش نہ تھی۔ انسانی عقل و
یہ نہیں جو وحی کے روشنی کے بغیر یہ طے کر سکے کہ انعقادِ نکاح کے لئے

طلاق اپنے اثر کے اعتبار سے خالص معنی و کیف ہے۔ اگر اللہ اور رسولؐ مطلع
ہرگز یہ نہیں جان سکتے تھے کہ ایک یا دو طلاقیں رشتۂ نکاح کو مکمل
طلاقیں نہ صرف مکمل قطع کر دیتی ہیں بلکہ تجدید کے لئے حلالہ بھی ضروری
بھی ضروری ہے کہ دوسرا شوہر صحبت کر لے۔ نہ یہ جان سکتے تھے کہ اشاروں
طلاق رشتۂ نکاح کاٹ ڈالتی ہے حالانکہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ صریح طلاق
ار کنایے کے۔ نہ یہ جان سکتے تھے کہ اس طرح کا انقطاع حلالہ کو
حلالہ ہی کے یہ مرد و زن پھر سے نکاح کر سکتے ہیں۔
ہمیں طلاق و نکاح کے معاملات میں قیاسی تک بندیوں کے بجائے
ہوگا۔ وحی منطوق یعنی کلام اللہ کے ذریعہ ہمیں اللہ نے طلاق کے اثرات و
یا دو سے نکاح ذم نہیں ٹوٹتا۔ تم رجوع کر سکتے ہو۔ لیکن تیسری دو گے تو
اس قابل بھی نہ ہو گے کہ جب تک یہ مطلقہ کسی اور سے نکاح کرے۔ تم
ح کر سکو۔

جولوگ یہاں ایک مجلس اور دو مجلس اورطلاقِ سُنّت وغیرہ کی بحثیں اٹھاتے
سوال ہے کہ اے بزرگو! اگر ایک ماہرِ فن طبیب یہ بتاتا ہے کہ فلاں محلول ایسا
ایک ماہ کے فصل سے یہ ایک ایک ماشہ تمھارے معدے میں اُتر جائے تو
ہوجائے گا ——— توآپ بتائیں کیا اس سے خود بخود یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ
اگر ہم تین ماشے حلق سے اُتار جائیں تو پھٹ سے دم نکل جائے گا. آپ کو معلوم
میں نکوٹین نامی ایک زہر ہوتا ہے۔ تحقیق سے ثابت ہوا کہ ایک سگریٹ
میں جتنا نکوٹین اپنے جسم میں اتار لیتا ہے اگر بیک وقت اتنا استعمال کرلے
گویا جو زہر تدریجی استعمال میں مہلک نہ تھا وہ بھی اکھٹے استعمال میں مہلک ثابت
طلاق کا تین ماہ میں تین بار استعمال کرنا مہلک ثابت ہوگیا ہے اسے
کرنے سے تو ہلاکت اور بھی زیادہ یقینی ہونی چاہیے۔ قیاس، تجربہ، مشاہدہ
ہیں کہ مہلک اشیاء کی جو مقدار زیادہ مدت میں مہلک ہوسکتی ہے وہ یکجائی استعمال پر
ہوگی۔ اب آپ لوگ یا تو یوں کہیں کہ اللہ سے طلاق کی معنوی تاثیر بتانے میں
سچے دل سے مانیں کہ صَدَقَ اللّٰہُ مَولَانَا الْعَظِیم اب ہمارے طبع زاد فتوے
نہیں کرسکتے۔

انڈے پر آپ روزانہ پٹنے کا ایک ٹکڑا رکھتے جایئے آخرکار ایک دن آ
پٹنوں کا دباؤ اسے توڑ دے گا۔ پھر اسی دباؤ والے متعدد پٹنے یا کوئی بھی
وقت انڈے پر رکھدیں تو کیا وہ نہ ٹوٹے گا؟ ——— ضرور ٹوٹے گا مالا
ضعف وقوت میں اختلاف بھی ممکن ہے اور بعید نہیں کہ ایک انڈا چھٹانک بھر
جائے اور دوسرا اس دباؤ کو برداشت کرلے۔ لیکن نکاح میں تو یہ بھی امکان نہیں
برداشت کا تعین اس اللہ نے فرمایا ہے جس سے خطا ہو ہی نہیں سکتی۔ نہ نکاح
ضعف وقوت کے اعتبار سے تفاوت رکھ سکتا ہو۔ سارے نکاح فی نفسہٖ یکساں
طلاقیں اپنی اثراندازی میں ٹھیک ٹھیک اسی ڈگری پر ہیں اور رہیں گی جو اللہ اور
فرمادی۔ پھر کیسے آپ یہ شوشہ نکالتے ہیں کہ اکھٹی تین ڈالو گے تو نکاح نہیں ٹوٹے
سوچنے کا ایک اور اسلوب بھی ہے۔
دو طرح کے معاملات ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اپنے حق سے متعلق ہوتا

کے حق سے ہوتا ہے۔ انھیں ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ———
روپے قرض ہیں تو آپ جب چاہے پانچ سو کی معافی کا اعلان کرسکتے
قانون یہ نہیں کہے گا کہ آپ کو معافی کا حق نہیں تھا۔ لیکن آپ پر کسی کے
تو آپ اپنے طور پر ایک پیسہ بھی کم نہیں کرسکتے۔ پورے ہزار ادا کرنے ہونگے
اللہ کے حقوق ہیں۔ ہم پر لازم کیا گیا ہے کہ انھیں ادا کریں۔ لہٰذا ہمارے اختیار
کٹوتی کردیں۔ اس کے برخلاف عورت کے جسم پر تصرف ہمارا اپنا حق ہے
یہ بواسطۂ نکاح قائم کیا ہے۔ اپنے قرض کا کچھ حصّہ یا تمام قرض معاف
نافذ اور موثر ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اس کے نفاذ واثر میں کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی
تصرف کی دست برداری دیدے جزوی دستبرداری یا کلّی۔ آخر کیا معنے ہیں کہ اسکے
شوشے نکالے جائیں۔
سو روپے مہینہ کر کے سال میں بارہ سو روپے لئے تھے۔ اب بکر کہتا ہے
معاف کیا۔ تو کیا آپ یوں کہیں گے کہ چونکہ سو روپے مہینہ کر کے لیا گیا تھا
ہر مہینے صرف سو معاف ہوں گے اور پوری معافی سال بھر میں
گے کیوں کہ آپ جانتے ہیں کہ اس معاملہ میں نہ تعددِ عمل مقصود ہے
واحد ہونے نہ ہونے سے کوئی بحث ہے۔ سارا مقصود و مدعا مجموعی رقم
ہی وقت کے اعلان سے بکر کے ذمّہ سے ساقط ہوجائے گی۔
قانون بھی دخیل نہ ہوگا۔
جیسا دریائے علم وفہم اس معلوم ومُسلّم فارق کی موجودگی میں طلاق کو
ہے جو اپنے حق کی دست برداری سے نہیں بلکہ دوسروں کے حقوق
اور پھر آج کے مجتہدین جو اپنے آپ کو ائمہ اربعہؒ سے بڑھ کر فقیہ خیال
موقف کی وکالت میں ایسے بہے کہ یہ کھلا فرق انھیں نظر نہ آسکا۔
لیکن حیثیت تو قرآن ہی سے معلوم ہوچکی ہے۔ زکوٰۃ کے متعدد مصارف
مقصود کلام چونکہ یہ نہیں ہے کہ ہر ہر مصرف میں کچھ حصّہ ضرور خرچ
کسی تصریح کے بھی قرآن کو سمجھنے والوں نے جان لیا کہ مذکورہ مصارف میں سے
خرچ کردیجائے تو وہ ادا ہوجائیگی اور یہ حساب اللہ نہیں لے گا کہ فلاں فلاں

مصرف میں کیوں نہ صرف کی۔

ہم مولانا محفوظ الرحمان اور مولا حامد علی اور ان جیسی رائے رکھنے والے تمام بلاکسی زعم کے گذارش کرتے ہیں کہ یہ سارے دلائل اگر بے جان اور کمزور ہیں تو ـــــــــ علمِ کلام کی زیارت سے مشرّف فرمائیں کہ قوی دلائل کن دیو پیکر ہستیوں کا نام ہے۔

صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسیؒ نے جو جواب دیا ہے وہ بھی ہمارے قارئین ہماری ہے اور بات ان کی ـــــــ وہ کہتے ہیں کہ دیکھو لعان کا معاملہ ایک معاملہ ہے جس میں ایک عورت کی عفّت وعصمت زیرِ بحث ہے۔ جب اللہ اور رسول اس اہمیت کا تقاضا یہ منکشف ہوا کہ قسم کا عمل چار مرتبہ واقع ہو تو کیسے ممکن ہے کہ بول کر حکم کی تعمیل ہوسکے۔ الگ الگ چار بار قسمیں کھائی ہوں گی۔ اسی طرح کنکریاں معاملہ ہے کہ سات مرتبہ الگ الگ پھینکنے ہی سے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے جو اس عمل کے معلوم نہیں کہ یہ عمل سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے فعلِ مقدس کی نقل افعال حقیقۃً نقل ہی ہیں بعض ان یادگاروں کی جو اللہ کی راہ میں والہانہ سفر کرنے کا نقل کو حتی الوسع ہو بہو ہونا چاہیئے لہٰذا محض سات کے عدد کا تلفظ یا سات کنکریوں تو نقل کے مطابق اصل نہ قرار پائے گا اور مقصدِ عمل ہی فوت ہوجائے گا۔

اسی طرح ایک لاکھ درود کی قسم کا معاملہ ہے کہ محض ایک بار پڑھنے سے وہ مقصد ہوسکتا جو ایک لاکھ بار پڑھنے سے حاصل ہوسکتا ہے اور قسم کھانے والے کا مقصد نہ کہ کچھ اور۔

لیکن طلاق کا معاملہ یہ ہے کہ اس کا مقصد زن وشوہر کی جدائی ہے۔ یہ مقصد طلاقوں سے حاصل ہوسکتا ہے اسی طرح ایک طلاق سے بھی حاصل ہوسکتا ہے کہ مرد ایک طلاق کے بعد رجوع ہی کرے۔ عدّت گذری اور بیوی اپنے گھر گئی۔ لہٰذا تین طلاق دینے سے قطعی طور پر واضح ہوگیا کہ شوہر صرف عملی جدائی پر اکتفا کرنا نہیں اس کا یہ ہے کہ قانونی امکان بھی تجدیدِ تعلق کا ختم ہوجائے جب مقصد بلا ریب واضح ہوگیا کا کون سا قانون ہے جس کی رُو سے اس کی تین طلاقوں میں وہ اثر نہ مانا جا ثابت ہوچکا ہے۔ عمل اور نیت دونوں جمع ہیں اب تیسرا کون سا عنصر ہے جس کا کہیں قرآن وحدیث میں کیا کوئی تیسرا عنصر بھی بیان

کے بغیر طلاق کی دھار رشتۂ نکاح کو کاٹ ڈالنے میں کند رہ جاتی ہو؟ کا علم کلام۔ کتنی آسانی سے ہمارے دوست مولانا حامد علی نے کہہ دیا کہ کوئی جان نہیں۔ اہلِ فہم انصاف کریں کیا واقعی یہ تقریر جواب بے جان ہے! اور اس معاملے میں ان کے پیرو سوچتے کہ ایک ایک مہینے کے فصل سے والی جو گولیاں آدمی کو مار ڈال سکتی ہیں وہی اگر بیک وقت پیوست زندہ چھوڑ دیں گی۔ گولی کا اثر تو جسم کی قوتِ برداشت یا خود گولی کی صلاحیت بھی ہوسکتا ہے مگر طلاق کی اثریت میں ایسا احتمال کہاں ہے جبکہ اللہ اور رسول فرما چکے ہیں وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیلا

مولانا شمس پیرزادہ کا مقالہ

کلام فرماتے ہیں:۔

معاشرتی نظام ایک سیدھا سادا نظام ہے جس میں نہ قانونی اور نہ تکلفات۔"

کرتے ہوئے انھوں نے قرآن کی دو آیات پیش کیں جن کا مطلب ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے آسانی کا ارادہ کرتا ہے نہ کہ احادیث کا حوالہ دیا جن کا مطلب ہے کہ دین تو آسان ہے اسے دشوار برتنی چاہیئے۔

سے کون ذی فہم انکاری ہوسکتا ہے لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے کے مصداق ومدعا کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں اسی لئے وہ یہ نتیجہ نکالنے ہیں کہ:۔

کے پیشِ نظر فقہی موشگافیوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں لہٰذا اور شرعی احکام کو مشکل ودقیق بنا کر لوگوں کے لئے

دشواریاں پیدا کرنا دین کی خدمت ہرگز نہیں ہے :

موصوف مسلکاً اگرچہ اہلِ حدیث ہیں لیکن ہمارے بہت اچھے
یہی جب بھی گئے ان کی نوازشات سے بہرہ ور ہوئے۔ وہ جماعتِ اسلامی
رکن ہیں بلکہ اپنے حلقے کے امیر بھی ہیں۔ یہ گویا ایک مزید نظریاتی رشتہ ہوا ہمارے
مگر علمی بحث و نظر کے میدان میں رشتوں سے زیادہ تحقیق حق کی اہمیت ہے اس
کریں گے کہ نقد و نظر کی اس جرأت کو وہ "احسان فراموشی" اور "تعلق کشی"

فقہی موشگافیوں کے بارے میں انھوں نے تعریض و تنقیص کے جو کلمات
مسلکی مزاج کے عین مطابق ہیں۔ ہمارے اہلحدیث بھائیوں کو چونکہ فقہاء
ہے۔ اس لئے وقتاً فوقتاً وہ فقہ اور فقہاء پر چوٹیں ضرور کرتے ہیں۔ لطف
اگر اپنے درس اور تقریر و تحریر میں لمبی چوڑی بحثیں کر ڈالیں تو ان کا نام وہ "فقہی
رکھتے۔ انھوں نے "تفقہ" کے کوئی ایسے خاص معنی مقرر کر رکھے ہیں
اپنی بحث طرازی اور اپنے علم کلام پر کبھی نہیں ہوتا۔ یا ہوتا ہے تو بس قابلِ
ہاں ہم اربابِ تقلید کی موشگافیوں پر ان کا اطلاق فوراً ہو جاتا ہے اور وہ بھی
یہ شکایت نہیں حکایت ہے۔ ہم اس پر کیا کہیں۔ دنیا کے کسی بھی علم و فن کا
سنے گا تو اس طرح ہنس دے گا جیسے ہم آپ بچوں کی معصومانہ باتوں پر ہنس دیا کر
و فن کی تحقیق و تدقیق چاہتا ہے۔ ژرف نگاہی اور بالغ نظری چاہتا ہے۔ خصو
دنیا میں شاید ہی فنون سے پڑھ کر امعانِ نظر اور تفقہ اور تدبر اور باریک
طرازی کا مالک ہے۔

قرآن و حدیث کی جن نصوص میں سادگی اور آسانی کی تعلیم دی گئی ہے
شخص یہ سمجھ لے کہ قرآن و حدیث کو سمجھنے، ان سے مسائل اخذ کرنے اور ان کی
پہونچنے کے لئے عمیق تدبر اور تفقہ کی ضرورت نہیں تو اسے سادہ لوح کہیں گے
پکار رہا ہے۔ لوگو! تدبر۔ تفکر۔ خبردار سطحیت اور جہالت اور ظاہر فریبی سے بچنا
کرتے رہو۔ تفقہ فی الدین بڑی نعمت ہے۔ جسے اللہ نے یہ نعمت دی سمجھو کہ

قرآن کی پکار!

تفقہ تو سوجھ بوجھ کو کہتے ہیں اور فقہ سوجھ بوجھ کے حاصل کو۔ کیا ہمارے

ہدایت کی گاڑی بے عقلی اور کم سمجھی یا سہل انگاری اور سہولت پسندی کے گھوڑوں سے
کیا وہ نہیں جانتے کہ دین جس معنی میں "آسان" کہا گیا ہے وہ یہ ہیں کہ اس پر
اس کے تمام احکام انسانی استطاعت کے مطابق ہیں وہ فطری تقاضوں کو
تکمیل کے موزوں راستے بتاتا ہے وہ انسان پر غیر ضروری بار نہیں ڈالتا
کا مفہوم یہ ہے کہ انتہا پسند مت بن جاؤ۔ خواہ مخواہ سختیاں مت کرو۔
کھٹ سے کفر کے فتوے صادر مت کرو۔ ممکن حالتوں میں
وغیرہ ذٰلک۔

اگر کوئی یہ مفہوم نکالتا ہے کہ قوانین شرعیہ کے اخذ و اقتباس اور تدوین و
اور تعمق سے کام لینے کی ممانعت کی گئی ہے تو وہ دین و شریعت کی توہین
ہے جسے کوئی ہوش مند معقول نہیں قرار دے سکتا۔

کا رُخ تو صاف ہی ہے۔ وہ مزید کچھ تمہید حوالۂ قلم کرنے کے بعد ہمیں اس
کہ جن لوگوں نے تین طلاقوں کو تین مان لیا وہ تو بال کی کھال نکالنے
خواہ مخواہ پیچیدہ بنانے والے ہیں۔ انھوں نے قرآن و سُنّت پر غور نہیں
موشگافیوں میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں۔ البتہ جن لوگوں نے تین کو ایک مانا ہے
غور کرنے والے ہیں۔ دین کے سچے خادم ہیں۔ رُوحِ شریعت سے

مسلمانوں کو یہ خوش خبری ملی کہ تم جو صدیوں سے فقہ کے چار بڑے امام اور
آئے ہو وہ تو بس بوالفضول لوگ تھے اور ظاہر ہے ان سب کے پیرو
آئیں گے۔ سچے خادمِ دین اور عالمِ ربانی پوری اُمت میں صرف وہ چند
انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ اس خوش خبری نے ہماری ساری تاریخ، ہمارا
سے چھین لیا۔ ہم چودہ صدیوں کے ایسے جنگل میں کھڑے رہ گئے
سایہ دار ہیں باقی سب بے سایہ اور زہریلے۔

خوش خبری قابلِ قبول نہیں۔ اس سے تو آپ ہمیں قتل ہی کر دیجئے تو

ایک سیدھا سادا آدمی آپ سے یوں پوچھتا ہے کہ اے بندہ نواز!

تین کو تین ہی ماننا سادگی اور شرافت ہے یا تین کو ایک ماننے اور ثابت کر
اور شرافت پائی جاتی ہے؟ ——— ہم کم سمجھ تو یہی خیال کر
موشگافیوں کو طلاق دے کر قانونِ شریعت کی تدوین تبیین "سادگی" اور
حوالہ کردی جائے تب بھی صاف وسادہ بات تو یہی ہوسکتی ہے کہ ایک
معنی دو اور تین کے معنی تین لئے جائیں۔ اس میں نہ کوئی پیچیدگی ہے نہ جھنجھٹ
کی گنجائش۔ یہ کیا کہ آپ دہائی تو سیدھے پن کی دے رہے ہیں اور بشارت یہ
تین کو ایک ماننا سیدھی سادھی بات ہے۔ اس منطق کو کون قبول کرلے گا۔ یہ تو
معمہ ہوا کہ تین بھی ایک اور ایک بھی تین!

آپ نے قرآن وسُنّت سے طلاق دینے کا احسن طریقہ بیان فرمایا
ہم بھی اس سے ہٹنے کو معصیت ہی تصوّر کرتے ہیں لیکن کیا شارعؑ نے حالت
دینے کو معصیت نہیں قرار دیا؟ ——— اگر دیا تو یہ کیا بات ہے کہ
نے ابن عمرؓ کی اس طلاق کو واقع مان لیا جو حالتِ حیض میں دی گئی تھی۔ آپ
ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ثابت شدہ فیصلے کو نعوذ باللہ، دیوار پر دے
اختیار کریں کہ جو طریقِ طلاق غیر احسن ہو اس سے طلاق پڑتی ہی نہیں ہے۔
ہوکر آپ ایسی تعلیم دے رہے ہیں حالانکہ آپ کا الزام تو ہم مقلدین پر ہے کہ ہم
سے زیادہ فقہاء کی رائے مانتے ہیں!

ٹھیک فرمایا جو لوگ بیک وقت تین طلاقیں دیتے ہیں جہالت کا
مگر نہیں ٹھیک کہاں ——— جہالت کے بجائے "خدا سے بے خوفی"، کا لفظ است
جہالت کیا معنی، وہ تو جانتے بوجھتے تین دیتے ہیں کہ نہ رہے بانس
وہ جاہل نہیں ہیں بے لگام یا بدکردار ہیں۔ جہل میں اور بدعملی میں فرق کیجئے تو بہر حال
شاباشی نہیں دیتے۔ مگر کیا ان کی بے لگامی کو یہ انعام ملنا چاہئے کہ وہ اب بھی
سے لذّت اندوز ہوتے رہیں یا انھیں سزا ملنی چاہئے کہ خبردار جو اسے ہاتھ بھی
معلوم کہ فعلِ گناہ پر انعام کا مستحق آدمی کو کون سے اسلام نے قرار دیا ہے۔
گزشتہ صفحات میں ہم واضح کرچکے کہ ہمارے دوست کو قرآن میں وہ گُڈ آیتیں بہت جلد

"دو مرتبہ" کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے مگر وہ آیات بالکل نہیں
کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس حُسنِ مطالعہ کے ساتھ اگر ملّت کی اصلاح
جائیں۔ ہم اس طرزِ عمل کی ثقاہت کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں اور
آدمی اسے علمی امانت داری کے نام سے تعبیر نہ کرسکے گا۔
"مرّتین"، کی بحث میں جتنے کچھ الفاظ ہمارے دوست نے صرف
کچھ نہیں کہنا، ہاں ایک استدلال پر چند الفاظ عرض کرتے ہیں۔

نے کے بعد وہ فرماتے ہیں:-

قرار دینے کے باوجود اس کا صرف کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا یعنی
نہیں ٹھیرایا۔"

گزشتہ صفحات میں مولانا حامد علی کے تعلق سے گفتگو کرچکے ہیں۔ واقعی سوجھ بوجھ
کر ہی ایسے دلائل قوی نظر آسکتے ہیں۔ کاش ہمارے دوست سوچتے
تو خود ان کے خلاف دلیل ہے نہ کہ ان کے موافق۔
کو ماں بہن کہنے سے کیا نتیجہ حاصل ہوتا تھا اس سے قانونِ اسلامی
ہے کہ بیوی کو ایسا کہنا صریح جھوٹ ہے یا نہیں؟ ——— قرآن
یعنی بُرا اور قابلِ پرہیز فعل قرار دے رہا ہے اور عقلاً بھی یہ جھوٹ
باوجود کفارہ اس کی ناطق دلیل ہے کہ فعل بے اثر نہیں گیا۔
کا ثبوت کیسے ہوا کہ فعل بے اثر گیا۔ طلاق دی ہی کہاں تھی جو
کہا تھا۔ اگر بقول اس اور جھوٹ کوئی اثر نہ چھوڑتے تو کفارہ کیسا، اور کفارہ
حرام کیوں؟ ——— فی الاصل آپ غور کریں کہ نتیجہ وہی ہے جو
طلاق بھی اگر بائن دی جائے تو دوبارہ نکاح کرنا پڑتا ہے ورنہ تعلق
ظہار میں تعلق حرام ہوگیا تا آنکہ کفارہ ادا کیا جائے۔ خوب ہے یہ
صاف مطلع کر رہا ہے کہ نا لائقو! تم اگر بیوی کو ماں کہنے کا جھوٹ
نہیں جائے گا بلکہ بیوی حرام ہوجائے گی۔ فعل کا گناہ ہونا
موثر بھی نہ ہو، مگر ہمارے محترم دوستوں کی سادگی پسندی اور قرآن وسُنّت
رہی کہ آپ نے کیا فرمادیا۔ جب بیک وقت تین طلاق دینا

گناہ ٹھیرا تو اسے مؤثر کیسے مان لیا جائے! ـــــــــــ تاثیر جب
طلاقیں طریقِ سُنّت سے دی جائیں گی۔ ہم آپکا فلسفہ ہم نہیں مانتے۔ ہم تو یہ
سمجھتے کہ آدمی بیوی کو ماں کہہ کر صریحًا دروغ گوئی کا مرتکب ہو، اور اس کے
تاثیر ٹپک پڑے۔ مگر چلئے خیر آپ کہہ ہی رہے ہیں تو یہاں ہم کفارہ ما
طلاق کے معاملے میں ہمیں آپ کا "اندازِ فکر" قبول نہیں!

اگر اسی کا نام دینی سادگی اور قرآن و سُنّت کی پیروی ہے تو بے
محروم ہیں اور ہماری دعا ہے کہ خدا انھیں محروم ہی رکھے۔

حدیث کی بحث

بخاری میں ایک روایت ہے کہ رفاعہ نامی شخص کی بیوی حضورؐ کی
اور عرض کیا کہ مجھے رفاعہ نے طلاقِ بتّہ دی تھی میں نے ایک دو
عبُدالرحمٰن سے نکاح کر لیا مگر وہ تو مرد نہیں ـــــ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ شاید
ہے کہ پھر رفاعہ سے نکاح کر لے ـــــ نہیں یہ تو جبھی ہو سکتا ہے کہ تیرا شوہر
بعد تجھے آزاد کر دے۔

طلاقِ بتہ آپ سمجھ ہی چکے کہ بائن طلاق کو کہتے ہیں۔ ہمارے دوست
نقل کر کے فرماتے ہیں کہ مسلم میں اس روایت کے یہ الفاظ آتے ہیں وطلقها
تطلیقات یعنی اس نے اس کو تین طلاقوں کی آخری طلاق دی۔ اس میں یہ
ہے کہ رفاعہ نے مجلسِ واحدہ میں تین طلاقیں دی تھیں، لہٰذا اس سے یہ
استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

بجا فرمایا۔ مگر آپ بھول گئے کہ بحث کس مسئلے میں ہو رہی ہے۔ آپ کا
تین طلاقیں صرف اسی صورت میں پڑ سکتی ہیں جب طریق سنت کے مطابق
ایک ایک ماہ بعد طُہر کی حالت میں۔ یہ نہیں ہے کہ تین مختلف مجلسوں میں بھی
کیا فرق پڑا اس سے کہ مجلسِ واحدہ کی صراحت اس حدیث میں ہے یا نہیں
یہ قبول فرمالیں گے کہ زید نے صبح ایک طلاق دی پھر دفتر چلا گیا۔ دوپہر کو آ کر دوسری
گھر سے نکل گیا۔ شام کو آ کر تیسری دی تو یہ تین واقع ہو گئیں۔ اگر نہیں قبول کرتے

رہا کیوں بیچ میں آتی ہے۔ اور اگر قبول کرتے ہیں تو وہ آپ کا دعویٰ کیا
ہے سے تین طلاق دینا چونکہ معصیت ہے لہٰذا وہ پڑتی ہی نہیں
مجلسوں میں بھی ہے جب کہ وہ مجلسیں ایک ایک حیض گذرنے کے بعد

کی رو میں فہم و تفقہ سے اس قدر بیزار نہ ہوا جاتا۔ اہلِ انصاف غور کریں۔
ثلاث تطلیقات کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رفاعہ نے اسے
میں دے ڈالی تھیں جو تین ہوتی ہیں۔ اس سے اس کی تردید نہیں
دی گئی ہوں۔

اس پر فرمایئے کہ عورت نے جو بھی الفاظ بولے ہوں خواہ طلاق بتہ یا
آخری طلاق۔ حضورؐ نے بہرحال اس سے یہ دریافت نہیں فرمایا
تین طلاقیں کس طرح دی تھیں۔ کتنے وقفے سے دی تھیں۔ حالتِ
طہر میں۔ حالانکہ حدیث سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ پہلے سے حضورؐ
عورت دفعتًہ آ کر اطلاع دیتی ہے۔ اس کے الفاظ زیادہ سے زیادہ
تے ہیں وہ یہ ہے کہ تین طلاقیں تین مجلسوں میں دی گئی ہوں نہ یہ کہ
تین طہروں میں۔ اگر واقعی مسئلۂ شرعی یہی ہوتا کہ تین طلاقیں بس طریق
تو کیسے ممکن تھا کہ حضورؐ تفصیل دریافت کئے بغیر طلاقِ مغلظہ کا فیصلہ
جب کہ عورت ایک مصیبت میں پھنس گئی ہے۔ نیا شوہر نامرد نکل

دوست اسے بال کی کھال نکالنا کہہ کر نظر انداز فرما دیں تو ان کی مرضی لیکن
ہوش مند اس صحیح حدیث سے اس کے سوا کسی نتیجے پر پہونچ ہی نہیں سکتا
سنت میں محدود نہیں بلکہ وہ ہر طرح پڑ جاتی ہیں ورنہ حضورؐ بلا شک عورت
وہ یہ کہہ دیتی کہ رفاعہ نے طریقِ سُنّت کے مطابق تین ماہ میں ـــ تین
وقت یہ فیصلہ فرماتے کہ اب حلالہ کے بغیر تیرا اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔
ہمارے دوست نے دیا ہے وہ لاحاصل ہے ابنِ حجرؒ نے یہی تو فرمایا
یہاں تین طلاقوں پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ ہم کہتے ہیں یہ استدلال

توبہر حال اس سے کیا جا سکتا ہے کہ تین طلاق کا وقوع صرف طریقِ سنت میں
اس وقت بھی تین پڑتی ہیں جب تین مجلسوں میں دی گئی ہوں اگرچہ یہ مجلسیں ایک
ہوں ______ جب یہ استدلال اس سے یقینی طور پر کیا جا
ثانی کی وہ بنیاد ہی ڈھے گئی جس پر اس نے تین کو ایک قرار دینے کے دعو
اگر خلافِ سنت طریق سے تین واقع ہو سکتی ہیں تو بیک وقت تین دینے سے

ہم اگر کتاب لکھ رہے ہوتے تو ایک ایک کرکے ان تمام حدیثوں پر
جنھیں ہمارے دوست رد یا مجروح کرتے چلے گئے ہیں، لیکن رسالہ میں اتنی
ہم اس موضوع پر قلم چلاتے چلے جائیں۔

مجموعاً جو تاثر محترم کی تحریر سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر صحیح احادیث کو رد کر
ہو جتنی آسانی سے انھوں نے رد کیا ہے تو پھر بخاری و مسلم تک کی حدیثوں کو اما
ہر حدیث کے کسی نہ کسی راوی کے بارے میں اسماء الرجال کی کتابوں سے ایک
اٹھا کر شور مچایا جا سکتا ہے کہ یہ تو ضعیف ہوئیں۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ بخاری و مسلم
راویوں پر اربابِ فن نے کلام کیا ہے۔

مثال سے سمجھیے جس حدیثِ رکانہ کی بحث گذر چکی اسے رد کر دینے کے لئے
دلیلیں کافی سمجھتے ہیں۔ ایک یہ کہ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے بارے میں
سند ہم نے بیان کی اس کے علاوہ کسی سند سے ہمیں اس متن کا علم نہیں۔ دوسر
ایک راوی زبیر بن سعیدؒ اور دوسرے عبداللہؒ کے بارے میں علامہ ابنِ حجرؒ نے
ہے کہ وہ لیّن الحدیث ہیں۔

اگر واقعی یہ دونوں دلیلیں حدیث کو ناقابلِ حجت قرار دینے کے لئے کافی
اہلِ حدیث بزرگوں کو کہ ان ہی کے ہاتھوں فنِ حدیث کا خاتمہ ہوا۔ ہم چیلنج
معیار پر ہم بخاری و مسلم کی اسّی فیصد حدیثوں کو ناقابلِ حجت قرار دے سکتے ہیں۔
رہے ہیں کہ اسماء الرجال کی کتابیں دوسروں کو بھی نصیب ہیں اور ان میں چند ہی
ایسے مشکل ہی سے ملیں گے جن کے خلاف کسی نہ کسی کی جرح منقول نہ ہو۔
جیسے مشائخ کو بہت سے ماہرینِ فن نے ازراہِ بے خبری راویِ ضعیف قرار

بھارا لگتا ہے۔ یہ نہیں کہ ابو حنیفہ رحؒ کی عقیدت میں ایسا کہہ رہے ہیں بلکہ ہر ہر
اساطین کے خلاف کتبِ فن میں جرحیں منقول ہیں اور لیّنُ الحدیث
د ریمارک محفوظ ہیں۔ اگر جرح و تعدیل کا موازنہ اور تقابُل کئے بغیر
علم الحدیث کا قصہ یقیناً تمام سمجھیے۔

مولانا اکبرآبادی تو بڑے شد و مد سے مسند احمد سے حدیثِ رُکانہ لیکر
ے دوست شمس پیرزادہ یہ فرما رہے ہیں کہ :-

"امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حدیثِ رُکانہ کوئی چیز نہیں۔"

دوست نے ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کے فرمودات سے خوشہ چینی کرکے
ضعیف قرار دے دیا ہے جن سے ان کے موقف کا رد ہوتا ہے یا
مطلب کر لئے ہیں۔ یہ سب کرنے کے باوجود انھوں نے متعدد ایسی روایات
عبداللہ ابن عمرؓ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور
صحابہ کے صریح فتاویٰ پر مشتمل ہیں۔ بے شک جو لوگ گرہ کا علم نہیں رکھتے
مسلک ہیں (کم سے کم اس مسئلے میں) وہ تو اس طرح کی موشگافیوں سے خوش
ذی علم طالبِ حق خوش تو کیا ہوتا۔ پچھاڑیں کھائے گا کہ قرآن وحدیث
یہ کیسا بے دردانہ مذاق کیا جا رہا ہے۔

جہاں یہ حضرات اعلانِ عمرؓ پر گفتگو کرتے ہیں وہاں تو ان کا طرزِ فکر
نے تو جلد باز مردوں پر تعزیراً یہ حکم نافذ کیا تھا کہ تین طلاقیں دو گے تو
ہمارے دوست پیرزادہ کے مقالہ میں بھی یہ طرزِ فکر اپنی جگہ موجود ہے لیکن
تو یہ حضرات بڑے زور شور سے کہتے ہیں کہ ایسا فیصلہ عورت پر ظلم
ہو جائے گی۔ اس وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم نے تو اُسے مرد کیلئے
ظلم ہے تو صاف جو کہیے کہ حضرت عمرؓ نہ صرف ظالم تھے بلکہ ناسمجھ بھی
بیک زبان تین طلاقیں دے ڈالیں مگر حضرت عمرؓ نے انھیں تین
دیا اور جرم کی سزا ناکردہ گناہوں نے پائی۔

آپ حضرات کے مضطرب اور خانہ ساز فکر کا یہی ہے جب اصول کے
ئے تو ایسے ہی نتائج نکالا کرتے ہیں۔ غضب ہے کہ کتاب الفقہ

علی المذاہب الاربعہ کے مؤلف بھی اجتہاد اجتہاد کی رٹ لگا گئے ہیں گویا قرآن [illegible]
صریح فیصلوں کو منسوخ ومسترد کرنا بھی "اجتہاد" ہے۔

محمد حسین ہیکل نے اس سلسلے میں بہ الفاظِ خوشنما جو کچھ لکھا ہے وہ بھی ایک دام [illegible]
جسے اُدھیڑ کر دیکھئے تو ہوا کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ حضرت عمرؓ کا یہ فرمودہ ہیکل کے [illegible]
ہمارے دوست نے نقل فرمایا ہے:۔

السنۃ ماسنۃ اللہ ورسولہ	سنت وہ ہے جسے اللہ اور اس
لاتجعلوا خطا الرای سنۃ لامۃ	رسولؐ نے سنت قرار دیا۔ رائے کی [illegible]
* * *	امّت کے لئے سنت نہ بنا [illegible]

ہیکل نے اور موصوف نے تو اس زرّیں قولِ عمرؓ کو اس غلط مقصد کی تحصیل [illegible]
کیا ہے کہ تین طلاقوں کا نفاذ حضرت عمرؓ کی ایک ایسی غلط رائے تھی جو اللہ اور رسولؐ کی [illegible]
سنّت کے خلاف تھی لیکن سلیم الطبع اور غیر جانبدار اہلِ نظر کے لئے اس قول میں [illegible]
دلیل موجود ہے کہ قانونِ شریعت وہ ہرگز نہیں جسے مقالہ نگار فرض کئے بیٹھے [illegible]
جیسا محتاط اور خداترس اور فہیم انسان کسی معلوم ومعروف سنّتِ رسولؐ اور سنّت [illegible]
بزورِ شمشیر ایک قانون نافذ کرسکتا تھا اور کیا اجلّ صحابہؓ ایک منٹ کو بھی اسے [illegible]
برداشت کرسکتے تھے۔ حاشا ثم حاشا۔ قانوناً تین طلاقوں کا اجراء دلیلِ قطعی ہے اس [illegible]
رسالتؐ اور دورِ صدیقیؓ میں بھی تین طلاقیں تین ہی مانی جاتی تھیں اِلّا یہ کہ کوئی گنجا [illegible]
ہو۔ یہ تاویل نیّت سے متعلق تھی جیسا کہ حدیثِ رُکانہ سے ثابت ہوا۔ اگر مقالہ [illegible]
صحیح مان لیا جائے کہ ان دونوں ادوارِ مبارکہ میں بہرصورت ایک ہی طلاق پڑتی تھی [illegible]
کو ہزار لیپا پوتی کے باوجود اجتہاد کا پاکیزہ عنوان ہرگز نہیں دیا جاسکتا اور سوائے اس [illegible]
جاسکتا کہ انھوں نے قانونِ شرعی کو منسوخ کیا حالانکہ نسخ کا انھیں اختیار ہی حاصل نہ تھا۔ [illegible]
کسی بڑے سے بڑے صحابیؓ کی اللہ اور رسولؐ کے مقابلے میں۔ کون ہے جسے صرف [illegible]
میں استرداد اور ویٹو کا استحقاق میسّر آجائے۔ توبہ ہزار بار توبہ۔

پھر یہ بات اگر مان ہی لی جائے کہ پہلے تین ایک ہوتی تھیں۔ اب حضرت عمرؓ [illegible]
منسوخ کرکے تین کو تین کردیا۔ تب بھی ہمارے دوستوں کے مسلک کو کوئی تقویت [illegible]
یہ اس لئے کہ حضرتِ عمرؓ نے اعلان عام کیا تھا اور کسی بھی صحابیؓ نے اس کے خلاف [illegible]

[illegible] طلاق کا کیا معنیٰ؟ وہ تو خود بھی اسی کے مطابق فتوے پہلے بھی دیتے تھے اور بعد
[illegible] (جس کی تفصیل آگے اپنے مقام پر آئے گی) اس سے صاف ظاہر
[illegible] ایسا ضرور موجود تھا جس نے دورِ رسالتؐ اور دورِ صدیقیؓ کے قانون کو
[illegible] تمام صحابہؓ کے علم میں تھا۔ اسی لئے انھوں نے اعلانِ عمرؓ سے اختلاف
[illegible] اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں کہ اللہ اور رسولؐ کا وضع کردہ کوئی قانون شرعی منسوخ
[illegible] قول ثابت سے ہوسکتا ہے۔ کسی اُمّتی کا یہ منصب نہیں کہ اپنے
[illegible] لہٰذا جس طرح متعہ کے مسئلے میں ابتداءً حضورؐ کی دی ہوئی اجازت خود
[illegible] گرامی نے منسوخ کردی اسی طرح طلاقِ ثلاثہ کے سلسلے میں بھی جملہ صحابہؓ
[illegible] ہوسکتی ہے جو ناسخ بنی ہو۔
[illegible] کے لئے اس کی گنجائش ہے کہ منسوخ شدہ حکم کو زندہ کرے۔ اگر نہیں اور
[illegible] اور غیر واقعی دعویٰ بھی ہمارے دوستوں کو مفید نہیں ہو سکتا کہ دورِ رسالتؐ اور دورِ
[illegible] طلاقیں ایک ہی ہوا کرتی تھیں۔

[illegible] کی تین طلاقیں کن علماء وفقہا کے نزدیک ایک واقع ہوتی ہیں یہ عنوان دیکر
[illegible] نام دیئے ہیں:۔
[illegible] یہ مجلس مجلس کی تکرار کیا ہے۔ کتنی بار عرض کیا جاچکا کہ مجلسیں تو ایک ہی
[illegible] ہیں۔ موقف تو آپ یہ لئے ہوئے ہیں کہ صرف طلاقِ سنّت سے تین
[illegible] پھر کے دلیلیں لا رہے ہیں مجلس کے عنوان سے۔ یہ کیا مذاق ہے۔
[illegible] ہے کہ ابنِ عباسؓ کا نام آپ نے اپنے ہمنواؤں میں کیسے لے دیا جبکہ
[illegible] اس کے خلاف پایۂ ثبوت کو پہنچے ہوئے ہیں۔ امام رازیؒ کا نام بھی
[illegible] ــــــ بے شک ابنِ تیمیہؒ اور ابنِ قیمؒ اور داؤد ظاہریؒ وغیرہ
[illegible] لکھتے ہیں۔ لیکن آپ جیسی کہاں! ــــــ وہ زیادہ سے زیادہ مجلس
[illegible] بہت زیادہ زور لگا گئے ہیں مگر آپ تو یہ دعویٰ لے کر اٹھے ہیں کہ بس طریق سنّت
[illegible] منحصر ہے مجلس وجلس کی کوئی قید نہیں۔
[illegible] بڑے عالم تھے مگر اتنے بھی نہیں کہ ان کی ہر بات کو آنکھ بند کرکے مان

لیا جائے۔ انھوں نے اس مسئلہ میں اپنے ہم خیالوں کی گنتی بڑھانے کے لئے … برتی ہے جو ان کے شایان تھی۔ متعدد نام بوگس روایات کے سہارے بھی … گئے ہیں اللہ ان کی خطائے اجتہادی پر انھیں اجر دے۔



ہمارے دوست نے آگے جو عقلی و فکری بحثیں کی ہیں اور مصر وغیرہ کے … فقط سطور بڑھانے کے زمرے میں آتے ہیں۔ تفکر اور بالغ نظری کا مغز ان میں … پیسے پر گفتگو کریں گے تو شیطان کی آنت کا محاورہ صادق آجائے گا اس لئے … ہیں۔ اس کی روشنی میں جو بھی پورا مقالہ پڑھے گا اگر ذی فہم ہوگا تو خود محسوس کرے گا … اور نامعقول کیا۔

آخری مقالہ

آخری مقالہ مولانا حامد علی صاحب (رکنِ جماعتِ اسلامی ہند) کا ہے … چکے ہیں کہ وہ بھی ہمارے بے تکلف دوستوں میں ہیں۔ اب اپنی … ہی سے ردّ وقدح کرنی پڑ رہی ہے۔ یہ مقالہ خاصا طویل ہے … زندگی … ہوا۔ لیکن اس کی طوالت کی وجہ دلائل کی کثرت اور مواد کی فراوانی نہیں بلکہ … علماء کی جن عبارتوں پر بحث کی ہے انھیں ترجمہ سمیت نقل کرتے چلے گئے ہیں … بہت گھر گئی ہے۔ کئی جگہ تو مسلسل دو تین صفحات تک نقل ہی چلی جاتی ہے … ریمارک بس چند سطروں کا ہے۔ ہم یہ تو تسلیم کریں گے کہ ہمارے محترم دوست … کی تصنیف میں روشنائی اور کاغذ اور وقت کافی صرف کیا ہے لیکن تحقیق … بس اتنا ہی کافی نہیں بلکہ بعض اور اہم ترین عناصر و اوصاف بھی محقق ہیں … ثبوت اس مقالے نے فراہم نہیں کیا۔ ان عناصر میں سے ایک عنصر ہے … تحقیق مسئلے میں بے لوث و بے لاگ ہونا۔ پہلے سے پسند کی ہوئی کسی رائے … ہو تو پھر تحقیق کہاں اور اجتہاد کیسا؟

دوسرا عنصر ہے ان فنون کا شایانِ شان علم جن سے واقفیت …

… کی ضعف وقوت کی بحث ہو تو فنِ روایت اور علم الحدیث کے اصول مبانی … ورنہ سوائے کج بحثی کے کوئی کارنامہ انجام نہ پائے گا۔

… عدم موجودگی کا اندازہ قارئین پچھلی صحبت میں بھی کر چکے ہیں اور آج کی صحبت میں … آدمی نقل میں بڑی ذمہ داری سے کام لیتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے دوست … داری کا مظاہرہ نہ کر سکے۔

… معاملہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے موقف کے خلاف جانے والی چند احادیث … کیا مگر انتہائی سطحی اور غیر فنی جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہ فن انھوں نے کبھی … اندازہ ہی نہیں کہ اس فن کا میدان کتنا سنگلاخ، کتنا پُر پیچ اور کس قدر … ایک … ڈرا دریا ہیں صرف وہ صلاحیتیں لے کر کود پڑے ہیں جو کسی پایاب ندی کے لئے موزوں ہو سکتی ہیں۔

… وہ رائے زنی کئے بغیر ہم بقدر ضرورت ان کے انتقادات کا جائزہ پیش … ہم کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ وہ فنِ حدیث سے اپنی واقفیت کا ثبوت …

… پر انھوں نے بیہقیؒ، طبرانیؒ اور دارقطنیؒ سے ایک روایت نقل کی جو … ہے کہ ایک وقت میں دی ہوئی تین طلاقوں کے بارے میں خود … واضح ارشاد اور فتویٰ یہ ہے کہ وہ تینوں واقع ہو جاتی ہیں اگرچہ دینے …

… ہے کہ انھوں نے تردید کے مقصد سے نقل کی۔ لیکن تردید میں جو کچھ ارشاد … ہے کہ ہم نے ان کے بارے میں جس رائے کا اظہار کیا وہ غلط نہیں ہے … تو ملاحظہ فرمائیں:

… کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہ ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت … حضورؐ کو علم ہوا تو ناراض ہوئے اور ابن عمرؓ سے فرمایا کہ اے ابن عمرؓ! … الگ طہروں میں (یعنی جس زمانے میں عورت کو حیض نہ آ رہا ہو) طلاقیں دو۔ … تمھیں اس دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لینا چاہئے۔ ابن عمرؓ اس پر … اللہ کے رسولؐ! اگر میں نے تین طلاقیں دے دی ہوتیں تو کیا پھر بھی رجوع

کرسکتا تھا؟ حضورؐ جواب دیتے ہیں۔ نہیں، تب وہ تم سے جدا ہو جاتی اور تم گنا...

اس حدیث کو نقل کرکے ہمارے دوست ایک یہ تعریض فرماتے ہیں کہ...
سوال میں جو یہ کہا ہے کہ "اگر میں تین طلاقیں دے دیتا" تو اس فقرے...
کہ ان کی مراد ایک وقت میں تین طلاق ہو بلکہ یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ مختلف اوقا...
لہٰذا یہ ثابت نہیں ہوا کہ حضورؐ نے ایک ہی وقت کی تین طلاقوں کے تین ہو...
ہو ——————— ہم کیا کہیں۔ زبان و کلام پر دسترس ر...
خود ہی انصاف فرمائیں کیا یہ تعریض صریح طور پر یہ نہیں بتا رہی ہے کہ مولانا...
ایک سیدھی سادھی بات کو توڑ مروڑ رہے ہیں تاکہ سچائی غبار آلود ہو جائے۔...
میں دی جانے والی طلاقوں کا تین ہونا تو قرآن سے معلوم ہی ہو چکا۔ پھر ...
قرآن کے بارے میں سوال کیوں کرتا۔ مکالمہ اور سیاق و سباق آپ کے...
ایک ہی وقت میں ایک طلاق دی تھی جو موضوعِ گفتگو ہے۔ اسی سے رجوع کر...
رسولؐ دے رہے ہیں۔ اس وقت اگر ابنِ عمرؓ دفعتاً یہ سوال کرتے ہیں کہ "ا...
اگر میں تین دے دیتا تو کیا پھر بھی رجوع کر سکتا تھا؟" ——— تو کون ہوشمند...
کر سکے کہ ابنِ عمرؓ کا مطلب کیا تھا۔ دو اور دو چار کی طرح ان کے سوال کا یہ مطلب...
میں اسی حالتِ حیض میں بجائے ایک کے تین دے ڈالتا تب کیا ہوتا؟

اس مطلب میں ذرا بھی اجمال و ابہام نہیں۔ لیکن ہمارے دوست فرما...
صریح نہیں ہے! کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ وہ قصداً ایک صریح بات کو مبہم...
حدیث کو مبہم بنا دینا چاہتے ہیں؟

پھر انھوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر فقرے کو غیر صریح بھی مان لیں تب بھی...
جو صریح ماننے کی صورت میں نکلتا ہے۔ یوں کہ حضورؐ نے لوٹ کر یہ تو دریافت...
ابنِ عمرؓ تین طلاق سے تمھاری کیا مراد ہے۔ آیا ایک وقت کی تین طلاقیں یا متف...
تین طلاقیں"؟" ——————— دریافت کئے بغیر برملا یہ فرما دینا" اگر تین...
بیوی تم سے جدا ہو جاتی"؛ ثابت کرتا ہے کہ تین طلاقیں ہر صورت میں پڑ جاتی ہیں...
میں دی جائیں یا مختلف وقتوں میں۔ نیز مولانا نے یہ بھی نہ سوچا کہ سوال اگر متف...
تین طلاقوں کا امکان لئے ہوئے ہوتا تو حضورؐ یوں کیوں فرماتے کہ وتکو...

...پڑ جائیں مگر تمھارا یہ فعل فعلِ گناہ ہوتا، تین جداگانہ اوقات میں طریق سنت سے
...وجائز ہے گناہ کیا معنی۔ ——— حضورؐ کا یہ ارشاد اعلانیہ بتا رہا ہے کہ
...ہی وقت کی تین طلاقوں سے متعلق تھا اور حضورؐ نے بھی اس کا واحد مطلب
...کر جواب دیا تھا۔

...اتنی قطعیت کے ساتھ جو مفہوم ثابت ہو رہا ہے اسے بھی ہمارے دوست
...شک اور احتمال کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو غیر جانبداری، بے لوثی اور
...بھائیں گے!

...پہلو کی طرف۔ اس حدیث کے سلسلۂ سند میں ایک راوی ہیں ———
...کے بارے میں موصوف فرماتے ہیں ——— "انھیں محدثین نے ضعیف

...کر انھوں نے سمجھ لیا کہ شعیبؒ کا کام تمام ہوا۔ وہ پایۂ اعتبار سے گر گئے۔ لطف
...کوئی تحقیق کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا کہ کون سے محدثین ذکب کہاں شعیبؒ کو
...اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں:۔

...حدیث کی سند میں عطار خراسانیؒ بھی ہیں جنھیں امام بخاریؒ
...اور ابن حبانؒ نے ضعیف قرار دیا ہے اور سعید بن مسیبؒ نے
...ہیں جھوٹا کہا ہے۔"

...نہیں کہ صدیوں قبل کی یہ آرا انھوں نے کہاں پائیں۔ عوام تو عوام —
...نام ہی کے خواص رہ گئے ہیں۔ وہ بے چارے مغالطہ کھا جائیں گے
...ضعیف ہے جبکہ اس کے دو دو راوی ایسے خراب ہیں۔ لیکن الحمدللہ! ہم
...گئے جو ایسے مغالطوں کی پردہ دری کر سکتے ہیں۔

...دوست نے اپنی تحقیق سے کچھ نہیں کہا بلکہ یہ حافظ ابنِ قیمؒ کے
...بہتیرے بندگانِ خدا یہ تصور کرتے ہوئے نقل کر دیتے ہیں کہ ابنِ قیمؒ
...بھلا غلط کیسے ہو سکتا ہے۔ ان ناقلین کو یہ تو خبر نہیں ہوتی کہ علم الحدیث
...اہلِ علم ہے۔ نہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ابنِ قیمؒ سے بھی زیادہ علم و خبر اور فہم و تفقہ
...افرادِ امتِ محمدیؐ کی صفوں میں پائے جاتے رہے ہیں۔ بس نقل کیا اور

خوش ہوگئے۔ کہ بازی جیت لی۔ ہمارے دوست نے بھی یا تو ابنِ قیمؒ کی کسی [illegible] پھر کسی اور جگہ سے یہ ریمارکس نقل کر دیئے ہیں اور یہ ضرورت نہیں سمجھی کہ جب [illegible] تصنیف کرنے جا رہے ہیں تو خود بھی زحمت فرما کر ان معروف کتب فن کو دیکھ [illegible] اطلاع ملتی ہے کہ راویوں کے ضعف و قوت کا صحیح معیار کیا ہے۔

قارئین ہمیں معاف فرمائیں۔ حقیقتِ حال واضح کرنے کے لئے ہمیں [illegible] کرنی ہوگی۔ گرانیِ طبع کے باوجود وہ اسے پڑھ لیں تاکہ کم از کم اتنا تو ان کے [illegible] جائے کہ کسی بھی رائے اور مسلک کے دلائلِ ظاہر میں خواہ کیسے ہی علمی و تحقیقی نظر آ[illegible] لیکن نقد کی کسوٹی پر پرکھے بغیر انھیں حرفِ آخر نہیں سمجھ لینا چاہئے۔

راوی شعیب بن زریقؒ

پہلی بات جو مولانا حامد علی صاحب کے بھی اور جملہ قارئین کے بھی سمجھ لینے کی [illegible] نقل کر دینا یا اس کے مطالب سمجھا دینا الگ بات ہے۔ مگر سند اور راویوں کی [illegible] فن ہے۔ اس فن کے ماہرین معلوم و معروف ہیں انھیں ائمۂ اصول کہا جاتا [illegible] حافظ ابن الصلاحؒ شمس الدین سخاویؒ۔ احمد عبداللہ بن عدیؒ۔ حافظ ذہبیؒ۔ حافظ ا[illegible] وغیرہا۔ جب نقد کا تعلق سند اور راویوں سے ہو تو فنِ حدیث کا جاننے والا انھی [illegible] کتابوں سے دلائل لائے گا۔ عام محدثین اس معاملہ میں کافی نہ ہوں گے۔

اس اصول کی روشنی میں ہمارے دوست کا یہ کہنا کہ محدثین نے شعیبؒ کو ضعیف [illegible] بجائے خود ایک غیر فنی ریمارک ہے۔ پھر جب تحقیق کیجئے تو معلوم ہوگا کہ یہ اعتبار [illegible] نہیں ہے۔

ہم اپنے محترم دوست کو یقین دلاتے ہیں کہ معروف محدثین میں گنتی [illegible] ایسے نہیں پائے جاتے جنھوں نے شعیب بن زریقؒ کو ناقابلِ اعتماد راوی قرا[illegible] جہاں سے بھی یہ بات نقل کی ہے دھوکا کھایا ہے۔ حق پسندی اور انصاف [illegible] آپ اور جو بھی لوگ ہماری درج ذیل توضیحات کا مطالعہ فرمائیں گے مطمئن ہو [illegible] غلط نہیں کہا۔

پہلی بات تو سمجھ لینے کی یہ ہے کہ کسی راوی کے سلسلہ میں محدثین کا کلام [illegible]

[illegible] ہی نہیں جو وضاحت کے بغیر نتیجہ خیز ثابت ہو سکے۔ دیکھنا یہ ہوگا کہ وہ محدثین [illegible] و تعدیل کے فن میں ان کا کیا مقام ہے؟ انھوں نے کیا الفاظ استعمال فرمائے [illegible] ان الفاظ کا کیا مطلب لیتے اور کیا درجہ متعین کرتے ہیں۔ آپ کو غالباً علم ہوگا کہ [illegible] جیسی کتب صحیحہ کے سیکڑوں راویوں پر کیا گیا ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ [illegible] وصلحاء کے خلاف جرحیں اور الزامات منقول ہیں تو کیا اسی بناء پر یہ [illegible] اعتبار ٹھیر جائیں گے اور بخاری و مسلم کا اعتماد ختم ہو جائے گا؟

[illegible] کو بتائیں حقیقت حال کیا ہے۔

[illegible] کے بعد پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ راویوں کی حیثیت متعین کرنے کے سلسلہ میں مسلمہ [illegible] جاتے ہیں ان میں کوئی بھی نہیں جس نے شعیبؒ کو راوی ضعیف قرار دیا ہو۔ [illegible] نام فقط ابوالفتح ازدی کا ملتا ہے تو یہ صاحب نہ تو مسلمہ اساتذۂ فن میں [illegible] ان کا کوئی امتیازی مقام ہے۔ نہ انھوں نے شعیبؒ پر کوئی ایسی جرح کی ہے [illegible] خالی ہو۔

[illegible] شاید تعجب ہوگا کہ ابوالفتح تو خود ماہرینِ فن کی نگاہ میں ضعیف ہیں۔ ان کی روش سے [illegible] نہیں اور ان کے بارے میں یہ شکایت کی جاتی ہے کہ ثقہ راویوں کی [illegible] روایتیں بیان کرنے میں انھیں تامل نہیں۔ ہم بخوفِ طوالت فقط دو... [illegible] ان کے بارے میں پیش کر دیں۔ حافظ ذہبیؒ ہم سب کے نزدیک فنّ [illegible] ماہرین میں شامل ہیں۔ وہ اپنی میزان الاعتدال میں ان ابوالفتح کے بارے میں [illegible]

[illegible] الجرح ولہ مصنف [illegible] فی المجروحین [illegible] خلقا بنفسہ [illegible] احد الی التکلم فیھم [illegible] فیہ (جلد ۱ ص۲)	جرح و عیب نکال کر ثقاہت سے گرانے میں ابوالفتح بڑے فضول خرچ واقع ہوئے ہیں۔ انھوں نے مجروحین کے سلسلہ میں ایک بہت ہی ضخیم کتاب بھی لکھی ہے جس میں پیٹ بھر کے جرحیں جمع کر دی ہیں اور ایسے ایسے لوگوں کو مجروح

[illegible] کے بارے میں ان سے قبل کسی نے بھی کلام نہیں کیا حالانکہ یہ ابوالفتح تو خود ہی

دیکھا آپ نے کیا فرما رہے ہیں علامہ شمس الدین ذہبیؒ۔ اب دوسرے
ابن حجرؒ سے دریافت کیجئے ان کا جواب آپ کو فتح الباری شرحِ بخاری کے مقدمے
اس مقدمے کو صفحہ ۴۵۳ سے لے کر صفحہ ۴۶۷ تک پڑھنے کی زحمت گوارا فرمائیں
چار جگہ ابنِ حجرؒ کی یہ وضاحت مل جائے گی کہ ابوالفتح ازدی اعتماد کے قابل نہیں
قابلِ اعتماد نہیں سمجھنا چاہیے۔ اہل نظر ان پر بھروسہ نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ وہ فرما
ابوالفتح خود ضعیف ہیں بھلا وہ کسی ثقہ کو ضعیف کہدیں تو اس کی کیا اہمیت ہو سکتی
پر ابنِ حجرؒ کے الفاظ یہ ہیں والازدی قد ردناہ انہ لایعتد بہ اور
ان کے بارے میں ہم بتاتے ہی آرہے ہیں کہ وہ اہمیت دیئے جانے کے قابل
یہ بھی سن لیجئے کہ امام بخاریؒ شعیبؒ کو لائقِ اعتماد مانتے ہیں اور ابنِ حجرؒ دراصل ان کی
ابوالفتح کی قرارِ واقعی حیثیت منکشف کر رہے ہیں۔

یہ ہے ابوالفتح کا مقامِ جرح کے معاملہ میں۔

اس کے بعد یہ بھی دیکھئے کہ شعیبؒ کے بارے میں ان کی جرح ہے کیا
بس اتنا کہا ہے کہ شعیبؒ لین الحدیث ہیں یا فِیْہِ لَین یعنی ان میں کچھ
تو ہمارے دوست مولانا حامد علی سماعت فرمائیں کہ جرح کے یہ الفاظ بہت ہی
ہیں اور بعض اوقات تو یہ جرح کے الفاظ سمجھے ہی نہیں جاتے۔ زیادہ نہیں اس
چند حوالوں پر اکتفا کریں گے۔

علامہ سیوطیؒ تدریب الراوی شرح تقریب النوادی میں فرماتے ہیں کہ
ہے تو جرح مگر ایسی جو تعدیل کے قریب ہے۔ جس راوی کے بارے میں یہ الفاظ
کیا گیا ہو اس کی روایت لکھی بھی جائیں گی اور ان روایات پر نگاہِ اعتبار بھی ڈالی جائے گی
امام دار قطنیؒ کا قول سیوطیؒ کی تدریب میں، سخاویؒ کی فتح المستغیث میں اور
کی الرفع والتکمیل میں یہ نقل ہوا ہے کہ جب میں یوں کہوں کہ فلاں شخص لین الحدیث
یہ مطلب نہیں ہوگا کہ وہ شخص ساقط الاعتبار یا متروک الحدیث ہے بلکہ یہ مطلب
کوئی ایسی معمولی جرح کی گئی ہے جس کی وجہ سے اس کی صداقت و عدالت ختم نہیں
دارِ قطنیؒ شعیب کو ثقہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ حافظ ذہبیؒ نے میزان میں نقل کیا
حاصل یہ نکلا کہ راوی شعیب بن زریقؒ کے بارے میں محدثین نے نہیں

اور بہ اعتبار فن ناپسندیدہ شخصیت ہیں۔ نیز ان کا کلام بھی فن کے
جو کسی راوی کو پایۂ ثقاہت سے گرا دے حالانکہ مبہم کلام اور جرح اگر
جیسا کہ ابھی ہم دوسرے راوی عطاء خراسانیؒ پر گفتگو کرتے ہوئے تھوڑی

اگر ہم یہ اعتراف نہ کرلیں کہ شعیبؒ پر جرح امام ابن حزمؒ نے بھی کی ہے
نہیں رکھتی کیوں کہ ابن حزمؒ بہ حیثیت مجموعی خواہ کتنے ہی بڑے عالم ہوں
وتعدیل کے ائمہ و اساتذہ میں نہیں۔ علاوہ ازیں ان کے مزاج میں بڑی تندی
ہے۔ ان کی تصانیف جس نے بھی پڑھی ہیں جانتا ہے کہ انھوں نے ...
نا واقفیت کی بناء پر ایسے ایسے اکابر کو غیر ثقہ ٹھیرا دیا ہے جن کی ثقاہت پر
۔ حافظ سخاویؒ اور حافظ ذہبیؒ فتح المغیث اور تذکرۃ الحفاظ میں انکی بے احتیاطی پر
ہیں۔ انھوں نے جن معروف شخصیتوں کو مجہول قرار دے ڈالا ہے انمیں سے

جامع امام ابو عیسٰی ترمذیؒ[1] سنن ابن ماجہ کے جامع امامؒ ابن ماجہؒ۔[2]
اسماعیل بن محمد الصفارؒ ابو العباس الاصمؒ۔
ابن ماجہ شریف تو شاید ان کی نظر سے گذری ہی نہیں تھیں جس کا سراغ
ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ (ص۱۵۳) میں ذکر کیا ہے کہ ابنِ حزم سے کسی نے
کے بارے میں سوال کیا تو جواب میں انھوں نے تقریبًا چالیس کتابوں کے
ابن ماجہ کے نام نہیں ہیں۔
اپنی کتاب "التعلیق الممجد علیٰ موطا الامام محمدؒ" (ص۱۶) میں تحریر فرمایا
کتاب "سیر النبلاء" میں ابنِ حزمؒ کے حالات لکھتے ہوئے حدیث
بارے میں ان کی رائے ذکر فرمائی ہے۔ جس کا جی چاہے فہرست دیکھ لے
ان پر جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ کا نام نہیں آیا۔ لہٰذا ان دو بزرگ
نا واقفیت ہی کی بنا پر تھا لیکن باقی مذکورہ حضرات سے بھی وہ ناواقف
اسماء الرجال کے فن میں ان کی قلتِ مطالعہ کا گمان گذرتا ہے۔
جرح اور تضعیف بھی لائقِ التفات نہیں ہے۔ یہ تو اساتذہ کی شہادتوں کا

رُخ ہوا۔

اب آیئے براہِ راست فن کے رُخ سے بھی گفتگو کرلیں۔

ابن حزم ہوں یا ابوالفتح یہ تو آپ کے سامنے ہی ہے کہ ان دونوں کی ...
نہیں۔ اور مبہم جرحوں کا ناقابلِ حجت ہونا اہلِ فن کا مسلمہ اصول ہے۔ اس کی بہت ...
دیکھنی ہو وہ تجلی کا " خلافت وملوکیت نمبر" حصہ دوم دیکھ لے۔ مکمل حوالوں ...
ائمۂ فن کی شہادتیں مل جائیں گی۔ یہاں صرف **الرفع والتکمیل** کے ...
ایک فقرہ نقل ہے:۔

واما الجرح فانه لایقبل الا مفسراً مبین السبب الجرح (ص) ایسی جرح لائق قبول نہ ہوگی ... سبب جرح کی صراحت نہ کی گئی ...

حافظ ابن ہمامؒ نے " تحریر الاصول" میں بخاریؒ و مسلمؒ سے اکابر محدثین کا نام ...
قائلین میں شمار کرایا ہے جو کہتے ہیں کہ **لایقبل الجرح الا مبینا** (وہی جرح لائق قبول ...
یہ وضاحت کی گئی ہو کہ سبب جرح کیا ہے۔)

ابن صلاحؒ، خطیب بغدادیؒ، امام ابوداؤدؒ، دقیق العیدؒ، زین الدین عراقی ...
بزدویؒ، اتقانیؒ، صدر الشریعہ عبیدُ اللہ بن مسعودؒ، ابن قطلوبغاؒ، عبدالعزیز بخاری ...
(مرآۃ الاصول اور اس کی شرح مرقاۃ الاصول کے مصنف) شیخ الاسلام زکریا ...
اور نہ جانے کتنے اصحابِ فن اس اصول کو شدومد سے بیان کرچکے ہیں۔ (تجلی کے ...
آپ ہر ایک کا قول مع مکمل حوالوں کے دیکھ سکتے ہیں)

جب یہ بات ہے تو سوائے ناواقفِ فن کے کون ایسی تضعیف کو قابلِ ...
سکتا ہے۔ جیسے ہمارے دوست مولانا حامد علی نے نہ صرف قابلِ التفات ...
بُرہانِ قاطع تصور فرمالیا کہ مجرد اسی کی بنا پر اعلان کردیا کہ شعیبؒ ناقابلِ اعتبار ہیں ...
میزان الاعتدال جیسی سہلُ الحصُول کتبِ فن میں بھی دیکھا جاسکتا تھا کہ شعیب ...
ہے اور کیا گیا ہے۔

راوی عطا خراسانیؒ

اس راوی کو ضعیف قرار دینے کے سلسلے میں ہمارے دوست ...

... انھوں نے یہ نقل کہاں سے کی۔ جہاں سے بھی کی ہو وہ ناواقفِ فن ہونیکی
... اب بھلا اس راوی کے معتبر ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ حقیقت
...

... بہت بڑے محدث ہیں لیکن معصوم بہرحال نہ تھے۔ ان سے رجال و
... لغزشیں ہوئی ہیں جن کو تمام اہلِ علم جانتے ہیں۔ مثلاً وہ امام ابوحنیفہؒ
... اور ان کے نام کی کوئی روایت اپنی صحیح بخاری میں نہیں لیتے یہ ان کی
... احناف ہی نے نہیں امام بخاریؒ کے ہم مسلکوں نے بھی بھول ہی تصور کیا ہے
... کے سوا کوئی اس رائے کو ادنیٰ توجہ کا مستحق نہیں سمجھتا۔ (کسی کو تفصیلات
... خلافت و ملوکیت نمبر ہر سہ حصہ دیکھ لے۔)

... عطا خراسانیؒ کو قابلِ ترک قرار دیا ہمیں تسلیم، لیکن اس رائے کے غلط
... ہے کہ ان کے لائق شاگرد اور فن اسماء الرجال کے ماہر امام ترمذیؒ نے
... اتفاق نہیں کیا ہے وہ اپنی کتاب العِلَل میں لکھتے ہیں کہ عطا خراسانی
... سے معمر اور امام مالکؒ جیسے ثقہ بزرگوں نے روایت لی ہے۔ اور
... سوائے بخاریؒ کے کسی ماہرِ فن استاد کو نہیں جانتا جس نے عطا خراسانیؒ کے
... کہا ہو (تصدیق حافظ ذہبیؒ کی میزان سے کرلی جائے)

... سے گہری عقیدت رکھنے والا ایک ذی بصیرت اور وسیع العلم شاگرد
... نہیں کرتا کہ استاذ کی شانِ علمی پر حرف نہ آنے دے اور آخری ممکن حد
... کرے؟ ـــــ اگر یہ بھی پوری تحقیق و تدقیق کے بعد حمایت سے
... کرتا ہے کہ استاد کی فلاں رائے دلیل کی قوت سے محروم ہے تو اس
... قابلِ قبول ہونے کا ثبوت اور کیا ہوگا۔ یہی امام ترمذیؒ اپنی جامع ترمذی
... کو حدیثِ حسن قرار دیتے ہیں جس کی سند میں شعیب بن رزیقؒ بھی ہیں
... ہے کہ حدیثِ حسن کا کوئی راوی اصطلاحاً " ضعیف " نہیں ہوا کرتا۔
... ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ رجالہ لاباس بہم
... جن پر اعتماد میں کوئی مضائقہ نہیں) اور اس کی سند میں عطا خراسانیؒ

موجود ہیں۔ (ص ۳۴۷)

نیز ایک اور حدیث کے سلسلے میں رقم طراز ہیں کہ " اُسے ابنِ حبانؒ نے
اس کی سند میں بھی عطاءؒ کا نام ہے اور جیسا کہ آگے ہم بتائیں گے ابنِ حبانؒ اُن
اور متشدد) ائمہ میں ہیں جن کی جرح تو آسانی سے قبول نہیں کی جاتی البتہ تعدیل بہ آسانی
ہے کیوں کہ وہ جس کی تعدیل کریں سمجھو کوئی معمولی عیب بھی اس میں انھیں نہ مل سکا۔
عطاء خراسانیؒ پر مشتمل سند کو ان کا صحیح قرار دینا کافی اہمیت کا حامل ہے۔

نیز ابن حجرؒ کی فتح الباری شرح بخاری میں حضرت ابنِ عمرؓ کی طلاق والی یہی
جس کے ایک ٹکڑے کو ہمارے دوست ساقط الاعتبار قرار دے رہے ہیں۔
عطا خراسانیؒ بھی ہیں اور ابنِ حجرؒ نے اس سے حجت پکڑتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ
طلاق دی تھی جس سے حضورؐ نے رجوع کا حکم دیا۔ تین نہیں دی تھیں۔ ابن حجرؒ کا حجت پکڑنا
اس پر دلالت کرتا ہے کہ عطاء خراسانیؒ اُن کے نزدیک قابلِ اعتماد ہیں۔ مزید یہ کہ
میں وہی یہ وضاحت بھی کرچکے ہیں کہ اپنی اس شرح بخاری میں ہم جو حدیث ذکر کریں گے
یا کم سے کم حسن۔ عطاءؒ ضعیف ہوں تو حدیث کے صحیح یا حسن رہ جانے کا کیا سوال

اس تفصیل سے ہر انصاف پسند یہ اندازہ کرسکتا ہے کہ عطاءؒ کو امام بخاریؒ کا
دینا اربابِ فن کے یہاں مقبول نہیں ہوا نہ امام بخاریؒ سے کوئی ایسی تفصیل منقول
روشنی میں یہ سمجھا جائے کہ ان کی رائے گہری واقفیت پر مبنی تھی۔ ناواقفیت اور غلط
وہ امام ابوحنیفہؒ جیسے جبلِ علم و تقویٰ کی تحقیر کرسکتے ہیں تو کسی اور کے معاملے میں بھی
اور غلط فہمی ممکن ہے۔

اب آیئے اس ریمارک کی طرف کہ سعید بن المسیبؒ نے عطاءؒ کو جھوٹا کہا
اللہ تعالیٰ معاف کرے ان لوگوں کو جنھوں نے اصل واقعے کو سمجھے بغیر
مروڑ کے اس طرح کی بات قلم سے نکالی اور ہمارے دوست مولانا حامد علی جیسے
میں مبتلا کیا۔ اصل واقعہ ہمارے دوست بھی سنیں اور جملہ اہلِ انصاف بھی۔

ایک راوی ہیں قاسم بن عاصمؒ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیبؒ سے
عطاء خراسانیؒ نے آپ کے واسطے سے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ایک شخص
بحالتِ روزہ بیوی سے صحبت کرلی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کفارہ

بولے کہ عطاءؒ نے غلط کہا مجھے تو یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
صدقہ کرنے کی ہدایت کی تھی (تصدق تصدق۔ صدقہ کر صدقہ کر۔ تاریخ صغیر)
اصل الفاظ ہیں کذب عطاء ہم نے اس کا وہ ترجمہ کیا ہے جو اہلِ عرب
ناواقف یا پھر دیدہ و دانستہ خیانت برتنے والوں نے اس کا ترجمہ کیا "عطاء

کذب کے معنیٰ جھوٹ ہی کے ہیں۔ لیکن کیا یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ اعتبار
کر لُغت کا۔ " فلاں شخص کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے"۔ کا مطلب
واقعی اس نے طوطے پال رکھے تھے۔
فہرست تو نہیں ہے لیکن رواں دواں بھی متعدد دلائل اس کے پیش کر ہی
کا مقصد عطاءؒ کو جھوٹا قرار دینا نہیں تھا بلکہ مراد یہ تھی کہ ان سے غلطی ہوئی

مطلب ہے کہ خود اُردو محاورے کے مطابق بھی ہم اگر کسی خاص معاملے یا
کہیں کہ فلاں شخص نے جھوٹ بولا۔ تو ہمیشہ ہمارا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ شخص
" فلاں شخص جھوٹا ہے"۔ یہ غیر مقید جملہ اس وقت بولتے ہیں جب
جھوٹ بولنے کی ہو۔ اس میں محاورۃً کثرت کا پہلو موجود ہے جب کہ کبھی
بار کسی کو جھوٹا کہدینا یہ پہلو نہیں رکھتا۔
بول چال کا تعلق ہے لفظ کِذب بارہا ایسی خطا کے لئے استعمال
سہو و نسیان یا غلط فہمی وغیرہ سے ہو۔ نہ کہ غلط بیانی سے۔ اس کے متعدد

تہذیب الراوی میں لکھتے ہیں یحتمل الغلط کقولہ کذب ابومحمد (ص ۱۱)
احتمال رکھتا ہے کہ بجائے دروغ گوئی کے اسے غلطی کے معنی میں لے لیا
کہیں کہ کذب ابومحمد تو اس کا استعمال اس وقت بھی ہوسکتا ہے جب
فکری خطا کی ہو۔
مقدمہ فتح الباری میں اسی ابنِ مسیبؒ والی بات کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ
عطاءؒ کو جھوٹا قرار دینا نہ تھا بلکہ اہلِ مدینہ میں یہ محاورہ عام ہے کہ غلطی یا بھول

چوک کے لئے لفظ کِذب بول دیتے ہیں۔

(۳) ابن حجرؒ مقدمہ ہی میں ابنِ حبّانؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اہل ...

کَذِبَ فُلَانٌ بول دیتے ہیں۔ جب ان کی مراد یہ ہو کہ اَخطَاءَ فُلَانٌ (یعنی فلاں ...

(۴) یہی ابنِ مسیّبؒ ایک سے زائد بار حضرت عکرمہؓ کے بارے میں بھی ...

کر چکے ہیں۔ ایک بار تو یوں بھی کہا کہ کذب عکرمۃ علی ابن عباسؓ (عکرمہ نے ...

پر جھوٹ بولا) لیکن تمام اہلِ علم جانتے ہیں کہ حضرت عکرمہؓ ثقہ ترین راوی ...

وغیرہ میں ان کی روایات موجود ہیں۔ حالاں کہ ابنِ مسیّبؒ جیسا جلیل القدر تابعی ...

"جھوٹا" قرار دیتا تو اسے اربابِ فن نظر انداز نہیں کر سکتے تھے اور عکرمہؓ کی ثقاہت ...

تھی۔ اربابِ فن جانتے تھے کہ کذب سے مراد غلطی یا سہو و نسیان ہے اور کسی ...

یا سہو و نسیان کا شکار ہو جانا اس کی ثقاہت میں فرق نہیں ڈالتا۔

(۵) سالمؒ نے حضرت نافعؒ کے بارے میں بھی یہی الفاظ استعمال کئے ...

اہلِ فن کے یہاں مجروح نہیں ہوئی۔

(۶) ابن حجرؒ "نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر" میں قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر ...

سے ایک حدیث نقل کرتا ہے اور یہ استاذ اس حدیث کے سلسلہ میں دوسرے ...

کہتا ہے کہ کَذِبَ عَلَیَّ (اس شاگرد نے مجھ پر جھوٹ بولا) میں نے تو یوں نہیں ...

بیان کی تھی تو نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ یہ حدیث رد کر دی جائے گی کیوں کہ یہاں ...

نہ ہو سکا کہ کس سے غلطی ہوئی ہے۔ آیا اس شاگرد سے جس کی یہ استاذ تردید کر ...

سے جو استاد کی یہ تردید نقل کر رہا ہے۔ جب تعین نہ ہو سکا تو تعارض کی بنا پر ...

حجت ہو جائے گی مگر ان دونوں شاگردوں کی ثقاہت میں فرق نہ آئے گا۔

(۷) امام نوویؒ اپنی تقریب النواوی میں اسی شکل پر گفتگو کرتے ہوئے ...

روایت کے سلسلہ میں شیخ نے شاگرد کی تردید و تغلیط کی ہے اس کے علاوہ اس ...

اس کا اثر نہ پڑے گا کیونکہ شیخ کی ایسی تغلیط ایک وقتی اور محدود بھول چوک ...

یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ اس شاگرد کو ساقط الاعتبار قرار دے رہا ہے۔

(۸) بخاری و مسلم میں متعدد قوی و صحیح سندوں سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ...

لم یکذب ابراھیم الا ثلث کذبات (ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام) ...

... نے اسی لفظ کِذب سے لرز کر یہ بھی کہدیا کہ ہم اس حدیث کو نہیں مانتے ... پیغمبر کے دامنِ صدق پر جھوٹ کا مکروہ دھبہ آتا ہے۔ مگر کہہ دینے سے ... تو غلط نہیں ہو سکتی۔ روایت اپنی جگہ پوری طرح قابلِ اعتماد ہے مگر اردو کے ... کا تاثر ذہنوں پر مرتسم ہے وہی چوں کہ لفظ کِذب سے اُبھر آتا ہے۔ ... عام کو نظر انداز کر دیا گیا حالانکہ حدیث میں جن تین "کذبات" کی تفصیل ... دو تو وہی ہیں جو قرآن میں وارد ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابراہیمؑ نے ... جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ کس نے کیا تو آپ نے جواب دیا بڑے بُت نے ... آپ کو میلے میں لے جانا چاہا تو آپ نے عذر کر دیا کہ میری طبیعت ٹھیک ... کی وجہ کچھ اور تھی۔

... کیا ان دونوں واقعات میں سچ مچ وہی چیز پائی جاتی ہے جسے اُردو میں ... ظاہر ہے کہ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اس سے معلوم ... کسی کی طرف کرنے کا لازمی مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اسے جھوٹا قرار دیا جا رہا ہے ... مسلّم طور پر ایک عابد و زاہد عالم تھے۔ جو لوگ انھیں راوی ضعیف قرار دینے ... نہیں کہہ سکتے کہ ان کی صالحیت اور زہد و ورع میں کلام ہے۔ پھر کیا یہ توقع ... جیسا محتاط تابعی ان کی کسی روایتی بھول چوک کو بَرملا جھوٹ اور دروغ ... کسی پر خطائے فکری یا سہو و نسیان کا الزام لگانا تو یقیناً اس کے زہد و تقویٰ پر ... میں جھوٹا اور کاذب کہنا بلا شبہ زہد و تقویٰ پر حملہ ہے۔ یہ حملہ محتاط لوگ تو ... پھر ابنِ مسیّبؒ کو ایسا غیر محتاط کیونکر مان لیں کہ محض ایک لفظ کی نقل و ... پر وہ عطاءؒ جیسے عابد و زاہد کو "جھوٹا" کہہ گذریں۔

... قاسمؒ نے یہ روایت بیان کی ہے وہ تاریخی معلومات کی روشنی میں عطاءؒ سے ... ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ علامہ زرقانیؒ نے ابن عبد البر کا یہ ریمارک اسی ... میں نقل کیا ہے کہ "قاسمؒ جیسے آدمی کی روایت کے ذریعہ بھلا وہ عطاء خراسانیؒ ... جو علم و خبر اور شہرت و عظمت میں ان پر فوقیت رکھتے ہیں۔ گو کہ بخاریؒ نے ... بنا پر ضعفاء کی فہرست میں شامل کر دیا ہے۔ لیکن بخاریؒ کی پیروی اس ...

پھر علّامہ زرقانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ کوئی ثقہ اگر کبھی کسی لفظ کی نقل میں غلطی
غلطی کی حد تک اس پر جرح ہو سکے گی یہ نہیں کہ اس کی باقی روایتوں کو بھی چھوڑ دیا جا
قرار دے دیا جائے گا۔

اگر ابن مسیبؒ نے رمضان والی روایت میں عطاءؒ کو ایک دو لفظ کی نقل
ہو تو اس سے زیرِ بحث طلاق والی روایت پر کیا اثر پڑے گا۔

(۱۱) معلوم ہے کہ رمضان میں بحالتِ روزہ کوئی شخص بیوی سے صحبت کر
محض صدقہ نہیں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا مسلسل دو ماہ کے روز
ظہار" بھی کہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں موجود ہے (سورۂ مجادلہ) پھر بتا
درست کہی تھی یا ابنِ مسیبؒ نے؟ —— ورق اُلٹ کر دیکھئے، عطاء نے
جماع کرنے والے کا کفارہ رسول اللہ ﷺ نے وہی بتایا ہے جو ظہار کا ہے۔

یہ بات اپنی جگہ مطابقِ قرآن تھی۔ لہٰذا یہاں نفسِ حکم کی حد تک تو عطاء
سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پھر کیوں نہ یہ سمجھا جائے کہ قصور نہ ابنِ مسیبؒ کا
بن عاصمؒ ہی کو کوئی مغالطہ لگا ہے۔ تینوں بزرگوں میں سب سے ہلکا درجہ ان کا
کسی ایک کو خطار کار قرار دینا ہی ہو تو کیوں نہ انھیں دیا جائے۔ کیوں نہ
ہی غلط ہے جس کا سہارا لے کر عطاء خراسانیؒ کو ابنِ مسیبؒ کی زبانی "جھوٹا"
غرض عطاء خراسانیؒ کو اس روایت کی آڑ لے کر "جھوٹا" ثابت کر
ہے کہ اگر ہم اپنے دوست مولانا حامد علی کو بقول اقبالؒ: ع

انتہائے سادگی میں کھا گیا مزدور مات

سادگی کا شکار نہ سمجھتے تو کہنا پڑتا کہ انھوں نے بڑا گناہ کیا ہے۔ ہمارا
وہ ہے جس نے دانستہ ایک روایت سے غلط نتائج اخذ کر کے عطاء
البتہ ہمارے دوست کو اب اپنی خطا پر اصرار نہ کرنا چاہیے۔ ورنہ وہ بھی

ہمارے دوست نے عطا خراسانیؒ کی تضعیف میں امام بخاریؒ کا نام لیا
قارئین نے دیکھ لی۔ ابن مسیبؒ والے قول کو بھی دیکھ لیا۔ اب دیکھئے انھوں
لیا تھا۔ نام بغیر حوالے کے لیتے رہیں وہ اور تحقیق میں سر کھپائیں، ہم

میزان اور تہذیب التہذیب جیسی کتب فن میں شعبہ کی جو جرح
ہے میں منقول ہے وہ ایسی نہیں ہے کہ انھیں راویِ ضعیف بنا دے۔
بات یہ ہے کہ شعبہؒ خود عطاءؒ سے روایت لیتے ہیں۔ عطاءؒ میں جو کچھ عیب
ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ کان نسیًا (عطاء بھول جاتے تھے۔ یا
تھے) کوئی بھی شخص جسے زمانۂ تدوینِ حدیث کی قوّتِ حافظہ کا حال معلوم
بات اضافی حیثیت میں کہی گئی ہوگی یعنی عطاءؒ اس درجے کی یادداشت
ن زمانے کے معیارِ عام سے مطابقت رکھتی ہو۔
کے بارے میں اگر یوں کہیں کہ اسے بھول جانے کی عادت ہے تو اس سے
ی اور کیفیت سمجھ میں آتی ہے وہی شعبہ کے الفاظ سے اخذ کر لینا انصاف
یٰ الحافظ بھی شاید اس سے زیادہ بھولتے ہوں جتنا دورِ مذکور کے ضعیفُ
اگر یہ بات نہ ہوتی تو خود شعبہ عطاءؒ سے روایت کیوں قبول کرتے۔ اسی سے
طلب یہ ہرگز نہ تھا کہ عطاءؒ اس قدر ضعیف الحافظ ہیں کہ ان کی کوئی بھی روایت
—— حافظ سخاویؒ فتح المغیث میں نشاندہی کرتے ہیں کہ مشہور
طریقہ سے روایت نہیں کرتے۔
وہ بھی اگر شعبہؒ نے عطاءؒ کا کوئی عیب بیان کیا ہو تو ہمارے دوست
مگر کیسے کریں گے جب کہ بیان کیا ہی نہیں۔

انھوں نے ابنِ حبّان کا لیا ہے۔ کاش ہمارے دوست کو علم ہوتا کہ کسی
کی جرح نظر پڑے تو پہلی فرصت میں یہ تحقیق کرنی چاہیے کہ جرح کرنے والا اساتذۂ
ت رکھتا ہے۔
بعد یہ منقح کیا ہے کہ فلاں فلاں حضرات جرح کے معاملہ میں اعتدال پسند ہیں، فلاں فلاں متساہل اور
جن کو اصطلاحِ فن میں مُتَعَنِّت کہتے ہیں۔ جن لوگوں میں تعنّت (تشدّد اور سخت گیری)
بارے میں اساتذۂ فن نے تنبیہ کی ہے کہ خبردار ان کی جرح قبول مت کرنا۔
انصاف پسند اور معتبر واقفِ حال اس کی تصدیق و موافقت نہ کر رہا ہو۔

متعنّتین کی فہرستیں بھی اساتذہ نے پیش کردی ہیں۔ ہم زیادہ تفصیل میں جا...
عبدالحیؒ لکھنوی کی الرّفع والتّکمیل کے ایقاظ نمبر ۱۹ کی نشاندہی کرتے ہیں...
کرلئے جائیں:

ابوحاتمؒ۔ نسائیؒ۔ ابن معینؒ۔ ابن القطّانؒ یحیٰی القطّانؒ اور ابن ...
بارے میں مولانا لکھنویؒ نے مستند ماہرینِ فن کی رائے کا خلاصہ یہ دیا ہے ک...
ہیں جن کے مزاج میں تعنّت وتشدّد تھا۔ یہ ذرا ذرا سے شوشے نکال نکال کر ...
ہیں ویطلقون علیہ مالا ینبغی اطلاقہ عند اولی الالباب (اور ان...
راوی غریب پر ایسی رائے کا اطلاق کرڈالتے ہیں جس کا اطلاق کوئی ...
کرسکتا) فمثل ھٰذا الجارح توثیقہ معتبر وجرحہ لایعتبر الا اذا وا...
ویعتبر (پس ایسے جارح کی توثیق وتصدیق تو معتبر ہے اور جرح نامعتبر...
دوسرا انصاف پسند اور معتبر آدمی اس جرح سے موافقت نہ کرے)

ابن حبّانؒ نے عطاء خراسانیؒ کے بارے میں جو مخالفانہ رائے ...
طور پر اسی کے سلسلے میں امام فن حافظ ذہبیؒ فِیْہِ نَظَرٌ کے الفاظ لکھتے ہیں...
قبول نہیں کرلینی چاہیے (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۱۹۹)

ان معروضات سے واضح ہے کہ امام مالکؒ کے شیخ عطاء خراسانیؒ کو ضعیف...
زیادتی ہے۔ فن سے بےخبری ہے۔ یہ وہ مستند راوی ہیں جن سے نہ صرف اما...
ابوحنیفہؒ، ثفیانؒ ثوریؒ، معمرؒ اور امام اوزاعیؒ جیسے معروف ومحتاط اکابر...
بلکہ امام نسائیؒ نے جو جرح کے معاملے میں متعنّت سمجھے گئے ہیں (ملاحظہ ہو الرفع وا...
الثانی) ان کے بارے میں فرمایا لاباس بہ (ان میں کوئی خرابی نہیں)۔

لاباس بہ سے کیا مراد ہوتی ہے اس کا بھی کچھ اندازہ الرَّفعُ وَالتّکمیل ...
سے ہر شخص کرسکتا ہے کہ یہ کتاب بآسانی مل جاتی ہے۔ امامِ فن ابن معینؒ فرماتے ہیں...
کسی راوی کے بارے میں یہ الفاظ بولوں تو سمجھو وہ ثقہ ہے۔ ابوزرعہؒ کا بھی ایسا ہی ...
فتح المغیث میں منقول ہے لہٰذا امام نسائیؒ کے قول کا بھی یہی مطلب نکالا جائے گا کہ عطاء...
ثقہ ہیں۔ ہاں بعض متأخرین نے اصطلاح کچھ ایسی قائم کی ہے لاباس بہ ثقا...
نہیں بلکہ بایں معنی بولا جائے کہ راوی غنیمت ہے لیکن نسائیؒ متقدمین میں ہیں۔

...الا انہ ثقۃٌ مُحتَجٌّ بہ (عطاءؒ ثقہ ہیں۔ ان سے حجت پکڑی جاسکتی ہے)
... اور عجلیؒ نے بھی ثقۃٌ فرمایا۔ امام دارِ قطنیؒ نے اپنی رائے ظاہر کی کہ عطاءؒ
... الگ بات ہے کہ انھوں نے ابنِ عباسؓ کو نہیں پایا۔ یعقوب بن شعبہؒ نے
...ے اور اجتہاد میں شہرت رکھتے ہیں۔ امام ترمذیؒ کا قول نقل ہی ہوچکا۔
...ت کو صحیح اور بعض کو حسن قرار دیتے ہیں۔ مسلم ابوداوٗد، ترمذی، نسائی اور —
...ذیں سے فقط بخاریؒ کو چھوڑ کر سب میں عطاءؒ کی روایات موجود ہیں اور ابن حجرؒ بھی
...اق نہیں رکھتے۔ عطاءؒ کے شاگرد شعبہؒ اور امام مالکؒ تو اس درجے میں ہیں کہ
...ایت قبول کرلیں محدّثین کے یہاں وہ ثقہ سمجھ لیا جاتا ہے۔
... دُحَیم بھی ہیں جن کی جرح وتعدیل کتبِ فن میں نقل ہوتی ہے انھوں نے بھی
لاباس بہٖ فرمایا ہے اور ان کی اپنی تصریح یہ ہے کہ یہ الفاظ وہ ثقہ راوی
...اوی نے فَتحُ المُغِیث میں اور مولانا عبدالحیؒ نے اَلرَّفعُ وَالتَّکمِیل

...کی ہے۔

...ار ضرور ہوگا اور خدا گواہ ہے انھیں اذیت پہونچانے میں ہمیں ہرگز کوئی
... رسولؐ کے فنِ شریف کا حق ہم سے یہ کہدینے کا مطالبہ کرتا ہے کہ انھوں نے
...م اور ابنِ قیمؒ وغیرہ کے اعتماد پر بس طوطے کی طرح رٹ دی ہیں سمجھے
...عطاء خراسانیؒ کو راویِ ضعیف قرار دینے کی بات۔ کاش وہ اس سلسلے
... سے آگاہ ہوتے۔

...ی امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور حضرت معمرؒ جیسے جلیل القدر ائمہ کے شیوخ
...امام لوگ واقف نہیں کیا ابوحنیفہؒ ومالکؒ سے بھی واقف نہیں۔ کیا پڑھے لکھے
...کہ امام مالکؒ کی مؤطاؒ کس پائے کی کتاب ہے اور ابوحنیفہؒ کس مرتبت کے
...ے بڑھ کر نہ مانو تو کیا ان کے برابر بھی نہ مانو گے۔ یہ حضرات بلاتکلف عطاءؒ
...حدیث کی روایت کرتے آرہے ہیں۔ امام مالکؒ کا خود امام بخاریؒ کے
...اعتماد ہونا فقط ایک ہی بات سے بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ امام بخاریؒ کے
...صحیح، مضبوط اور قابلِ فخر سند دنیا میں یہ ہے۔ مالک عن نافع عن ابن عمرؓ
...اکابر عطاءؒ کے ہم عصر ہیں۔ عطاءؒ کی شخصیت کے قریبی مطالعے اور ان کے

اوصاف واحوال کے عینی مشاہدے کا انھیں موقع ملا ہے۔ جب کہ امام بخاری [illegible]
اورعطا رح سے ان کی واقفیت محض غائبانہ ہے۔

تیسرے یہ کہ امام بخاری رح عطا ر پر جھوٹ یا سوءِ حفظ یا عدمِ تقویٰ جیسا کوئی الزام [illegible]
بلکہ صرف اس دلیل سے انھیں قابلِ ترک کہہ دیتے ہیں کہ انھیں عطا ر رح کی متعدد [illegible]
نظر آئیں۔ مقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے متن یا سند میں کچھ لفظی اُلٹ پلٹ ہو [illegible]
مسلم شریف میں ابو ہریرہ رض کی ایک روایت ہے جس میں حضور ؐ نے اس صدقہ کر [illegible]
تعریف کی ہے جو اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی نہ جان [illegible]
کیا صدقہ کیا ہے۔ کسی راوی کی چوک سے اس میں لفظی اُلٹ یہ ہوگئی کہ دائیں کی جگہ [illegible]
کی جگہ داہنا روایت ہوگیا۔ اس سے معنی ومفہوم میں کوئی خاص فرق واقع نہ ہوا [illegible]
جس سے معنیٰ ہی بدل جاتے ہوں جیسے مثلاً صحیح بخاری ہی میں ایک جگہ نار [illegible]
الفاظ میں تغیر ہوگیا ہے۔ صحیح لفظ اس جگہ اَلجَنَّۃ ہے لیکن اس کی جگہ النّار [illegible]
صورت میں یہ حدیث "مقلوب" نہیں بلکہ "منقلب" کہلائے گی، کیوں کہ [illegible]
کبھی اُلٹ پھیر سند میں ہوتا ہے اور یہ کثیر الوقوع ہے جیسے راوی کا نام تھا [illegible]
ارقم بن شفیق رح۔ رفاعہ بن زید کا زید بن رفاعہ بن گیا۔ خود امام بخاری رح سے اپنی تاریخ [illegible]
ترجمہ (تذکرہ و تعارف) لکھ رہے تھے مسلم بن ولید مدنی کا مگر لکھ [illegible]
دمشقی کا۔ تو کتبِ قدیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری رح کی جرح صرف اتنی [illegible]
عموماً مقلوب ہیں۔ اسی بناء پر وہ کہہ گذرے کہ عطا ر قابلِ ترک ہیں حالانکہ یہ بھی [illegible]
قصور عطا ر کا نہ ہو بلکہ ان بعد کے راویوں کا ہو جن سے امام بخاری رح کو عطا ر کی [illegible]
بہرحال بخاری رح سے پہلے گذر چکے تھے اور اس دعوے کے لئے کوئی دلیل تاریخ [illegible]
پہنچائی کہ متن یا سند میں جو بھی لفظی اُلٹ پھیر ہوا ہو، اس کے ذمہ دار عطا ر رح ہے [illegible]
ان کے بری الذمہ ہونے کا موجود ہے کہ امام مالک رح، امام ابو حنیفہ رح، امام اوزاعی [illegible]
جیسے اہلِ نظر اور اصحابِ کمال ان کی حدیثوں میں مقلوبیت کا عیب نہیں پاتے [illegible]
کرتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ امام بخاری رح کے لائق ترین شاگرد امام ترمذی رح جو [illegible]
جامع ترمذی صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے برملا اپنے معظم استاد کی را [illegible]

[illegible] جب تک کہ پوری تحقیق اور تفحص کے بعد وہ اس پر مطمئن نہ ہوگئے ہوں کہ عطا ر کے
[illegible] شخصیت نے عیب گیری نہیں کی اور بڑے بڑے ائمہ کے یہاں ان پر کامل اعتماد
[illegible] ایک ثبوت امام بخاری رح کی زیرِ بحث رائے کے ناقابلِ التفات ہونے کو

[illegible] امام مسلم بھی عطا ر رح سے روایت کرتے ہیں اور بعض محققین نے عطا ر کو تو بخاری
[illegible] کیا ہے اور مثال دے کر بتلایا کہ بخاری رح نے عطا ر رح سے حدیث نقل کی ہے
[illegible] بخاری رح نے اپنی رائے سے رجوع فرمالیا ہو۔
[illegible] پر غور کیجئے اور پھر منصفانہ فیصلہ دیجئے کہ ہمارے دوست مولانا حامد علی صاحب
[illegible] تو کیا وہ اس نتیجے پر نہ پہنچتے کہ عطا ر خراسانی رح کو ضعیف قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر
[illegible] تو پھر علم الحدیث کا قصہ ہی ختم۔

[illegible] کیا کہیں ؟

[illegible] دوست نے نقل کا ایک نمونہ ایسا پیش کیا ہے کہ ہم دم بخود رہ گئے۔ خود ہم اپنر
[illegible] لگائیں گے بلکہ انھیں پر چھوڑ دیں گے کہ وہ اپنے اس فعل کے لئے کون سا
[illegible] ہیں۔
[illegible] اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تھی یہ بات متعدد قوی ترین روایات سے ثابت
[illegible] لین اس پر متفق الرائے ہیں۔ یہ ابھی جس روایت کے راویوں پر گفتگو ہوئی وہ
[illegible] متفق تھی ____________ ہمارے دوست چاہتے ہیں کہ اسی حتی الوسع
[illegible] بڑے اطمینان سے لکھتے ہیں کہ:۔

اس کے برعکس یہ روایت موجود ہے کہ عبداللہ ابن عمر رض نے اپنی بیوی کو ایک
طلاقیں دیں تو رسول اللہ ؐ نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا اور یہ تین طلاقیں
[illegible] (تفسیر قرطبی جلد دوم ص۱۲۹)

[illegible] خوفِ خدا نے مولانا کا قلم روک دیا ہوتا۔ یا کم سے کم خوفِ دنیا ہی الخیر
[illegible] تفسیر قرطبی کھولا اور لوگ بھی دیکھ سکتے ہیں۔ انھوں نے دیکھ لی تو اس نقل پر فرط
[illegible] رہ جائیں گے۔

ہم تمام انصاف پسندوں کے آگے بے کم و کاست صورت حال رکھ...
تفسیر قرطبی جس کا اصل نام احکام القرآن ہے اس کے مصنف ابو عبداللہ...
تین طلاقوں کے مسئلہ میں سوادِ اعظم کے ساتھ ہیں۔ انھوں نے اس مقام پر جو...
سب نقل کرنا تو طوالت کا باعث ہوگا البتہ اس کا ضروری خلاصہ پیش خدمت ہے۔
امام قرطبیؒ شدّ و مد کے ساتھ ان دلائل کا رد فرماتے ہیں جن کے ذریعہ یہ...
تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی۔ معلوم ہے کہ جب ردّ و قدح کی جاتی ہے تو...
کیا جاتا ہے جسے مدّمقابل اپنے حق میں استعمال کر رہا ہے۔ اس کے بعد ہی ا...
ہوتا ہے۔

وہ روایت جو ہمارے دوست نے نقل فرمائی امام قرطبیؒ نے تردید و ابطال...
درج تفسیر کی تھی چنانچہ وہ امام دارِ قطنیؒ کے حوالے سے اسے نقل کر کے خود دار قطنی...
ساتھ ہی یہ نقل کر دیتے ہیں کہ " اس روایت کے سارے راوی شیعہ ہیں اور...
یہ ہے کہ ابنِ عمرؓ نے اپنی زوجہ کو ایک ہی طلاق دی تھی جسے لوٹا لینے کا حکم...
ثابت ہوا"۔ ——— اس طرزِ عمل سے بلا ابہام ظاہر ہوا کہ یہ روایت خود...
بے اصل ہے اور امام قرطبیؒ اسے بطور استدلال نہیں بلکہ برائے تردید و...
پھر امام قرطبیؒ نے لفظاً بھی اپنی رائے ظاہر فرما دی کہ وکان تطلیقۃ ایاھا فی ا...
غیرانہ خالف السنۃ (ابنِ عمرؓ نے اپنی زوجہ کو حالتِ حیض میں ایک ہی...
یہ الگ بات ہے کہ حالتِ حیض میں طلاق دے کر خلافِ سنّت کیا۔) پھر وہ...
راویوں کے اسمائے گرامی پیش کر کے اعلان فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے...
نقل کیا ہے کہ ابنِ عمرؓ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تھی۔ پھر وہ ——— یعنی...
فرماتے ہیں کہ امام زہریؒ اور یونس بن جبیرؒ اور شعبیؒ اور حسن بصریؒ نے بھی اسی...
(ملاحظہ ہو تفسیرِ قرطبی جلد سوم۔ ص۱۳۰ و ص۱۳۱، مطبع دارالکتب مصریہ۔ القاہرہ)

یہ ہے صورتِ واقعہ۔ اگر ہمارے دوست نے واقعی تفسیرِ قرطبی ہی سا...
کارنامہ انجام دیا ہے تو وہی فیصلہ فرمائیں کہ اسے کیا کہیں گے۔ کہیں ایسا تو نہ...
قرطبیؒ کے کسی اور کتاب سے انھوں نے زحمتِ نقل فرمائی ہو اور وہاں تفسیر قرطبی...
زیادہ گمان اسی کا ہوتا ہے۔ بے چارے اعتبار کر کے دھوکا کھا گئے۔ کاش وہ...

...بہت اور پامالی کا ادراک فرما لیتے جو آج کل عام ہے۔ برائے نام سا علم
...والے حضرات بلا تکلف قلم اٹھاتے ہیں اور بڑی شان سے قلم کا نب
...نیزے کی انی کی طرح تراز و کرتے چلے جاتے ہیں۔ سطح پر تیرنے کی مہارت
...رہے گے جیسے سات سمندروں کی تہیں کھنگالے ہوئے ہوں۔ مغالطہ دہی
و عاندلی کوئی چیز ان سے بعید نہیں۔ ان کی نقل اور عقل پر جس نے بھروسہ کیا
...بھی شاید ایسے ہی حادثے کا شکار ہوئے ہیں ورنہ خوفِ خدا سے اتنے
...کہ دیدہ و دانستہ ایسی رکیک حرکت کر گذریں۔

...روں کا جن میں مولانا حامد علی بھی شامل ہیں، ان روایتوں کے ساتھ جن سے
...ہو رہی ہو سلوک یہ ہے کہ ذرا ذرا سے مبہم و مجمل ریمارک کر کے انھیں ردّی
...دیتے ہیں، لیکن جو روایتیں ان کیلیے مفید مطلب ہوں ان کی صحت کی تحقیق کرنا
...جانے کے بعد بھی کہ یہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔ انھیں بڑے اطمینان سے
...چلے جاتے ہیں۔ دیکھ لیجیے خود ناقلِ روایت امام دارِ قطنیؒ نے جس
...کی روایت قرار دے کر رد کر دیا اور ان کے ناقل امام قرطبیؒ نے بھی
...غلط ہے۔ صحیح و ثابت روایات کے خلاف ہے اسے مولانا حامد علی
...نہتا قوی روایت کے بالمقابل اٹھا لائے ہیں اور اشارہ تک نہیں دیتے کہ

...قرطبی میں اسی جگہ اس روایت کا ذکر آیا ہے جس میں حضرت ابنِ عباسؓ سے
...دورِ رسالتؐ اور دورِ صدیقیؓ اور دورِ عمرؓ کے ابتدائی دو سالوں میں وقت
...ایک شمار ہوتی تھیں۔ یہ روایت مسلم اور ابوداؤد وغیرہ میں طاؤسؒ سے مروی ہے
...طاؤسؒ کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ روایت ناقابلِ اعتبار
...کہ سعید بن جبیرؒ اور مجاہدؒ اور عطاؒ اور عمرو بن دینارؒ اور مالک بن الحویرثؒ اور
...نعمان ابن ابی عیاشؒ سبھی ابن عباسؓ سے یہ نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی
...تین طلاقیں دیں اس نے گناہ کیا خدا کا اور جدا ہو گئی اس سے اس کی عورت
...اب اس سے جب تک کہ وہ کہیں اور شادی کر کے مطلقہ نہ بن جائے (گویا تینوں

طلاقیں پڑگئیں)۔

اس کے بعد وہ علامہ ابن عبدالبر کا قول نقل کرتے ہیں کہ طاؤسؒ کی روایت غلط ہے، حجاز، شام، عراق اور مشرق و مغرب کے تمام فقہاء نے اسے ناقابل اس کے بعد وہ قاضی ابوالولید الباجیؒ کا خیال نقل کرتے ہیں کہ طاؤسؒ والی روا مگر اس معنیٰ میں کہ پہلے لوگ ایک وقت میں ایک ہی طلاق دیا کرتے تھے۔ اب اور تین تین دینے لگے تو حضرت عمرؓ نے بھی کہا کہ چلو تم نے خود اپنے ہاتھوں ان کر دیا جو اللہ نے تمھیں دی تھی لہٰذا ہم بھی اسی کے مطابق فیصلہ نافذ کرتے ہیں۔

اب ایسی صورت میں ہم اس پر کیا تعجب کریں کہ مولانا حامد علی کو ابوداؤد حدیث نظر نہ آئی جس میں بہ الفاظِ صریح موجود ہے کہ خود حضرت ابنِ عمرؓ نے یونس کرنے پر یہ جواب دیا تھا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تھی۔

(بابٌ فی طلاقِ السُّنۃ۔ حدیثِ خامس)

نظر ضرور آئی ہو گی مگر جب طے ہی کر لیا گیا کہ علمی دیانت اور انصاف سے کیوں اپنے خلاف پڑنے والی روایات کو لائقِ اعتنا سمجھا جائے۔ یہ بات بھی سُن لیں کہ قرطبیؒ نے مولانا حامد علی کی ذکر کردہ روایت کو دارقطنیؒ سے سند کے سند کا ہوتا بھی کیا جب خالص شیعوں کی روایت ہے۔ مگر وہ مولانا حامد علی جو ابوداؤد و ترمذی جیسی کتابوں کی باسند روایتوں کو فقط ایک دو راویوں کے ضعف برملا رد کر رہے ہیں یہاں سرے سے سند ہی کی ضرورت نہیں سمجھتے کیوں کہ اس روا انھیں مدد مل رہی ہے۔ یہ کیا ہے؟ اس کا کیا نام رکھیں گے؟ آنکھوں میں دھول اس پر بھی صادق آئے گا یا نہیں؟ فیصلہ خود مولانا حامد علی پر چھوڑا۔

مولانا حامد علی جواب دیں کہ تفسیر قرطبی میں یہ سب انھوں نے کیوں یہ صفحات ان کے آگے کھلے ہوئے تھے۔ انھیں برابر یہ دعویٰ ہے کہ دورِ رسالت تین ایک ہی ہوتی تھیں۔ اور جس روایت سے یہ دعویٰ ثابت ہو رہا ہے وہ ذرا جب کہ اس شدّ و مد سے اس کی کمزوری بلکہ غلطی سامنے آ رہی ہے مگر وہ سب روا موقفِ کار دکر رہی ہوں بس ایک ذرا سے مجمل ریمارک سے ردّی ہو جاتی ہیں۔

مزید دیکھئے:۔ ــــــ مسلم میں ابنِ عمرؓ والے واقعہ کا ذکر آتا ہے اور

اس سلسلے میں سوال کیا جاتا تو وہ سائل سے فرماتے کہ اگر تم نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو یہ وہ صورت ہے جس کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیکن اگر تم نے تین طلاقیں دے دیں تو تم پر بیوی حرام ہو گئی جب تک کہ نکاح نہ کر لے۔ اور تم خدا کے نافرمان قرار پائے طلاق دینے کے معاملہ میں" دوست ایک بات تو یہ فرماتے ہیں کہ یہ عبداللہ ابنِ عمرؓ کا فتویٰ ہے نہ کہ ــــــ گویا انھیں نہیں معلوم کہ کوئی صحابیؓ جب غیر قیاسی مسائل و کے ساتھ کوئی قطعی فتویٰ دے تو چاہے وہ لفظوں میں اس کا انتساب علیہ وسلم کی طرف نہ کرے مگر وہ حدیثِ رسولؐ ہی مانی جاتی ہے نہ کہ صحابیؓ کا صاف ظاہر ہے کہ تمام صحابہؓ عدول یعنی نقل و روایت کے معاملے میں جب مسئلہ قیاسی ہو ہی نہیں کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ حضورؐ سے علم حاصل خواہ مخواہ فتویٰ صادر کر دیا ہو گا۔ ہم توضیح کر چکے ہیں کہ طلاق و نکاح ــــ وکیف کے قبیل سے ہیں۔ دو طلاقوں سے رجوع کیا جا سکتا ہے اور یا اشاروں کنایوں میں دی ہوئی طلاق رجعی نہیں ہوتی بائن ہوتی ہے و رائے کی مدد سے ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وحی الٰہی انکشاف نہ کر دے وحی کی حد تک تو ضرور چلیں گے۔ یعنی کون سا فرمودۂ رسولؐ واقعی فرمودۂ آیت کے کیا معنی ہیں۔ یہ باتیں بحث و نظر اور قیاس و استدلال ہی کے ذریعہ طلاق کی معنوی و مخفی اثریت اس سے بالاتر ہے۔ قیاس کی اس میں بھلا ابنِ عمرؓ جیسا صحابی قطعیت کے ساتھ تین کے تین ہونے کا فتویٰ کیسے پورے وثوق سے اسے نہ معلوم ہوتا کہ اللہ کے رسولؐ کا یہی فیصلہ ہے۔ اہلِ انصاف دیکھیں۔ طلاق کا واقعہ خود ابنِ عمرؓ ہی کو پیش آیا ہے اور اسکے ان کی گفتگو ہوئی ہے۔ مسلم شریف کی قوی و صحیح حدیث کے مطابق انکا اس مسئلے میں سوال کرتا تو وہ فرماتے:۔

کو ایک یا دو بار طلاق دی ہے تو یہ وہ صورت ہے جس کے سلسلے میں علیہ وسلم نے مجھے رجعت کا حکم دیا ہے۔ لیکن اگر تم نے تین طلاقیں بیوی حرام ہو گئی جب تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے اور تم

گناہ گار بھی ہوئے "۔

کیا تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ ابن عمرؓ کی یہ کوئی ذاتی رائے تھی جسے [illegible] یہ حدیثِ رسولؐ نہیں ایک صحابیؓ کا فتویٰ ہے۔ ہمارے دوست انتہائی [illegible] نہ جانے کیسی باتیں کئے چلے جا رہے ہیں۔

ایک اور خاص بات۔ خود موصوف نے یہیں اعتراف کیا ہے کہ [illegible] مَرَّۃٌ اور مَرَّتَیْن کے بجائے وَاحِدَۃٌ اور اِثْنَتَیْن بھی ہے۔ اس سے ہمار [illegible] مزید تائید ہوگئی جو ہم لفظ مَرَّۃ کی بحث میں کر آئے ہیں۔ یعنی حضرت ا [illegible] جو یہ بات کہی تھی کہ :۔

" اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دی ہے "

اسے بعض راویوں نے تو لفظ مَرّۃً او مَرّتَیْن سے بیان کیا جس سے [illegible] کہ دو مختلف مجلسوں میں دو طلاقیں۔ مگر بعض نے وَاحِدَۃٌ اور اِثْنَتَیْن کے [illegible] جن کا مفہوم یہ ہے کہ دو طلاقیں۔ خواہ وہ ایک ہی مرتبہ دے دی جائیں [illegible] جائیں۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ لفظ مَرَّتَیْن کو اِثْنَتَیْن کے [illegible] زبان کے یہاں جانی پہچانی بات تھی۔ یہ بالکل ضروری نہیں کہ جب مَرَّتَیْن [illegible] لازماً مراد یہ ہو کہ دو واقعے الگ الگ مجلسوں میں پیش آئے۔

بہرحال ایک بات تو مولانا نے وہی فرمائی تھی کہ یہ ابن عمرؓ کا [illegible] رسولؐ نہیں۔ دوسری بات وہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ فتویٰ ایک مجلس میں تین [illegible] صریح نہیں۔ یعنی ابنِ عمرؓ نے جو سائل سے یہ فرمایا کہ وَاِنْ کُنْتَ طَلَّقْتَھَا [illegible] بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہوتیں تو وہ تجھ پر حرام ہو جاتی) اس کا [illegible] کہ —— " اگر تو نے مختلف مجلسوں میں تین طلاقیں دی ہوتیں "۔

اربابِ دانش بتائیں کہ کیا ایسی کچی باتیں سوائے کج بحثی کے بھی کوئی [illegible] سخت کوفت ہوتی ہے اپنے اتنے فہیم دوست کی زبان سے ایسی [illegible] سن کر۔ یہ تو کم و بیش ایسا ہی ہوا جیسے زید نے بکر سے کہا کہ —— " [illegible] اور طلحہ کی اچھی طرح مزاج پرسی کر دو "

اور آپ اس پر فرمانے لگے کہ ممکن ہے زید کا مطلب یہ ہو کہ بے [illegible]

[illegible] آٹھ مزاج پرسی کے الفاظ بولے ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ ان کا مطلب [illegible]

[illegible] !

[illegible] سیاق و سباق۔ بین السطور۔ سب پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ابنِ عمرؓ فقط تین [illegible] رہے ہیں۔ اس سے مطلق بحث نہیں کہ وہ بیک وقت دی جائیں یا الگ [illegible] اور خود انھوں نے چونکہ ایک ہی طلاق دی تھی جس سے رجوع کا حکم حضورؐ [illegible] کے تعلق سے جو بھی گفتگو کی جائے گی —— اس میں ایک ہی وقت کی [illegible] مختلف اوقات کی۔

[illegible] اوقات کی تین طلاقوں کا حکم تو صریحاً ہی قرآن میں آچکا۔ مَرَّتَیْن کا مطلب [illegible] لیا ہو کہ دو الگ الگ وقتوں کی طلاقیں تب بھی اسے کسی مفتی سے یہ [illegible] وہ جانتا ہے کہ میں اگر الگ الگ وقتوں میں تین طلاقیں دوں تو رجوع [illegible] استفسار بجائے خود دلیلِ ناطق ہے اس بات کی کہ ایک ہی وقت کی [illegible] کیا جا رہا ہے اور ابنِ عمرؓ اسی کا بیان بھی فرما رہے ہیں۔ اگر یہ [illegible] قدرتی بات ہے کہ ابن عمرؓ تفصیل میں جاتے۔ وہ یوں کہتے کہ بھائی [illegible] ہے کتنی ہی طلاقیں دے دو ایک ہی پڑے گی۔ ہاں، مختلف اوقات میں [illegible] جائیں گی۔ تفصیل میں جائے بغیر برملا فتویٰ صادر کر دینا اس کے سوا کیا [illegible] اوقات کے اختلاف کا کوئی قضیہ ہی اس وقت نہ تھا۔ اعتبار شمار کا تھا کہ

[illegible]

[illegible] ہے کہ ہمارے دوست اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ابن عمرؓ نے ساتھ [illegible] ہے کہ تین طلاقیں تو پڑ گئیں مگر تم گناہ گار بھی ہوئے اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے [illegible] اوقات میں دی گئی ہوں۔ گناہ کیسا اگر بیک وقت نہیں دی گئی تھیں۔ [illegible] اور توجیہ کرتے ہیں کہ ہو سکتا ہے ابن عمرؓ کا مطلب یہ ہو کہ تم حالتِ [illegible] کے گناہ گار ہوئے۔

[illegible] دراصل ابنِ قیمؒ سے لی گئی ہیں۔ حالانکہ ان کی کوئی بنیاد نہیں۔ بخاری [illegible] احادیث موجود ہیں جن سے ان کی تردید ہوتی ہے۔

[illegible] اختیار کریں یہاں بس اشارہ کافی ہوگا کہ مولانا حامد علی ابن قیمؒ کی اغاثۃ اللہفان

کو بھی سے اٹھا کر دیکھیں۔ اس میں ابنِ قیمؒ حضرت ابنِ عمرؓ کی وہ روایت بھی نقل
ابنِ عمرؓ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے بیوی کو قبل از صحبت تین طلاقیں
تین طلاقیں پڑ گئیں۔ نقل کے بعد اس پر انھوں نے کوئی ریمارک نہیں کیا
اس روایتِ صحیحہ کی موجودگی میں بھی یہ کہنا ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کا مقصود تین
طلاقیں ہو سکتا ہے یا ان کا یہ کہنا کہ "تم گناہ گار بھی ہوئے" محض یہ معنیٰ رکھتا
حالتِ حیض میں طلاق دینے کا گناہ ہوا۔؟

کسی منکوحہ کو صحبت سے قبل ہی طلاق دیدی جائے تو نہ اس کے
مزید کوئی طلاق دی جا سکتی ہے۔ اس پر تین طلاق واقع کرنے کی فقط ا
اکٹھی تین طلاقیں دے دی جائیں۔ اسی کی طرف ابن عمرؓ کا جواب مشیر
ممکن ہی نہیں کہ ہو سکتا ہے تین مختلف وقتوں کی طلاقیں مراد ہوں۔

ہم اپنے دوست کو یہیں ایک اور نکتہ پر متوجہ کریں گے۔ دیکھئے۔ ابن عمر
ہے کہ "اگر تو نے تین طلاقیں دی ہیں تو تجھ پر تیری بیوی حرام ہو گئی جب تک
سے نکاح نہ کرلے۔"

یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ دوسرا شوہر صحبت کے بعد اسے طلاق د
نکاح کرے تب وہ تیرے لئے حلال ہو گی۔ تو کیا اس وضاحت کے نہ
کوئی شخص یہ کہنے میں حق بجانب ہو سکتا ہے کہ ابنِ عمرؓ کے نزدیک مطلقہ
نکاح کرلے تو فوراً پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جاتی ہے خواہ دوسرا شوہر
اب یہ پہلا شوہر بلا نکاح کے بھی اس پر متصرّف ہو سکتا ہے!

ظاہر ہے ہمارے دوست کہیں گے کہ یہ تو بکواس ہوگی ——
تب بھی ابنِ عمرؓ کا مطلب یہی ہے کہ دوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دے
دوبارہ اس سے نکاح کرے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی بات جب کسی قرینے سے معلوم ہو رہی ہو
جزو ہوا کرتی ہے چاہے اس کا لفظی ذکر نہ آئے۔ تو پھر ہمارے دوست
ضرور پیدا کر رہے ہیں کہ تین، طلاقوں کے ساتھ چونکہ وقتِ واحد کی یہ وضا
کیوں ہم اس کو مانیں؟ اور کیوں نہ یہ احتمال پیدا کریں کہ ممکن ہے ابن عمرؓ

کا حکم بیان کیا ہو۔ ایک نہیں کئی قرینے سامنے موجود ہیں کہ حدیث میں ایک
موضوع گفتگو ہیں۔ پھر بھی احتمال نکالے جانے کا کوئی علمی کارنامہ نہیں محض

گئی تھی مگر تکمیلِ بحث کے لئے ایک اور حدیث پر نظر ڈال لی جائے۔
ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت ابنِ عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے

اگر میں نے بیوی کو تین طلاق دیدی ہوتی تب بھی کیا میں اس سے رجوع

؟"
دیا "نہیں"۔ اس صورت میں وہ تم سے جدا ہو جاتی اور اس کا گناہ بہرحال
تین طلاقیں کیوں دیں۔"
زندگی" نے اپنے مقالے میں مصنف ابن شیبہؒ اور دارِ قطنیؒ اور طبرانیؒ کے حوالے
ظاہر ہے کہ ابنِ عمرؓ ایک ہی وقت میں تین دینے کے بارے میں
جواب بھی اسی کا ارشاد ہوا ہے۔
کہ احادیث میں جہاں بھی کسی شخص کے تین طلاقیں دینے کا ذکر آیا ہے وہاں
نے سنت کے مطابق تین ماہ میں تین طلاقیں دی ہوں بلکہ مراد یہی
تین دیں۔ اگر ایک وقت میں نہ دی ہوتیں بلکہ مختلف وقتوں میں دی ہوتیں
کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی کیوں کہ قرآن اس کا حکم بتا چکا ہے۔
انکار کی وجہ ہی یہ ہوا کرتی تھی کہ ایک وقت میں تین دی گئیں۔ قرآنی آیت
ہوتے ہے (اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ) اور اس کا ایک مصداق یہ بھی ہو سکتا
وقتوں میں دی جائیں اس لئے بیک وقت دی جانے والی طلاقوں کے
معلوم کرنے کی ضرورت رہ جاتی تھی۔
خواہ وہ ابن تیمیہؒ ہوں۔ ابن قیمؒ ہوں۔ شوکانیؒ ہوں۔ حامد علی صاحب
ہیں کہ وَاِنْ کُنْتَ طلقتھا ثلاثاً جیسے فقروں میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مختلف اوقات
وہ عرفِ عام۔ قیاس۔ قرینے اور سیاقِ کلام سب سے زبردستی کرتے ہیں۔

حتّٰی کہ بعض احادیث میں وارد شدہ یہ فقرہ وَطَلَّقَهَا اٰخِرَ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَات
نہیں ہوتا کہ تین طلاقیں مختلف اوقات میں دی گئی ہوں۔ ایک شخص یک
دیتا ہے اور پھر اگلے روز تیسری دے ڈالتا ہے تب بھی یہ فقرہ بلا تکلف بولا
اس کے معنیٰ یہی ہیں کہ اس شخص نے تیسری طلاق بھی دے دی۔ حالانکہ
ایک ساتھ دی گئی تھیں۔ وہ اگر واقع نہ ہو جاتیں تو یہ تیسری کیسے کہلاتی
کام لیجئے تو اس فقرے کا اس وقت بھی بولا جانا غلط نہیں ہو سکتا جب مثلاً
تھوڑی دیر بعد تین طلاقیں پوری کر دے۔ جس وقت وہ تیسری دے گا
جا سکے گا اور وحدتِ مجلس اس استعمال میں روک نہ ڈالے گی۔

ایک اور پہلو پر بھی متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔

سوادِ اعظم کے پاس اپنے مسلک کے لئے بہت ساری احادیث
ثانی زیادہ سے زیادہ یہ کر سکا ہے کہ ان کے ضعف کا پروپیگنڈہ جاری
پاس ایک کمزور سے کمزور حدیث بھی ایسی نہیں جس میں صراحت کے ساتھ آ
اپنی بیوی کو تین کا عدد بولتے ہوئے بیک وقت تین طلاقیں دی تھیں اور
یا صدیق اکبرؓ نے یہ فیصلہ سنا دیا تھا کہ ایک ہی پڑی ہے رجوع کر لو۔ جن بعض روا
تین کا ذکر آیا ہے ان میں ثابت ہے کہ تین کا عدد نہیں بولا گیا تھا بلکہ لفظ طلا
تھا یا لفظ بتّہ کہا گیا تھا۔ اس پر حضورؐ نے نیت کی تحقیق کی اور جب
قسم کھا کر کہا کہ میری نیت تین کی نہیں تھی اس وقت رجوع کی اجازت ملی۔ اس
بحث ہی نہیں ہے۔ اور ہم بھی بارہا اس سے اصولی موافقت کا اظہار کر
اس صورت سے ہے جب کہ نیت کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکتا ہو اور طلاق
استعمال کر لیا ہو۔ جب اس کے حق میں فریقِ ثانی کے پاس ایک بھی کمزور
تو ہماری متعدد احادیث کو ضعیف قرار دے کر بھی اسے کیا ملا۔ ضعیف احادیث
ایک ہی بات ثابت کر رہی ہوں تو علمائے فن کے نزدیک وہ قابلِ حجت
کوئی مانع موجود نہ ہو۔ کچھ نہ ہونے سے ہونا بہرحال ایک معنی رکھتا ہے۔
رکھتا ہے۔

اساتذۂ فن کے یہاں یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ کسی روایت کی سند کا ضعف
اس کا متن بھی غلط ہو۔ عام انداز میں اسے یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر زید اس
ت کو سچ مان لیا جائے تب بھی یہ ضروری نہیں کہ جب بھی وہ کوئی
ہو۔ اگر خارجی ذرائع سے اس کی دی ہوئی کسی خبر کا درست ہونا
حد تک وہ سچا قرار پائے گا۔ اور سند کا اصولی ضعف متن یعنی مضمون
نہ ہو گا۔

ہماری مستدل روایات کی سندوں میں اگر فریقِ ثانی کے دعوے کے
جگہ پائے ہوئے ہوں تو اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ یہ روایات
کہ ممتاز ترین صحابہؓ اور اکابر فقہاءؒ اور محدثینؒ و مفسرینؒ اور اساتذہؒ
تصدیق کر رہے ہیں بلکہ اسی پر اپنے فتوے کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔
۔ ابنِ عبّاسؓ۔ علی بن ابی طالبؓ۔ نافعؒ۔ حسن بصریؒ۔ ابوحنیفہؒ۔
۔ امام بخاریؒ۔ امام مسلمؒ۔ امام ترمذیؒ۔ امام ابو داؤدؒ۔ امام
اس مضمون پر صاد کر رہے ہیں۔ اور یہ تو فقط چند نام ہیں۔ اگر فہرست
کے نام شامل ہو جائیں گے۔ کیا یہ خارجی قرینہ اس بات کو کافی نہیں کہ
کے باوجود صحیح المتن یا صحیح المعنیٰ مانا جائے۔

ضروری بات کہنے سے پھر رہ گئی۔

ابنِ عباسؓ کی طرف ایک قول کے انتساب میں جو ستم ظریفی برتی تھی،
بھی وہی برتی ہے۔ "آثارِ صحابہ" کے تحت وہ بلا تکلف ابو داؤدؒ کے
نقل کرتے ہیں کہ عکرمہؓ نے ابنِ عباسؓ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ جب کسی
تین بار انت طالقٌ کہا تو یہ ایک طلاق ہو گی۔
بھی صاف الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ راوی اسمٰعیل بن ابراہیمؒ نے تصریح
کا نہیں ہے خود عکرمہؒ کا ہے اور اس کا مطلب بھی وہ نہیں ہے جو
بلکہ اس کا تعلق صحبت سے قبل والی طلاقوں سے ہے۔
کی تصریح کو نظر انداز فرما گئے اور فوراً مزید کرشمہ سازی کی۔ یہ کہ ارشاد فرمایا:۔
روایت میں حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ بخدا ابنِ عباسؓ اسے ایک ہی شمار

کرتے تھے۔"

اس کے لئے موصوف نے "عون المعبود" کا حوالہ دیا ہے۔ یہ ا[illegible]
بزرگ کا حاشیہ ہے۔ ہمیں اس پر اعتراض نہیں کہ اہلِ حدیث بزرگوں کے [illegible]
اٹھایا جائے لیکن اس پر اعتراض ضرور ہے کہ ہمارے دوست مولانا [illegible]
نقل میں علمی دیانت نہیں برتی۔ عونُ المعبود میں جس سیاق و سباق میں یہ [illegible]
اسے اہلِ انصاف ملاحظہ فرمائیں۔

صاحبِ عونُ المعبود اسے "صحیح" نہیں کہتے نہ کسی اور محدّث نے [illegible]
مگر ہمارے دوست بڑے اطمینان سے اسے صحیح روایت فرما رہے ہیں۔ [illegible]
بات یہ ہے کہ انھوں نے فرمایا ——— عبدالرزاقؒ یہ بیان فرماتے ہیں کہ [illegible]
ایوب کے اس قصے کی خبر پہنچی کہ حکم بن عُیینہؒ امام زہریؒ کی خدمت میں حاضر [illegible]
ساتھ تھے۔ امام زہریؒ سے دریافت کیا گیا کہ جس باکرہ عورت کو (یعنی جس [illegible]
اس کو) تین طلاقیں دی گئی ہوں اس کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے [illegible]
جواب دیا کہ یہی بات حضرت ابنِ عباسؓ اور ابو ہریرہؓ اور عبداللہ ابنِ عمرؓ سے [illegible]
ان سب نے اس کا یہ جواب دیا کہ عورت پر تینوں پڑ گئیں اب وہ بغیر حلالے کے [illegible]

ایوبؒ کہتے ہیں کہ امام زہری کا یہ جواب سُننے کے بعد حکم بن عیینہؒ طاؤس [illegible]
مسجد میں تھے اور تین طلاقوں کے بارے میں ابنِ عباسؓ کے جس قول کی امام [illegible]
اس کا تذکرہ کیا۔ اس پر طاؤسؒ نے تحیّر کے ساتھ کہا کہ واللہ ابنِ عباسؓ تو ایس [illegible]
قرار دیا کرتے تھے۔

یہ ہے عونُ المعبود کا پورا مضمون۔ نقل کی پہلی ستم ظریفی تو یہ ہے کہ مولانا [illegible]
سباق میں سے نقل کیا جہاں باکرہ اور غیر باکرہ کی کوئی بحث نہیں تھی بلکہ مجرد [illegible]
تھی۔ ان کے مقالے کو پڑھنے والا بلا ریب یہ خیال کرے گا کہ جن تین طلا [illegible]
ہے ان ہی کے بارے میں طاؤسؒ قسم کھا کر بتا رہے ہیں کہ ابنِ عباسؓ ایک [illegible]
تھے۔ حالانکہ طاؤسؒ نے قسم صرف ان تین طلاقوں کے بارے میں کھائی [illegible]
ہوں۔ ان کے بارے میں نہیں جو صحبت کے بعد شوہر نے دی ہوں۔ کیا [illegible]
دوسری ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ روایت بجائے خود صحیح نہیں ہے نہ صا [illegible]

[illegible] مذکورہ سیاق و سباق میں اسے صحیح تصور کرنے کی کوئی گنجائش ہے۔ مگر
[illegible] بلا تکلف "صحیح" کا عنوان لگا رہے ہیں۔

[illegible] دیکھئے۔ امام زہریؒ اُن اساطین میں ہیں جن کی ثقاہت محدّثین کے
[illegible] بخاری و مسلم میں ان کی بے شمار روایات موجود ہیں۔ تراجم کی کتابیں انکی ثقاہت
[illegible] مور ہیں۔ وہ کتنے تیقُّن کے ساتھ نہ صرف ابنِ عباسؓ کا بلکہ دو اور جلیل القدر
[illegible] ہیں کہ یہ صحابہؓ ایک وقت کی تین طلاقوں کے تین ہی ہونے کا فتویٰ
[illegible] وہ باکرہ کو دی گئی ہوں۔

[illegible] امامِ فن اور راویِ ثقہ کی تصدیق کے بعد طاؤسؒ حضرت ابنِ عباسؓ
[illegible] قول کی نسبت کرتے ہیں تو چاہے وہ کتنے ہی ثقہ راوی ہوتے مگر ان کے انتساب
[illegible] قرار دیا جاتا۔ لیکن وہ تو اتنے ثقہ بھی نہیں۔ ان کے بارے میں ماہرینِ
[illegible] نقل کر آئے ہیں۔ لہٰذا یا تو ان کے اس قسمیہ قول کی کوئی مناسب تاویل کیجائیگی
[illegible] شاذ کہا جائے گا یعنی ایسا قول جو ثقہ اور صدوق راویوں کی بیان کردہ صحیح
[illegible] ہونے کی بنا پر ساقط الاعتبار ہے۔ مناسب تاویل مشکل بھی نہیں۔

[illegible] وقت طلاق کے مسائل پر غور کرتے ہوئے ابن عباسؓ کے ذہن میں تین
[illegible] ہو میں تین کا لفظ استعمال نہیں ہوتا بلکہ شوہر تین بار یوں کہتا ہے۔ "تجھپر
[illegible] کے تعلق سے انھوں نے خیال فرمایا ہو کہ باکرہ تو اسی وقت نکاح سے
[illegible] فقرہ بولا گیا۔ اب وہ طلاق کی محل ہی نہیں رہی لہٰذا اب جو دوبارہ یہ جملہ دہرایا
[illegible] کار گیا جس طرح کوئی شخص کسی اجنبیہ کو طلاق دینے لگے تو وہ قطعی بے کار ہے۔
[illegible] تاویل کی صحت کا اندازہ ابو داؤدؒ کی اس روایت سے بھی ہوتا ہے جس میں ابن عباسؓ نے
[illegible] اور عبدہ تدلیقیؒ میں جب کوئی شخص صحبت سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں
[illegible] بھی جاتی تھیں۔ اس روایت میں ابنِ عباسؓ کے یہ الفاظِ صریح موجود ہیں
[illegible] (اس سے پہلے کہ بیوی سے مباشرت کی ہو)
[illegible] صورت میں یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ طاؤسؒ نے غلط بیانی کی یا ان سے
[illegible] کہا جائے گا کہ ابنِ عباسؓ غیر مدخولہ کی تین طلاقوں کو ایک اس صورت میں کہتے
[illegible] الگ الگ فقروں میں دی گئی ہوں۔

ابوداؤد میں بیان ہوا ہے کہ :۔

وقول ابن عباس هو ان الطلاق الثلث تبين من زوجها مدخولا بها اوغير مدخول بها لا تحل له حتى تنكح زوجا غيره۔	اور ابنِ عباسؓ کا قول۔ عورت کو جدا کر دیتی ہیں وہ حلال نہیں ہوتی۔ صحبت سے قبل دی گئی

٭ ٭ ٭

اب دیکھ لیجئے۔ ابنِ عباسؓ کے دونوں قول متضاد ہیں۔ ان کا ذریعہ دور ہو سکتا ہے کہ پہلے قول کا تعلق تین الگ الگ فقروں میں طلاق دوسرے قول کا تعلق ایک ہی فقرے میں تین کا صریح عدد شامل کر دینے کہنے کی صورت میں چونکہ اس منطق کی گنجائش نہیں رہتی جس کے تحت اس لئے اس کے سوا کیا کہا جائے گا کہ تینوں واقع ہوگئیں۔

بہرحال عون المعبود کو خود دیکھ کر اگر مولانا حامد علی نے یہ کارنامہ انجام درجے کی وکالت اس کا عنوان ہوگا اور اگر کہیں اور سے نقل کیا ہے تو کسقدر بددیانتی علمی مباحث میں بھی برتنے لگے ہیں۔ کسی محقق کو ہرگز زیبا نہیں کہ ڈالے بغیر ادھر اُدھر سے نقلیں کرتا پھرے اور حوالہ اصل مآخذ کا دیدیا کرے۔

فَاعْتَبِرُوْا!

قارئین دیکھ آئے کہ احادیث کے بعض راویوں کو ہمارے دوست سے فقروں میں پایۂ اعتبار سے گرایا ہے۔ "زندگی" ص۱۱۴ پر انھوں نے کہا کہ محدثین نے کلام کیا ہے اور اتنا کہہ کر دوسری بات شروع کر دی۔ گویا حوالہ ان کے نزدیک شعیبؒ کو راویِ ضعیف قرار دینے کے لئے بالکل کافی ہوا۔

لیکن آگے ص۱۳۸ پر جب وہ اپنے مطلب کے لئے ابنِ حجرؒ کی ایک طویل کرلتے ہیں تو یہ فقرہ بھی اس میں موجود ہوتا ہے :۔

وليس كل مختلف فيه مردودًا	اور ہر وہ شخص جس میں اختلاف کیا وہ لازماً قابلِ رد نہیں ہوتا۔

٭ ٭ ٭

ان ہی کا نقل کیا۔ یہاں چونکہ ایک ایسے راوی کو ضعیف قرار دینے میں نے کلام کیا ہے مولانا کے موقف کو دھکا لگتا تھا اس لیے اس معروف قرار پائی۔ حالانکہ عام روش مولانا نے یہی اختیار کر رکھی ہے کہ راوی کے بارے میں بے اعتباری کے غار میں دھکیل دیا۔

سُورج کا انکار

حدیث رُکانہ پر ہم سیر حاصل گفتگو کر آئے۔ صاحبِ مشکوٰۃ نے چار اس کا جو صحیح ترین متن نقل کیا ہے۔ اس سے پیچھا چھڑانے کیلئے ص۱۴۱ پر اور ذیلاً بعض اور صفحات پر جو نقد کیا ہے وہ سراسر ایک ایسے اصول حدیث سے آگاہی نہیں۔ خیر فنی گوشوں کو چھوڑیئے۔ ہم ایک ایسا رکھتے ہیں جس کا فیصلہ فن کی مہارت کے بغیر بھی ہر شخص عقلِ سلیم کے ذریعہ

رکانہؓ نے بیوی کو طلاقِ بتّہ دی۔ اس سے بحث نہیں کہ انھوں نے تین بار لفظ طلاق دہرایا تھا اور اسے راوی نے بتّہ سے تعبیر کیا۔ بہرحال آتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں کہ حضورؐ! میری نیت ایک ہی طلاق کیا خدا کی قسم تمھاری نیت ایک ہی کی تھی؟ رُکانہؓ عرض کرتے ہیں ہی کی تھی تب حضورؐ اجازت دیتے ہیں کہ طلاق سے رجوع کرلو۔

دوست نے ریمارک فرمایا ہے کہ :۔

" روایت اس باب میں خاموش ہے کہ اگر وہ تین کی نیت

تو آپ کیا فیصلہ فرماتے "

چار سال کے بچے ہیں جو کسی بھی کلام کے لازمی مضمرات ومقتضیات نے ایسی ہی بات کہی ہے جیسے زید یوں کہے کہ :۔

کر آئے ہیں"

اخذ کریں کہ "مولانا ہندوستان سے باہر کا سفر کر چکے ہیں" اس پر واہ صاحب زید کے کلام میں تو ایسی کوئی صراحت نہیں۔ وہ ہندوستان سے

باہر جانے نہ جانے کے معاملے میں خاموش ہے لہٰذا آپ کیسے دعویٰ کر لے

باہر ضرور ہو آئے ہیں!

ہر وہ شخص جس کے حواس سلامت ہوں ایمانداری سے فیصلہ د

لازماً اس نتیجے پر نہیں پہونچا رہی ہے کہ رکانہؓ اگر تین کی نیت بتاتے تو حضورؐ ر

نہ دیتے۔ رکانہؓ کا قسم کھانا اور حضورؐ کا ان کا قسمیہ فقرہ اپنی زبانِ مبارک

پھر قسم کھاؤ، اور رکانہؓ کا دوبارہ قسم کھانا کیا دوپہر کے جگمگاتے سورج کی طرح

میں نہیں لاتا کہ تین کی نیت ہونے کی صورت میں خود رکانہؓ کی دانست میں بھی

حضورؐ کا فیصلہ بھی پڑ جانے ہی کا ہوتا۔ بلکہ اس سے یہ تک صاف معلوم ہوا

واقعہ سے قبل چند واقعات ایسے ضرور پیش آئے ہیں جن میں کسی نے ایک

دیں اور حضورؐ نے انھیں تین ہی قرار دیا۔ یہ واقعات رکانہؓ کے علم میں بھی ضرور

کیوں انھیں شدید پریشانی لاحق ہوئی اور کیوں انھوں نے آتے ہی قسمیں

کہ میری نیت ایک کی تھی تین کی نہیں تھی۔

ہمارے دوست نے چاہے اصولِ حدیث کی تعلیم حاصل نہ کی ہو مگر

ہوں گے کہ اِشَارَۃُ النّص، دَلَالَۃُ النّص، اِقتِضَاءُ النّص، منطوقِ کلام

کلام، مستلزماتِ کلام وغیرہا کے قواعد اربابِ فن منضبط کر چکے ہیں۔ قرآن

لٹریری کلام کو سمجھا ہی نہیں جا سکتا اگر اِن تمام فنّی اور لسانی گوشوں کو نظر انداز کر

اس کے درپے ہو جائے کہ میں تو بس وہ بات مانوں گا جسے لفظاً بیان کر

آپ یوں کہیں گے کہ زید کل بکر کے گھر گیا تھا تو لازماً اس کا یہ بھی مطلب

مقید نہیں رہا ہے اور یہ بھی مطلب ہوگا کہ اس نے پیدل یا سواری سے

کیا ہے جو اس کے اور بکر کے گھروں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ اور یہ

صاحبِ فراش نہ تھا۔ اور یہ بھی مطلب ہوگا کہ زید کو بکر کے مکان کا علم ہے۔

بکر فٹ پاتھ پر بسیرا نہیں رکھتا بلکہ اسے کوئی چھت میسّر ہے۔

یہ تمام مطالب ظاہر ہے کہ مذکورہ فقرے میں لفظاً تو موجود نہیں ہیں

صحیح الحواس آدمی کہہ سکتا ہے کہ یہ فقرہ ان مطالب کے بارے میں خاموش

کے لئے اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ ہم سمجھتے ہیں تمام ذی ہوش

... علی نے جو کچھ فرمایا وہ عین دوپہر میں سورج کے انکار جیسا ہے۔

... ار کر دیں۔ اسی جگہ دوسرے سانس میں مولانا اس روایت تقویت کو

کے لئے اس روایت کا ذکر کرتے ہیں جو مسند احمد میں آئی ہے اور آئیں

... ین طلاقیں دی تھیں۔ نیز اس میں "مجلس" کا بھی ذکر ہے۔ ہم ایس

... یں حوالوں کے ساتھ بتا آئے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ خود امام احمدؒ اسے

... ے خلاف فتویٰ دیتے ہیں

... زادہ نے بھی اسی روایت کے تعلق سے امام احمدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے

... ز نہیں۔" (ملاحظہ ہو زندگی ص۳۲)

... بزرگ مولانا شمس الحقؒ تعلیق المغنی میں (ص۴۲۹) پر رقم طراز

امام بخاریؒ سے اس اضطراب کا ذکر نقل کیا ہے جو اس روایت میں

... ی "تین طلاق" کہتا ہے اور کبھی طلاقِ بتہ۔ اور کہا ہے کہ زیادہ صحیح

ہے اور جس نے بھی "تین طلاق" کا لفظ کہا اس نے دراصل اپنے

... ادا کیا۔ تو گویا رکانہؓ نے تین طلاقیں نہیں دی تھیں بلکہ طلاقِ بتہ

... ایک طلاق کی تھی اور حضورؐ نے ان کی نیت پر قسم لیکر رجوع کی اجازت

... اپنی زاد المعاد میں اسی بتہ والی روایت کو زیادہ صحیح قرار دیتے ہیں۔

... خواہ مخواہ اسے رد کرنا اور مسند احمد والی روایت کو درست ماننا لغو حرکت

... ق میں کوئی درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔[1]

... ضروری وضاحت

... جانے کتنی جگہ تین طلاقوں کا ذکر آیا ہے۔ فلاں نے اپنی بیوی کو تین

... یں نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دیں ـــــ غائب اور متکلم ہر طرح

... ات دہرائی گئی ہے اور اکثر اربابِ فن اس پر متفق ہیں کہ ایسے فقروں کا

... طلاقیں دینا۔ الگ الگ وقتوں اور مجلسوں میں دی جانیوالی طلاقوں کا

... صاحب بھی یہی قول اپنے قلم سے صفحہ ۱۲۵ پر نقل کر آئے ہیں [1] اس کی مزید تحقیق آگے آتی ہے۔

جہاں تذکرہ ہوگا وہاں لفظاً اس کی وضاحت بھی ضرور ہوگی۔ ورنہ وضاحت کے بغیر ... جائے گا کہ ایک وقت کی تین طلاقوں (طلاقِ مجموع) کا ذکر ہے۔

یہ بات ایسی نہیں جس کے لئے اربابِ فن کی شہادتیں ضروری ہوں کیوں کہ عربی بول چال کے لحاظ سے یہ ایک واضح اور طے شدہ بات ہے لیکن تقویت کے لئے کچھ شہادتیں بھی حاضر ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ جو فنِ روایت کے معروف امام ہیں اور بخاری کے شہرۂ آفاق شارح ... اسی طلاق کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب یہ بات کہی جائے کہ "فلاں شخص نے تین طلاقیں دے دیں" تو ظاہراً اس کا مطلب یہی ہے کہ اکٹھی تین دے دیں ... (ملاحظہ ہو فتح الباری۔ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ ۱۳۴۸ھ۔ ج ۹۔ صـ ۳۰۱ و ۳۰۲)

ٹھیک یہی بات عمدۃ القاری شرح بخاری میں علامہ عینیؒ بھی فرماتے ہیں۔ اہلِ زبان کا معروف قاعدہ ہے کہ جب تک کوئی معقول وجہ اور قرینہ نہ ہو تو قول کو ظاہر مفہوم سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ اگر یہ چھوٹ دیدی جائے کہ بلا قرینہ ہی جو چاہے معنیٰ پیدا کئے جاؤ تو قرآن و حدیث سب کو مسخ کرنا سہل ہو جاتا ہے۔

امام بخاریؒ عنوان قائم کرتے ہیں۔ بابٌ من اجاز الطلاق الثلاث (یا من جوّز) ان کا منشاء یہ بتانا ہے کہ جن حضرات (مثلاً امام شافعیؒ) نے ایک وقت کی تین طلاقوں کو گناہ بھی نہیں مانا، ان کی کیا دلیل ہے۔ اس کے تحت وہ روایت لاتے ہیں کہ

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ مطلقہ نے کہیں اور نکاح کرلیا۔ وہاں سے بھی اسے طلاق مل گئی۔ اب اس مسئلے میں حضورؐ سے دریافت کیا گیا شوہرِ اول کے لئے اس سے نکاح درست ہوگا؟ حضورؐ نے جواب دیا کہ دوسرے شخص سے محض نکاح کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان میں مباشرت ہو جائے۔ اس کے بعد طلاق ہو تو شوہر اوّل سے نکاح ہو سکتا ہے۔" (کتاب الطلاق)

اب دیکھئے۔ حدیث میں یہ کوئی صراحت نہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی دی تھیں یا الگ الگ لیکن امام بخاریؒ اور شافعیؒ اور سارے ہی علماء و شارحین کے نزدیک یہ بات طے ہے کہ مراد اکھٹی تین طلاقیں ہیں۔ اگر طے نہ ہوتی تو امام بخاریؒ اور امام شافعیؒ اور بے شمار دیگر علماء اس حدیث سے یہ استدلال کیسے کر سکتے کہ ایک وقت کی تین طلاقیں گناہ نہیں ہیں۔ پھر ہمارے ...

احناف نے اگر ان کی رائے سے اختلاف کیا تو صرف گناہ ہونے نہ ہونے کے ... سے کیا۔ یہ نہیں کہا کہ یہاں تین اکٹھی طلاقوں کا ذکر نہیں ہے۔ احناف دوسری احادیث و دلائل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ تین اکٹھی طلاقیں واقع بلاشبہ ہو جاتی ہیں مگر شوہر گنا ہگار ہوتا ہے۔

غرض یہ بات تمام ہی اہلِ زبان علماء کے یہاں مسلّمات میں سے ہے کہ تین طلاقوں کے ساتھ جب کسی قسم کی تصریح نہ ہو تو ان کا مطلب ہوتا ہے طلاقِ مجموع (ایک وقت کی تین طلاقیں)

حدیثِ عبادہ بن صامتؓ

آپ نے مصنفؒ عبد الرزاق کے حوالہ سے ذیل کی حدیث تردید کی خاطر نقل کی ہے:۔

> عبادہ بن الصامت سے مرویؓ ہے کہ میرے دادا نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں تو وہ حضورؐ کے پاس آئے اور انھوں نے (دادا کے) اس فعل کا ذکر کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھارے دادا نے خدا کا تقویٰ اختیار نہیں کیا۔ تین طلاقوں کا تو انھیں حق تھا۔ باقی رہیں نو سو ستانوے تو وہ ظلم و عدوان ہیں۔ اللہ چاہے گا تو عذاب دے اور چاہے گا تو معاف فرما دے گا۔"

اس حدیث سے ثابت ہو رہا تھا کہ ایک وقت کی ہزار طلاقوں میں سے حضورؐ نے ... کو نافذ مان لیا۔ آنجناب نے اس حدیث کی رد میں درج ذیل سطور حوالۂ قلم کیں:۔

> لیکن یہ روایت سنداً بے حد ضعیف ہے اسکے کچھ راوی ضعیف ہیں اور کچھ مجہول۔ پھر یہ روایت درایۃً بھی غلط ہے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کے والد کے اسلام پانے کے بارے میں بھی کوئی روایت موجود نہیں ہے۔ چہ جائے کہ ان کے دادا نے اسلام پایا ہو اور حالت اسلام میں طلاق دی ہو۔"

بس یہ ہے آپ کا کل ریمارک جسے آپ نے کافی شافی سمجھ لیا ہے۔ ہمیں یقین ... آپ نے مصنف عبد الرزاق خود نہیں دیکھی بلکہ جس طرح تفسیر قرطبی کے سلسلے میں کسی ... اعتماد کر لیا اسی طرح یہ نقل بھی کسی اور ہی کتاب سے کر دی ہے۔ جس کتاب سے بھی کی ہو بہر حال ... اسے ابن حزمؒ کی المحلّٰی سے لیا گیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ حدیث مذکورہ کو بے حد ضعیف ... مبالغہ سے خالی نہیں۔

یہ حدیث صرف مصنف عبدالرزاق ہی میں نہیں آئی دارقطنی میں بھی آئی ہے اور اس کی دو سندیں ہیں۔ جن صاحب کی کتاب سے آپ استفادہ کر رہے ہیں انھوں نے ناانصافی یہ کی کہ ایک سند کو لے کر فیصلہ کر ڈالا اور دوسری سند پر نگاہ ڈال کر یہ غور نہ کیا کہ فنِ حدیث کے قواعد کیا کہہ رہے ہیں۔

فنِ حدیث کا قاعدہ ہے کہ راویِ ضعیف کی روایت قابلِ قبول ہو جاتی ہے۔ جبکہ کوئی نسبتاً معتبر راوی اس روایت میں اس کا ہمنوا اور تائید کنندہ ہو۔ اسے فن کی اصطلاح میں "متابعت" کہتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے زید ایک ناقابلِ اعتبار آدمی ہو اور وہ یوں کہے کہ مجھ سے بکر نے یہ خبر دی کہ طلحہ بیمار پڑا ہے۔ تو بے شک کہہ سکتے ہیں کہ زید کا اعتبار نہیں۔ لیکن ایک اور شخص بھی جو قابلِ اعتبار ہو یہی خبر بکر سے نقل کرے تو اس پر اعتماد کرنا ہوگا اور اس روایت کی حد تک زید بھی سچّا ہی سمجھا جائے گا کیوں کہ اس کی تصدیق ایک سچے آدمی نے کر دی ہے۔

اب یہاں ایک سند کا حال یہ ہے کہ اس میں ایک راوی ہے عبیداللہ وصافیؒ یہ اوّل تو متفق علیہ طور پر ضعیف نہیں ہے۔ امام ترمذیؒ جیسے ماہرِ فن اس کی بعض روایات کو حَسَن قرار دیتے ہیں تاہم ضعیف بھی ہو تو اسی سند میں یہ بھی موجود ہے کہ حدیث کو ابراہیم بن عبیداللہؒ سے اس نے تنہا نقل نہیں کیا بلکہ ایک اور راوی صدقہ ابن ابی عمرانؒ بھی ناقل ہیں۔ —— یہ صدقہ کتبِ فن کی رو سے ثقہ راوی ہیں لہٰذا ان کی ہمنوائی اور متابعت نے حدیث کو قوی بنا دیا۔ عبیداللہ کا ضعف اس حدیث کو قبول کرنے میں مانع نہیں ہوگا۔

یہ دُو راوی جن صاحب سے نقل کرتے ہیں ان کا نام ہے ابراہیم بن عبیداللہؒ۔ یہی ہیں جن کے بارے میں ظاہرًا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ مجہول ہیں لیکن فنِ حدیث کا قاعدہ ہے کہ جس شخص سے دو ایسے آدمی روایت کریں جن میں کم سے کم ایک ثقہ ہو وہ "مجہول" نہیں رہتا۔ لہٰذا انھیں مجہول کہنا اصولِ فن سے انکار کرنا ہے۔ جو لائقِ توجہ نہیں۔

آگے یہ خامی نظر آتی ہے کہ صحابیِ رسولؐ عبادہ بن صامتؓ سے فقط ان کے بیٹے نقل کرتے ہیں اور ان کا حال کتبِ فن میں نہیں ملتا تو ان کی یہ مجہولیت بھی دو وجہ سے حدیث رد کرنے کو کافی نہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ تابعی ہیں اور تابعین میں دروغ گوئی کا دور دورہ نہ تھا۔ نقلِ حدیث میں ان کی دیانت معروف تھی۔ اربابِ فن اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابنِ قیمؒ نے بھی زادُ المعاد میں اور مولانا شمس الحقؒ نے بھی التعلیق المغنی میں اس پر زور دیا

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں کی اولاد میں اور تابعینؒ میں جھوٹ کا شیوع نہ تھا۔ یہ دونوں حضرات طلاقِ ثلاثہ کے مسلک میں آپ ہی کے ہمنوا ہیں اور اوّلُ الذکر تو اس مسئلے میں آپ سب کے امام ہیں۔ اس ریمارک کا یہی مطلب تو ہوا کہ کسی تابعیؒ کو محض اس لئے نامعلوم سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا حال ہمیں نہیں معلوم۔ عبادہ بن صامتؓ کے بیٹے عبیداللہؒ بہر حال تابعی تھے۔ ان کی ثقاہت کا ثبوت نہیں ملتا تو ان کے غیر ثقہ ہونے کا بھی ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا مجرّد اُن کی مجہولیت روایت رد کرنے کے لئے کافی نہیں۔

دوسرے یہ کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے ایک اور داودؒ نامی شخص نے بھی یہی روایت بیان کی ہے۔ یہ شخص بھی اگرچہ اصولاً مجہول ہی ہے لیکن مجہولیت کے باوجود حدیث کو تقویت پہونچی۔ اہلِ فن —— جن میں ذی علم اہلِ حدیث بھی شامل ہیں یہ اصول تسلیم کرتے ہیں کہ گواہیاں کمزور بھی ہوں تو انھیں برائے تقویت پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور ایک ضعیف حدیث بھی تائیدی شہادتوں کی مدد سے لائقِ قبول ہو جاتی ہے۔ دو مجہول اگرچہ ایک دوسرے کا اصطلاحی جہل دور نہیں کر سکتے لیکن ایک ہی روایت میں ان کی ہم نوائی اور موافقت روایت کو بہر حال کچھ نہ کچھ قوت عطا کرتی ہے لہٰذا متذکرہ روایت کو "بیحد ضعیف" کہنا مبالغہ سے خالی نہیں۔

درایت کے رُخ سے آپنے جو کچھ کہا اس میں بھی کلام ہے۔ اوّل تو یوں کہ حضرت عبادہؓ کے والد یا دادے کے اسلام کے بارے میں کسی روایت کا نہ پایا جانا یہ معنیٰ تو نہیں رکھتا کہ وہ مسلمان نہ ہوں۔ آپ کو شاید علم ہی ہوگا کہ صحابہؓ کی گنتی ایک لاکھ سے اوپر ہے۔

مستند مؤرخین بتاتے ہیں کہ جس وقت رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انتقال فرمایا روئے گیتی پر ساٹھ ہزار صحابہؓ موجود تھے۔ تیس ہزار مدینے میں اور تیس ہزار مدینے سے باہر اب اسماءُ الرجال کی کتابیں اٹھا کر دیکھئے۔ ان میں جن صحابہؓ کا تذکرہ و تعارف ہے وہ دس ہزار بھی نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ تقریبًا نوے ہزار صحابہؓ ایسے جن کے احوال تو کیا نام تک تاریخ محفوظ نہ رکھ سکی۔ پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ عہدِ صحابہؓ کے جن لوگوں کا حال اور نام ہم تک نہیں پہنچا وہ مسلمان ہی نہ ہوں گے۔

ابنِ حزمؒ نے کہہ تو دیا ہے کہ عبادہ بن صامتؓ کے دادے کا مسلمان ہونا محالات میں سے ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ ضروری نہیں یہ واقعہ عبادہؓ کے دادے کا ہو۔ یہ روایت کئی طرح سے

منقول ہے۔ بعض روایتوں میں دادے کا لفظ نہیں ہے۔ بلکہ "بعض آبائی"
مطلب یہ ہے کہ بعد کے راوی صحیح طور پر نہیں جان سکے ہیں کہ یہ کس کا قصہ
مصنف عبدالرزاق ہی کے حوالے سے ابن الہمام میں یہ روایت اس طرح آئی
صاف عبادہؓ کے باپ کا ذکر ہے نہ کہ دادے کا۔ (ملاحظہ ہو فتح القدیر ج ۳
بلکہ ہمارے دوست حامد علی صاحب کے لئے یہ اطلاع شاید دلچسپ ہو
اسلامی سے وہ وابستہ ہیں اس کے مؤسس اور امیر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی
سورۂ طلاق کے حاشیہ میں اسی روایت کو فتح القدیرؒ کے مطابق نقل کیا
والد نے ہزار طلاقیں دی تھیں۔" دادا" والی روایت کی طرف انھوں نے
نہ کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک دادا والی روایت قابل ا
(تفہیم جلد ۵ صفحہ ۵۵۵) پھر کیا ابن حزمؒ یا ہمارے دوست یہ کہیں گے کہ عبادہ
باپ کا بھی مسلمان ہونا محالات میں سے ہے۔؟

کاش ہمارے دوست غلط سلط قسم کی کتابیں پڑھنے کے عوض تفہیم القرآن
لیتے تو انھیں پتہ چلتا کہ اکٹھی تین طلاقوں کا تین ہی ہونا مولانا مودودی نے
وآثار سے واضح کیا ہے بلکہ قرآن سے بھی ثابت کیا ہے۔ ان کی رائے
سنت طریقے پر دی ہوئی طلاقیں واقع ہی نہ ہوں تو کلام اللہ کی یہ آیت
لاحاصل ہو جاتی ہے کہ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (تفہیم کا
ان شاء اللہ آگے کہیں نقل کریں گے)۔

دوسرے یوں کہ ان کا مومن یا کافر ہونا نفس بحث پر کوئی اثر نہیں ڈالتا۔ اگر
جائے کہ وہ مومن نہ تھے جب بھی اساتذۂ فن کے نزدیک حدیث احتجاج کے
خود آنجناب نے صفحہ ۱۲۳ پر ابن جریجؒ کی جو روایت ابو داود سے نقل کی ہے اس
رُکانہؓ کے باپ عبد یزیدؓ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور کسی دوسری عورت
کرلیا۔ یہ عورت حضورؐ کی خدمت میں آکر کہنے لگی کہ عبد یزیدؓ نامرد ہے۔ حضورؐ
کہا کہ اسے طلاق دیدو۔ اس نے دیدی۔ اب حضورؐ نے کہا کہ پہلی بیوی
عبد یزیدؓ نے کہا میں نے تو اسے تین طلاقیں دے دی ہیں۔ حضورؐ نے کہا مجھے معلوم

روایت سے چونکہ یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ عبد یزیدؓ نے تین طلاقیں
اللہ کے رسولؐ نے رجوع کا حکم دے دیا تھا لہٰذا آپ کے ہم مسلک
خصوصاً امام ابن قیمؒ پورا زور صرف کرتے ہیں کہ اس روایت، کو قابل
حالانکہ اس حدیث کو اپنی کتاب میں درج کرنے والے امام ابو داؤد درج
ہیں کہ یہ روایت قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ اس کے مقابلے میں وہ
ہے جس میں یہ آیا ہے کہ رُکانہؓ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی
تفصیلی گفتگو کر آئے ہیں ملاحظہ فرمالیں۔ یہاں ہمیں ایک اور بات عرض
کے صفحے کے صفحے آپ نے نقل کر ڈالے، مگر ان کے کمزور گوشے آپکی
اور بعض مضمرات وعواقب پر آپ کی نظر ہی نہ گئی۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اسی
زاد المعاد میں اسی روایت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:۔

... الحدیث	اور اس (عبد یزیدؓ) والی روایت میں کوئی
... ابن جریج له عن	علت نہیں۔ بس اتنی بات ہے کہ ابن جریجؒ
... ابی رافع وهو	نے اسے بنی ابی رافع کے کسی فرد سے نقل کیا
... ولکن هو تابعی	ہے اور وہ مجہول ہے (یعنی اس کا نام وغیرہ
... من الائمة	معلوم نہیں) لیکن وہ بہرحال تابعی ہے۔
... العد وروایت	اور ابن جریجؒ نہایت ثقہ اور سچے ائمہ میں سے
... غیرہ تعدیلٌ	ہیں۔ جب ایسا امام ثقہ کسی مجہول سے روایت
... لم یعلم فیه جرح۔	کرے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اس مجہول کو
	قابلِ اعتبار قرار دے رہا ہے۔ لہٰذا جب تک
	اس مجہول کے بارے میں کوئی جرح علم میں
	نہ آجائے اسے باوجود مجہول ہونے کے ثقہ
	اور عدل سمجھا جائے گا۔

... ۔ ابو داؤد کی جو روایت خود ابو داؤد کی تصریح کے مطابق ناقابلِ اعتبار
... ثابت کرنے کے لئے کیا کچھ کوشش کی جارہی ہے۔ اب ذرا انصاف
... کے باپ اور دادے کے بارے میں تو آپ نے خوب تحقیق فرمالی

... والے ہیں۔ ان شاء اللہ۔

کہ ان کا اسلام لانا ثابت نہیں ہے اور اسی بنیاد پر حدیث کو خلافِ درایت قرار دے
عبدِ یزید رضؓ کے بارے میں ذرا کوشش نہیں کی کہ دیکھیں تو یہ کون صاحب ہیں۔ حالانکہ آپ
کوشش کرتے تو حافظ ذہبیؒ کی تلخیصُ المُستَدرک سے پتہ چل جاتا کہ ان صاحب
اسلام کا زمانہ پایا ہی نہیں۔ ظہورِ اسلام سے قبل دنیا سے جا چکے تھے لہٰذا یقینی طور پر
آپ کو نہیں مگر ابنِ قیمؒ کو تو ضرور یہ معلوم ہوگا مگر پھر بھی وہ اس حدیث کو علت سے خالی
قابلِ اعتماد قرار دے رہے ہیں جس میں اِن ہی عبدِ یزید رضؓ کا واقعہ مذکور ہے۔

ذرا اندازہ کیجئے۔ اگر عبدِ یزید رضؓ کا مسلّمہ طور پر غیر مسلم ہونا قبولِ حدیث کی راہ میں مانع نہیں اور
علت نہیں سمجھا جا سکتا تو عبادہ بن صامتؓ کے والد اور دادے تو بہر حال مسلّم طور پر غیر مسلم
تھے۔ بلکہ ان کا صحابی ہونا بھی اسی طرح ممکن ہے جس طرح صحابی نہ ہونا۔ پھر آپ کی درایت
مقام کیا ہوا۔ اور فن سے ناواقفیت کے سوا آپ کے ریمارک کو اور کیا کہیں گے۔

ایک اور غلطی ہے جس میں آپ بھی اور بعض اور حضرات بھی اس مقام پر مبتلا ہو
وہ یہ کہ دوسری متعدد روایات میں تو یہ آیا ہے کہ رُکانہ رضؓ نے اپنی بیوی سہیمہ رضؓ کو طلاق
مگر اس روایت میں بجائے رکانہ رضؓ کے ان کے باپ عبدِ یزید رضؓ کا تین طلاق دینا مذکور ہے
بڑے اطمینان سے یہ کہہ گئے ہیں کہ " درحقیقت اس روایت میں دوسرا ہی واقعہ
گیا ہے جو رکانہ رضؓ اور ان کی بیوی سے نہیں رکانہ رضؓ کے والد اور والدہ سے متعلق ہے:"

یہ کہہ کر آپ نے یہ استدلال قائم کرنا چاہا کہ رکانہ رضؓ نے چاہے طلاقِ بتہ ہی دی ہو مگر
باپ نے تو تین طلاقیں دی تھیں۔ جنھیں حضورؐ نے رجوع کرایا۔ جب دو واقعے الگ الگ
ابو داؤدؒ کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ پہلی روایت دوسری کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے
تو اس وقت ہوتا جب کہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہوتیں۔ تب واقعی
ماننا اور ایک کو چھوڑنا ضروری ہوتا۔ لیکن جب واقعے دو ہیں تو دونوں کو اپنی اپنی جگہ ماننا
ہے ـــــــ اور جب دونوں کو مانا جا سکتا ہے تو آپ سے آپ ثابت ہوگیا کہ عبد یزید کے
واقعے میں تین طلاقوں کو حضورؐ نے تین نہیں مانا اور رجوع کرا دیا۔

محترم دوست! یہ محض غلط فہمی ہے نہ کہ استدلال۔ آپ تو اس بحث میں فقط
محقق نہیں۔ امام ابنِ قیمؒ جو بلاشبہ محقق تھے اور فنِ حدیث سے آشنا بھی وہ تک اپنی
متعدد فکری خطاؤں کے مرتکب ہوتے چلے گئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس

روایت کو انھوں نے علت سے خالی اور قابلِ اعتماد مان لیا۔ حالانکہ جب عبدِ یزید رضؓ نے اسلام
نہ پایا تو اس کا تین طلاق دیکر حضورؐ کی بارگاہ میں آنا اور آپؐ کے حکم سے رجوع کرنا محض
افسانے کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟

رکانہ کے گھر والے کہتے ہیں رُکانہ رضؓ نے اپنی بیوی کو طلاقِ بتہ دی تھی۔ دوسرے کچھ غیر معلوم
لوگ کہتے ہیں کہ رُکانہ رضؓ کے باپ عبدِ یزید رضؓ نے رکانہ رضؓ کی ماں کو تین طلاقیں دی تھیں۔ یہ دو
الگ الگ واقعات کی داستان نہیں۔ عبدِ یزید تو زمانۂ اسلام سے قبل مرچکا ہے۔ ابن جُریجؒ یا
کوئی ثقہ راوی کسی مردے کو زندہ نہیں کر سکتا۔ اگر آپ اساتذہ کی تحقیق کو نظر انداز کر کے عبدِ یزید
کو قبر سے اکھیڑ لائیں تب بھی اسے مسلمان کیسے بنا دیں گے اور جب مسلمان نہیں ہے
تو اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے کر حضورؐ کی خدمت میں فتویٰ پوچھنے کیوں دوڑا چلا آئے گا۔

حق یہ ہے کہ اس روایت کے سلسلے میں ابن قیمؒ نے دھوکا کھایا اور بات امام داؤدؒ ذہبی کی درست
ہے پھر آپ اور آپ جیسے بہت سے ناواقفانِ فن اس دھوکے کا ادراک کئے بغیر خود بھی
اس میں پھنس جائیں تو قصور کیا ـــــــ لیکن قصور یہ بہر حال ہے کہ فن سے ناواقف
ہوتے ہوئے بھی آدمی خود کو محقق اور مجتہد تصوّر کرنے لگے۔

حدیثِ فاطمہ بنت قیس رضؓ

مسلم شریف سے آپ نے ذیل کی روایت نقل کی اور نقل اس لئے کی کہ اسے رد کر سکیں۔

"فاطمہ بنت قیس رضؓ سے مروی ہے کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں
دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے میرے لیے (شوہر کے ذمّے) نہ جائے
رہائش رکھی اور نہ نفقہ۔"

اسے نقل کر کے آپ نے تسلیم فرمایا کہ:۔

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے طلاقِ
مغلظہ بائنہ پڑ جاتی ہے کیوں کہ طلاقِ رجعی پڑتی تو باتفاق وہ نفقہ کی
مستحق ہوتیں۔"

مگر اسے رد کرنے کے لئے آپ نے کسی اور صاحب کی تقلید میں یہ استدلال سپردِ قلم کیا کہ

بخاری و مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فاطمہ ... روایت کو قبول نہیں فرمایا اور حضرت عمرؓ نے بھی قبول نہیں فرمایا۔

اس طرح آپ نے اپنی دانست میں یہ ثابت فرمادیا کہ فاطمہ بنت قیسؓ کا ... اعتبار ہے۔ حالانکہ اگر آپ ذہانت استعمال فرماتے تو یقیناً ادراک فرما ... یا حضرت عمرؓ نے فاطمہ کے بیان کے صرف اس ٹکڑے کو ناقابلِ قبول ... حضورؐ کے فیصلے سے ہے نہ کہ اس ٹکڑے کو جس کا تعلق خود ان کی اقتادوار ... ان دونوں حضرات کے نزدیک چونکہ قرآن سے یہ بات ثابت تھی کہ مطلقہ ... خواہ وہ کیسی ہی مطلقہ ہو، اس لئے انھوں نے تصور کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ ... قرآن فیصلہ کیوں کر دے سکتے ہیں۔ یہ فیصلہ کسی اور سے تو سننے میں نہیں آیا ... اس کی خبر دے رہی ہے۔ ہو سکتا ہے اُسے سہو ونسیان ہو رہا ہو یا ہو سکتا ... کے کلامِ مبارک کو صحیح طور پر نہ سمجھا ہو۔

حضرت عمرؓ کے الفاظ یہ تھے کہ ایک عورت کے قول پر ہم خدا کی کتاب ... سنّت کو نہیں چھوڑیں گے۔ یہ الفاظ مسلم ہی میں نقل ہوئے ہیں۔ ان سے ... حضرت عمرؓ کے علم میں خود حضورؐ کا ایسا کوئی فیصلہ تھا جس میں مطلقہ بائنہ کے نان نفقہ کا حکم فرمایا ہو۔ لہٰذا یہ گمان کرنے میں وہ حق بجانب تھے کہ فاطمہ بنت ... کی غلطی کا شکار ہے یا سمجھ کی۔ اس سے یہ مطلب آخر کیسے نکال لیا گیا کہ انھوں ... عائشہؓ نے تین طلاقوں کی بھی تکذیب کی ہو۔ کیا کسی عوت کے لئے یہ بھی کوئی ... ہے کہ اسے کتنی طلاقیں ملی تھیں اور کیا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک عورت اپنے ... طلاقوں کی خبر دے رہی ہو اور حضرت عائشہؓ و حضرت عمرؓ جیسے حضرات ... تجھ پر یقین کیسے کریں۔

صاف ظاہر ہے کہ دونوں بزرگوں نے نان نفقہ والے جزو کو ناقابل ... تین طلاق والے جزو کو نہیں۔ یہ تین طلاقوں کا قصّہ تو متعدد اور روایات سے ... قواعدِ فن کے مطابق یہ حصّہ مسلّم رہے گا اور صرف نان نفقہ والا حصّہ ساقط الاعتبار ... اُمّت کا استدلال اسی حصّے سے ہے اور بلا ریب درست ہے۔

... آپ نے یہ فرمائی ہے:

... اس حدیث سے مسئلہ زیرِ بحث میں استدلال صحیح نہیں کیوں کہ ... اس مفہوم میں صریح نہیں ہے کہ ایک ہی مجلس میں ... دی ہوں جبکہ اس حدیث کی دوسری روایات میں اسکی صراحت موجود ... طلاقیں مختلف اوقات میں دی تھیں۔

... کی دو روایات نقل کر دی ہیں جن میں سے کم سے کم ایک واقعی یہ ظاہر کرتی ... طلاق پہلی دو طلاقوں سے الگ دی گئی تھی۔ نام چونکہ آپ نے مسلم جیسی معظم ... اس لئے عوام کیا بیش تر خواص بھی آپ کو حق بجانب تصور کرنے لگے ہوں گے ... خوش فہمی میں مبتلا ہوں گے کہ میں نے جمہورِ اُمّت کے مسلک کی بنیاد ڈھادی۔ ... ت! آپ کو بڑی حیرت ہوگی یہ سن کر کہ جو کچھ آپ نے سمجھا اور سمجھایا وہ علم الحدیث ... اور بچکانہ مذاق ہے۔ اور فن کے جاننے والوں کے لئے اس کی حیثیت ... وہ نہیں۔

... بارے میں اور کتبِ حدیث کیا کہتی ہیں یہ تو ہم بعد میں عرض کریں گے۔ خود مسلم ... اس کی پہلی وضاحت کردیں۔ آپ نے یہاں بھی شاید مسلم کو دیکھے بغیر ابن قیمؒ یا کسی اور ... نقل کر دیا۔ لہٰذا ہم آپ سے گذارش کریں گے کہ بہت توجہ سے ہماری معروضات کو ... درخواست ہے کہ وہ طبیعت پر جبر کرکے ہماری مفصّل معروضات کا مطالعہ ... اندازہ ہو جائے کہ علم الحدیث کی وسعت اور گہرائی کیا ہے۔

... امام مسلمؒ کا طریقہ اپنی صحیح مسلم میں یہ ہے کہ کسی واقعے کا جو بھی مضمون ... صحیح سندوں کے ساتھ پہونچا ہے وہ اُس مضمون کو تمام سندوں کے ساتھ ... دیتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ان کی بیان کردہ کسی بھی روایت کا مفہوم متعین ... حق پر لازم ہوگا کہ ان تمام روایات پر نگاہِ غور ڈال لے جو اس جگہ انھوں نے ... ۔ ایسا اس لئے لازم ہے کہ جب انھوں نے اپنی دانست میں صرف ... کیا ہے تو ان کی کسی ایک روایت کا ایسا مطلب نہیں لیا جائے گا جس سے ... ہو جائیں۔ اس کے بجائے ایسا مطلب لیا جائے گا جو سب روایات کے ... روایات پر حرف نہ آئے۔

اب ذرا صحیح مسلم کتاب الطلاق بَابُ الْمُطَلَّقَةِ الْبَائِنِ لَا نَفَقَةَ
متداول نسخے میں آپ اس کے نئے جلد اول کا صفحہ ۴۸۳ تا ۴۸۵ کھول سکتے
یہی فاطمہ بنت قیسؓ والا واقعہ ایک دو نہیں چوبیس جداگانہ سندوں سے مذکور ہے
وہ الفاظ بھی ملیں گے جن میں یہ واقعہ امام مسلمؒ تک پہونچا۔

آنجناب جن ذیلی کتابوں پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں ان میں یہ حرکت کی گئی
فقط دو روایات ایسی چن لی گئیں جو اپنے مفید مطلب ہوں اور اسے نظرانداز
روایات سے من مانا مطلب نکالنا باقی ۲۲ کا کیا حشر کردے گا۔ یہ بدترین قسم کی
اور فریب دہی ہے۔ اسے نہ حق پسندی کہہ سکتے ہیں نہ حسنِ تحقیق۔

آپ ان روایات کو پڑھیں۔ ان میں بہ اعتبار اسلوب دو طرح کی روایات
حضرت فاطمہ بنت قیسؓ ضمیر متکلم میں اپنا واقعہ بیان کر رہی ہیں اور دوسری وہ جن میں راوی
قول خود اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے مثلاً آپ سمیت کہ
نے یہ کہا کہ میں ایک مہینے سے بیمار تھا۔ اب آپ تو کسی اور سے اس بات کو
ہیں کہ "عامر عثمانی نے مجھ سے کہا کہ میں ایک مہینے سے بیمار تھا"

یہ گویا آپ نے اپنی یادداشت کی حد تک میرے اپنے الفاظ من و عن
دوسرا شخص کسی سے اس بات کو یوں نقل کرتا ہے کہ "عامر نے مجھ سے
دن سے بیمار ہے"

تیسرا شخص یوں نقل کرتا ہے کہ ـــ عامر نے بتایا ہے کہ وہ ۲۹ روز
چوتھا کہتا ہے ـــ عامر نے ذکر کیا کہ وہ ۳۰ دن سے صاحب فراش
جھوٹا ان میں کوئی نہیں۔ مہینہ ۲۹ دن کو بھی کہہ دیتے ہیں اور ۳۰ دن کو بھی
عامر کے بولے ہوئے لفظ "مہینہ" کا مصداق ۲۹ روز سمجھا اور چوتھے
چوتھے نے "بیمار" ہی کے ہم معنیٰ لفظ "صاحبِ فراش" بول دیا۔ حالانکہ
کہ ہر بیماری میں آدمی بستر سے لگ جائے لیکن محاورے میں چونکہ "صاحب فراش"
خاصے بیمار کے لئے بول دیا جاتا ہے۔ اس لئے جھوٹا چوتھے راوی کو بھی
خواہ عامر صاحبِ فراش ہونے کی حد تک بیمار نہ رہا ہو۔

اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان سب روایات میں کیا ہے

روایت نہیں ہے جس میں آپنے عامر کے الفاظ ضمیر متکلم میں دہرا دیئے ہیں۔
سند کو اس میں اختلاف نہ ہوگا کہ بیان خود صاحبِ واقعہ کا زیادہ معتبر
اس کے الفاظ بھی نقل کر دیئے جائیں۔ دوسرا راوی اپنے انداز و
صاحبِ واقعہ کی طرف منسوب کیا ہے اس میں الفاظ و انداز بدل جانیکی
بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ ابھی آپنے لفظ "مہینہ" کی تعبیر میں دیکھا۔

روایات پر نگاہ ڈالی جائے تو حاصل درج ذیل نکلتا ہے:-

روایات ایسی ہیں جن میں فاطمہ بنتِ قیسؓ کے وہ الفاظ جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ
ضمیر متکلم کے ساتھ مروی ہیں۔ گویا راوی نے یہ کوشش کی ہے کہ
کے ہی الفاظ روایت کرے۔

روایات ایسی ہیں جن میں ضمیر متکلم نہیں ہے۔ بلکہ راوی نے صیغۂ غائب میں
کیا ہے۔ دو روایات ایسی ہیں جن میں فاطمہؓ والے واقعے کی طرف اشارہ
طلاق کے بارے میں بیان نقل نہیں ہوا ہے۔

تقاضا یہ تھا کہ فوقیت اور بنیادی اہمیت پہلی قسم کی روایات کو دی جاتی
مسلّم ہے کہ صاحبِ واقعہ کا اپنا بیان ترجیح پاتا ہے۔ علاوہ اس کے
تمام صحابہؓ اور صحابیاتؓ عدول یعنے نقلِ روایت میں سچے مانے گئے ہیں
اس بحث کی بھی گنجائش نہیں رہتی کہ فاطمہؓ کو غلط گو قرار دے سکے۔ لیکن
وجہ نہیں۔ ان کی سچائی مزید شواہد کی محتاج ہوا کرتی ہے اور جو بات
نقل کریں اس میں یہ امکان موجود رہتا ہے کہ کسی لفظ کے انتخاب میں
ہو گئی ہو۔

بیان ضمیر متکلم میں موجود نہ ہوتا تب تو الگ بات تھی لیکن جب
موجود ہے تو کتنی غلط بات ہے کہ نہ صرف انھیں نظرانداز کر دیا جائے
سے محض وہ دو روایتیں چھانٹ لی جائیں جو اکثر روایات کے خلاف
انھیں خلاف بنایا جا سکتا ہو۔

روایت میں تو فاطمہؓ نے ابو سلمہ سے یہ الفاظ کہے ہیں طَلَّقَنِي الْبَتَّةَ
طلاق بتہ دی) ان روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فاطمہؓ نے حضور ﷺ سے

یہ کہا تھا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں۔ ان دس میں
درج ذیل ہے:۔

ابوبکر ابن ابی الجہمؓ سے حضرت فاطمہؓ خود بیان فرماتی ہیں کہ
عیاشؓ بن ربیعہؓ کے ذریعہ مجھے طلاق کہلا کر بھیجی اور ان ہی کے ہاتھ پانچ صاع
ہی جَو بھیجے۔ میں نے اس پر کہا کہ واہ کیا اس کے علاوہ میرا کوئی نفقہ
نہیں ہے اور کیا میں زمانۂ عدت بھی تمہارے گھر میں نہیں گذاروں گی!
میں کپڑے بدل کر رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئی اور عرض
طلاق دے دی ہے۔ رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا کتنی
(کَمْ طَلَّقَکَ) میں نے جواب دیا تین۔ اس پر رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم
عیاشؓ نے سچ کہا الخ

حضورؐ کے باقی جواب میں طویل گفتگو ہے۔ چونکہ وہ ہمارے موضوع
اس لئے اسے نہیں چھیڑیں گے۔ یہ بہر حال سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ
طلاقوں کو نافذ مان لیا تھا۔

اب بیدار مغزی کے ساتھ توجہ کیجئے کہ جتنی بھی روایتوں میں حضر
بیان ضمیرِ متکلم میں نقل ہوا ہے ان سب سے ظاہر ہے کہ انھوں نے صرف
طلاقیں دی ہیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوٹ کر یہ نہیں پوچھا کہ
فاطمہؓ کا آکر دفعتہً عرض کرنا ہی بتا رہا تھا کہ اچانک مطلقہ ہوگئی ہیں۔ دو
خرچ کا ذکر واضح کر رہا ہے کہ یہ زمانہ باقی ہے۔ حالانکہ اگر مختلف وقتوں
طلاقیں دی گئی ہوتیں تو تیسری کے بعد عدت کا کون سا قابلِ لحاظ زمانہ
صورت میں کم سے کم دو ماہ تو وہ شوہر کے گھرانے میں نان نفقہ پا ہی
حدیث آپ کے سامنے ہے۔

عیاشؓ ان کے شوہر کی طرف سے طلاق لے آئے ہیں اور نفقہ
ہیں۔ اگر تین طلاق نہ لائے ہوتے تو انکار کی جرأت کر ہی نہیں سکتی
ایک یا دو طلاقوں تک نفقہ کا اثبات صریحاً قرآن میں موجود ہے اور
نہیں گزرا جس میں یہ بات مشکوک رہی ہو کہ دو طلاقوں تک نان نفقہ

اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بس اتنا پوچھتے ہیں کہ تمھیں کتنی طلاقیں دی گئیں
لیکن یہ دریافت نہیں کرتے کہ الگ الگ یا ایک وقت اور ایک زبان میں۔ بس

اس معروضے کا ثبوتِ مزید مہیا ہو گیا کہ طلاقِ بتّہ عموماً طلاقِ
تھا۔ چنانچہ فاطمہؓ نے ابوسلمہ سے تین ہی طلاقوں کے بارے میں

الی روایات کی طرف جن میں راوی اپنے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔
ایسی ہیں جن میں راوی نے یہ کہا ہے کہ فاطمہؓ کو ان کے شوہر نے
ایسی ہیں جن میں راوی نے "تین طلاق" کے الفاظ استعمال کئے
ں نے فقط یہ کہا ہے کہ اِنَّ زَوْجَھا طَلَّقَھَا (ان کے شوہر نے طلاق
ضروری نہیں سمجھی کیوں کہ حدیث کے بقیہ حصّے سے اس کی وضاحت
ین میں فاطمہؓ والے واقعے کی طرف اشارہ آیا ہے۔ طلاق کی گنتی
رح یہ گیارہ روایات بھی ایسے ہو گئیں جن کا ٹھیک وہی مطلب ہوتا
یعنی فاطمہؓ کو اکھٹی تین طلاقیں ملیں۔
رہ جاتی ہیں جنھیں فریقِ ثانی آنکھ بچا کر اٹھا لاتا ہے اور ہمارے
میں آگئے ہیں۔ آیئے انھیں بھی دیکھیں۔
سے یہ ہے کہ ابوسلمہ نے اپنے الفاظ میں بیان کیا فطلقھا آخر
کو ان کے شوہر نے آخر تک تین طلاقیں دے دیں) ملاحظہ کیجئے
ھا ہے یعنی ضمیر غائب۔ یہ وہی شکل ہے کہ راوی صاحبِ واقعہ کا
الفاظ میں پیش کر رہا ہے۔ ہم پیچھے بحث کر آئے ہیں کہ یہ ایک اصطلاحی
مطلب یہ نہیں ہوتا کہ تین طلاقیں الگ الگ دی گئیں۔ ذرا ایک
کہتا ہے:۔
میں نے فلاں کام میں اپنا آخری پیسہ بھی لگا دیا ہے"
کیا اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ زید کے پاس جتنے پیسے تھے
اوقات میں لگایا اور آخری پیسہ بالکل بعد میں؟ — معلوم ہے کہ